سوداگر کا قاتل

اشتیاق احمد

"ہاں جناب! سب لوگوں کے نام کے ساتھ صاحب لگایا جاتا ہے...

تو میں اپنے نام کے ساتھ صاحب

کیوں نہیں لگا سکتا۔"

ظہور نے منہ بنایا۔

"لیکن دوسرے اپنے نام کے ساتھ خود صاحب نہیں لگاتے، ہر کسی

کے نام کے ساتھ دوسرا صاحب لگاتا ہے۔"

"دوسرا لگائے یا تیسرا... میں تو اپنے نام کے ساتھ لگاؤں گا، ہاں تو

میں ظہور صاحب بات کر رہا ہوں...

آپ کو بات کرنا ہے... کر لیں.... ورنہ فون بند کر دیں.... میری بلا

سے۔"

"اچھا اچھا..... ناراض نہ ہوں ظہور صاحب.... اور فون خان صاحب

کو دیں۔"

''اب آئے سیدھے راستے پر.....لیکن میں اس وقت انہیں فون نہیں
دے سکتا.....وہ سو رہے ہیں.....اور
جگایا جانا انہیں پسند نہیں.....آپ اپنا نام اور پتا بتا دیں...وہ اٹھنے پر
خود آپ کو فون کر لیں گے۔''
''کام بہت ضروری تھا.....خیر آپ انہیں بتا دیجئے گا.....ہیروں کے
بادشاہ نے فون کیا تھا۔''

''ارے باپ رے.....یہ آپ ہیں نادم گیلانی صاحب.....تب میں
انہیں جگا دیتا ہوں۔''
''نہیں.....ہرگز نہیں۔'' یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔
اسی وقت خان رحمان کی آواز کمرے میں گونجی:
''ظہور کے بچے! کس کا فون تھا۔''
''اوہ آپ جاگ گئے۔'' ظہور چونکا۔

''اتنا لمبا نام.....میں اس نام کے کسی آدمی کو نہیں جانتا۔''

''جی.....کس نام کے آدمی کو.....میں نے کب نام بتایا کسی کا آپ کو۔''

''میں نے پوچھا تھا، کس کا فون تھا، تم نے جواب میں کہا، اوہ آپ جاگ گئے.....تو یہ نام ہی تو ہوا.....اوہ
آپ جاگ گئے۔''

''حد ہوگئی خان صاحب! اب آپ بھی ہر وقت محمود، فاروق اور فرزانہ کے انداز میں باتیں کرنے لگے ہیں۔''

''ہوں! لگتا ایسا ہی ہے.....لیکن ان کے انداز میں باتیں کرنے میں آخر حرج کیا ہے۔''

''یہ تو مجھے معلوم نہیں۔'' ظہور نے جواب میں کہا۔

''کیا معلوم نہیں۔'' انہوں نے آنکھیں نکالیں...اب وہ اس کے

سامنے پہنچ چکے تھے۔

''یہ کہ ان کے انداز میں باتیں کرنے میں حرج ہے یا نہیں۔''

اچھا کان نہ کھاؤ..... بتاؤ، فون کس کا تھا۔'' انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

''فون نادم گیلانی صاحب کا تھا۔''

''اوہ اچھا۔''

اب انہوں نے نادم گیلانی کو فون کیا..... وہ ہیروں کے بہت بڑے

سوداگر تھے اور جب بھی ان کے پاس

کوئی بڑا اور شاندار قسم کا ہیرا آتا، وہ انہیں ضرور فون کیا کرتے تھے یا

پھر خان رحمان کو کوئی ہیرا فروخت

کرنا ہوتا تو یہ ان سے رابطہ کرتے تھے.... دونوں اس لحاظ سے اچھے

بھلے دوست تھے۔

دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی.... لیکن کسی نے فون نہ اٹھایا..... یہ نمبر ان

کے گھر کا تھا..... دوپہر کو وہ گھر میں ہی ہوتے تھے، دکان صرف شام کے وقت کھولتے تھے اور رات کے دس بجے دکان بند کرتے تھے.....

جب کسی نے فون نہ اٹھایا تو انہیں حیرت ہوئی ....اس لیے کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو انہوں نے فون کیا تھا...پھر یہ کہ ان کے گھر میں اور کئی افراد تھے ....ان کے بیوی بچے اور ملازم تھے ....پھر کوئی فون کیوں نہیں اٹھا رہا تھا۔

انہوں نے رسیور رکھ دیا....چند منٹ بعد پھر فون کیا....لیکن کسی نے رسیور نہ اٹھایا....وہ جھلا اٹھے اور بولے:

''اب خود ہی فون کر لیجئے گا پھر۔''

''جی....کیا کہا...''ظہور نے چونک کر کہا۔

''ادھر سے کوئی فون نہیں اٹھا رہا، حالانکہ ابھی انہوں نے فون کیا تھا۔''

''لیکن یہ ضروری تو نہیں کہ انہوں نے فون گھر سے کیا ہو.....وہ اس وقت کہیں اور ہو سکتے ہیں..... باقی رہا گھر کا فون ....دوپہر کا وقت ہے.....گھر والے پن نکال کر سو رہے ہوں گے ....تاکہ کوئی ان کی نیند میں خلل نہ ڈال سکے.....''

''بھئی واہ ....تم تو عقل مند ہوتے جا رہے ہو...ضرور یہی بات ہو گی۔''

پھر خان رحمان نادم گیلانی کو دوبارہ فون کرنا بھول گئے.....اسی دن شام کو ان کے فون کی گھنٹی بجی...

وہ اس وقت تک تیار ہو چکے تھے....آج ان کا ارادہ پروفیسر داؤد کی طرف جانے کا تھا.....

انہوں نے ریسیور اٹھایا پھر بہت زور سے اچھلے،ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا:

''کیا!!!! نہیں۔''

''کیا ہوا خان صاحب!'' شہباز بیگم ان کی طرف دوڑ آئیں.... ظہور بھی دوڑ پڑا.... سرور، ناز اور شائستہ

بھی دوڑ پڑے کیونکہ اس قدر زور سے ان کا بولنا پریشانی کے عالم میں ہی ہوسکتا تھا۔

اور پھر انہوں نے ریسور رکھ دیا۔

''کیا ہوا خان صاحب! خیر تو ہے۔''

''نادم گیلانی کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔''

''کیا!!!!'' وہ سب زور سے اچھلے۔

''ہاں! اس بات کا پتا ابھی لگا ہے...... ملازم انہیں جگانے گیا تو وہ اندر مردہ پڑے تھے.... میں وہیں

جا رہا ہوں.... ظہور! تم جمشید کو فون کر دو۔''

''جی.....اچھا.....'' اس نے غم زدہ انداز میں کہا.....فون پر نادم گیلانی سے اکثر اسے ہی بات کرنا پڑتی تھی، لہذا ان سے دو چار ہنسی کی باتیں ہو جاتی تھیں.....لہذا اظہور کا غمگین ہو جانا قدرتی بات تھی، یوں بھی وہ ان کے ہاں کبھی کبھار آتے جاتے رہتے تھے۔

خان رحمان ان کی کوٹھی پر پہنچے تو وہاں پولیس پہنچ چکی تھی.....وہ آگے بڑھنے لگے تو ایک کانسٹیبل بولا:

''آپ اندر نہیں جا سکتے۔''

''نادم گیلانی میرے دوست تھے بھئی اور میرا نام خان رحمان ہے۔''

''انسپکٹر صاحب کی ہدایت یہی ہے کہ اندر کوئی نہ آئے، لہذا آپ ابھی یہیں ٹھہریں، جب وہ اپنے کام سے فارغ ہو جائیں گے تو پھر تو سبھی کو اندر جانے کی اجازت ہو گی۔''

''اچھی بات ہے۔'' انہوں نے کہا اور برآمدے میں کرسی پر بیٹھ

گئے.... ایسے میں نادم گیلانی کا بڑا بیٹا خادم روتا ہوا ان کے نزدیک پہنچ گیا اور ان سے لپٹ کر اور زور زور سے رونے لگا۔

''صبر کرو .... بیٹا صبر ......'' وہ اسے دلاسہ دینے لگے، خود ان کی آنکھیں بھی آنسو بہانے لگیں۔

ایسے میں انہیں انسپکٹر جمشید کا خیال آیا وہ اٹھ کر فوراً فون کی طرف گئے اور ان کے نمبر ملائے..... وہ دفتر میں موجود تھے، ان کی آواز سن کر بولے:

''ہائیں خان رحمان! تمہاری آواز رو کیوں رہی ہے۔''

''میں خود بھی رو رہا ہوں جمشید۔'' خان رحمان نے کہا۔

''روئیں تمہارے دشمن۔''

''ہاں جمشید! اب انہیں رلانا ہے، لہذا فوراً آجاؤ۔''

''کیا کہا.... انہیں رلانا ہے..... کن کی بات کر رہے ہو خان

رحمان..... تم تو بہت سنجیدہ لگ رہے ہو۔''

''موت کی حد تک سنجیدہ ہوں جمشید.... بس تم آ جاؤ۔''

''خیر بتاؤ.... آنا کہاں ہے اور معاملہ کیا ہے۔''

''معاملہ یہیں آ کر دیکھ لو..... تم نے نادم گیلانی کی کوٹھی دیکھی ہے..... میرے ساتھ کئی بار دعوت میں یہاں آ چکے ہو۔''

''ہاں! بالکل دیکھی ہے تم بتا کیوں نہیں رہے.... کیا ان کے گھر میں کوئی واردات ہوگئی ہے۔''

''ہاں جمشید! یہی بات ہے۔''

''تب کوئی ان کے ہیرے اڑا لے گیا ہے..... لل..... لیکن نہیں۔''

''کیا ہوا.... اپنا خیال خود بدل رہے ہو۔'' خان رحمان اداس انداز میں بولے۔

''ہاں! اس لیے کہ اگر یہ بات ہوتی تو تم اس حد تک غمگین نہیں ہو سکتے تھے۔''

''درست اندازہ لگایا..... بات کچھ اور ہے..... لہٰذا آ جاؤ۔''

''اف مالک!'' انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

''کیا ہوا؟'' خان رحمان چونکے۔

''اس کا مطلب ہے.... معاملہ قتل کا ہے۔''

''حیرت ہے.... تم سمجھ گئے... اب تو آ جاؤ۔''

''اور کیا نادم گیلانی کو ہی قتل کیا گیا ہے۔''

''ہاں! یہی بات ہے..... لیکن تم آ کیوں نہیں جاتے۔''

''میں آ رہا ہوں..... کیا وہاں پولیس پہنچ چکی ہے۔''

''ہاں! جمشید! میں ابھی ابھی پہنچا ہوں..... ابھی اندر بھی نہیں جا سکا۔''

''اوہ اچھا.....میں آ رہا ہوں۔''

اور پھر صرف بیس منٹ بعد انسپکٹر جمشید وہاں پہنچ گئے..... باہر پولیس مین انہیں دیکھ کر چونک اٹھا.... ان کے چہرے ناگواری پھیل گئی، انسپکٹر جمشید سیدھے خان رحمان تک گئے۔

''ہاں خان رحمان.... لاش کہاں ہے۔''

''لاش گھر کے اندر ہے علاقے کے پولیس آفیسر اندر موجود ہیں، فی الحال ہمیں اندر جانے کی اجازت نہیں ہے...''

''آؤ۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ان کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر دونوں آگے بڑھے.... ایسے میں پولیس کانسٹیبل آڑے آیا اور بولا:

''نہیں سر! آپ بھی اندر نہیں جا سکتے۔''

''کیا مطلب... آپ مجھے پہچانتے تو ہیں نا۔''

''بالکل پہچانتا ہوں سر..... لیکن انسپکٹر صاحب مجھ پر بگڑیں

گے....ان کی سختی سے ہدایت ہے کہ اندر کسی کو نہ جانے دوں۔"

"اچھی بات ہے....آپ انہیں جا کر بتائیں......میں آیا ہوں اور اندر آنا چاہتا ہوں۔"

"جی ہاں! کیوں نہیں. یہ میں کر سکتا ہوں، اس لیے کہ انہوں نے ایسا کرنے سے نہیں روکا۔"

اس نے کہا اور اندر چلا گیا.....پھر جلد ہی اس کی واپسی ہوئی، اس نے کہا:

"مجھے افسوس ہے جناب! انہوں نے کہا ہے......جب تک وہ اپنا کام پورا نہیں کر لیتے.....اس وقت تک کوئی اندر نہیں آ سکتا۔"

"مسٹر کانسٹیبل.....آپ کے آفیسر حد سے بڑھ رہے ہیں......

ان کے آفیسر کا حکم میں آپ کو دکھاتا ہوں۔

اور پھر بھی اگر آپ نے مجھے روکا تو ذمے دار آپ خود ہوں

گے .....'' یہ کہہ کر انہوں نے آئی جی کا اجازت نامہ نکال کر ان کے سامنے کر دیا..... اس کی رو سے وہ شہر میں ہونے والے کسی بھی کیس کو اپنے ہاتھ میں لے سکتے تھے. کانسٹیبل بے چارہ کیا اس کو پڑھتا، فوراً سلوٹ کی حالت میں آ گیا..... اور وہ اندر کی طرف بڑھے ..... لاش نادم گیلانی کے اپنے کمرے میں تھی، لیکن اس کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا..... انہوں نے دستک دی۔

''کون؟'' اندر سے پوچھا گیا۔

''انسپکٹر جمشید۔''

''کیا آپ کو میرا پیغام نہیں ملا۔''

''ملا تھا جناب! لیکن آئی جی صاحب کا حکم ہے کہ شہر میں ہونے والے کسی بھی کیس کو اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہوں..... لہذا اس کیس کو اسی وقت سے میں اپنے ہاتھ میں لے رہا ہوں..... آپ باہر تشریف

لے آئیں۔“

”یہ اچھی زبردستی ہے.....کیس میرے علاقے کا ہاتھ میں لیں گے آپ۔“

”اس سلسلے میں اگر آپ کو کوئی شکایت ہے تو آپ آئی جی صاحب سے بات کرلیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“

دروازہ زوردار آواز کے ساتھ کھلا انھوں نے دیکھا.....وہ کوئی بالکل نوجوان انسپکٹر تھا۔

”آپ کا نام؟“ انسپکٹر جمشید نے نرم آواز میں کہا۔

”انسپکٹر کاشف خان۔“

”آپ یہ پڑھ لیں۔“

”پڑھنے کی ضرورت نہیں....آپ چارج سنبھال لیں.....ہم لوگ جا رہے ہیں.....آؤ میرے ساتھ۔“

اس نے اندر موجود اپنے ماتحتوں سے کہا۔

''ایک منٹ ..... آپ اس طرح نہیں جا سکتے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''کیا مطلب؟ پھر ہم کس طرح جا سکتے ہیں۔''

''اس وقت تک جو کچھ ہوا ہے، اس کی تفصیل بتائیں ..... ہمیں لاش کا معائنہ کرنے دیں ..... جو سوالات میں پوچھوں، اس کے جواب دے کر جائیں۔''

''اچھی بات ہے ..... ہم باہر موجود ہیں ..... آپ لاش کا معائنہ کر لیں۔''

''جی نہیں ..... آپ بھی ہمارے ساتھ اندر موجود رہیں گے۔''

انسپکٹر جمشید کے لہجے میں سختی آ گئی۔

''آپ کا لہجہ کچھ مناسب نہیں ہے۔''

''ہاں! ٹھیک ہے.....اس کی وجہ ہے....آپ اپنے سے بڑوں کے ساتھ اس طرح پیش نہیں آرہے جس طرح آنا چاہیے.....میں نے جب اندر پیغام بھجوایا تو آپ کو چاہیے تھا، مجھے اجازت دے دیتے.....پھر یہ کیس آپ ہی کے ہاتھ میں رہتا...میں تو اس سلسلے میں الٹا آپ کی مدد کرتا۔''

''مجھے آپ کی مدد کی ضرورت نہیں....''اس نے جل کر کہا۔

''او کے.... پہلے ہم لاش کا معائنہ کریں گے، لاش کی پوزیشن اور اندر موجود چیزوں کی فہرست تیار کریں گے.....کیونکہ میں آپ سے چارج لے رہا ہوں.....جو چیزیں آپ کی موجودگی میں یہاں رہیں گی.....ان پر آپ کے اور میرے دستخط ہوں گے....آپ اس طرح نہیں جا سکتے۔''وہ سخت آواز میں بولے۔

اس کا رنگ اڑ گیا.....تاہم وہ کچھ نہ بولا..... بات قانون کی تھی، آخر

وہ اندر داخل ہوئے.....انہیں زبردست جھٹکا لگا۔

نادم گیلانی کی لاش بستر پر پڑی تھی.....ان کے سر میں گولی ماری گئی تھی.....بستر پر خون ہی خون تھا.....سر ہانے کے ساتھ ایک بڑی سیف موجود تھی ،اس کا دروازہ کھلا تھا....سیف میں سونے کے زیورات رکھے صاف نظر آرہے تھے،ایک خانہ تھوڑا سا کھلا تھا،اس میں ہیرے موجود تھے.....

”اف مالک!اور آپ یہاں سے نکلے جارہے تھے.....ان قیمتی چیزوں کے ہوتے ہوئے تو آپ کو گھر کے کسی فرد کو اپنے ساتھ رکھنا چاہیے تھا.....اب ہمیں کیا معلوم.....اس سیف میں کتنے ہیرے تھے۔“

”معلوم کیا جاسکتا ہے جمشید۔“خان رحمان بول اٹھے۔

وہ چونک کر ان کی طرف مڑے.....

اوہو...اچھا

محمود اور فاروق سکول سے فارغ ہونے کے بعد موٹر سائیکل پر گھر کی طرف جارہے تھے، ایسے میں محمود

چونک اٹھا....اس نے فوراً بریک لگایا.....اسی وقت ایک شخص ان کے قریب سے گزرا۔

''بھائی صاحب! سنیے گا ذرا۔''

وہ ٹھٹک کر رک گیا.....ان کی طرف مڑا اور بولا:

''ہاں! کیا بات ہے۔''

''آپ بہت خوف زدہ ہیں، آپ کا سانس بے تحاشا پھولا ہوا ہے اور آپ کے ہاتھ کانپ رہے ہیں.....

یہ سب باتیں بلاوجہ نہیں ہیں.....آپ کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا ہے ...شاید ہم آپ کی مدد کرسکیں گے۔''

''نن نہیں.....نہیں.....'' وہ مارے خوف کے بولا۔

''یہ کیا بات ہوئی.....نن.....نہیں.....نہیں۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''نن.....نہیں.....نہیں۔''

''پھر وہی نن نہیں نہیں...آخر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

''مجھ سے کچھ نہ پوچھیں۔''

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا.....

''یا تو یہ شخص کوئی خوفناک جرم کر کے آیا ہے.....یا پھر اس نے کوئی

خوفناک منظر دیکھا ہے.....میرا خیال

ہے.....ہمیں اس سے پوچھنا چاہیے۔'' محمود نے جلدی سے کہا۔

''میرا خیال ہے.....آبیل مجھے مار اسی کو کہتے ہیں۔''

''کہتے ہوں گے.....میں اس سے اصل بات معلوم کرنے کے لیے

بے چین ہوں، دیکھو.....اس کے کپڑے پھٹے پرانے ہیں، کسی گھر کا

ملازم جان پڑتا ہے۔''

''بھئی اس دنیا میں تو سو طرح کی پریشانیاں ہیں.... تم کس کس سے پوچھو گے کہ اس کو کیا پریشانی ہے۔''

''جس جس سے پوچھ سکا۔'' اس نے کہا۔

''لیکن وہ پیدل ہے..... ہم موٹر سائیکل پر...... تعاقب کس طرح کر سکتے ہیں۔''

''ہم بھی پیدل چلیں گے۔'' محمود نے کہا اور موٹر سائیکل سے اتر آیا۔

''ہے کوئی تک۔'' فاروق جھلا اٹھا۔

''کوئی بات نہیں۔'' محمود مسکرایا۔

''کیا کوئی بات نہیں۔'' فاروق نے اسے گھورا۔

''اگر کوئی تک نہیں تو کوئی بات نہیں..... ہمیں تک کی کوئی خاص ضرورت نہیں کیا سمجھے۔'' محمود ہنسا۔

''بس یہی سمجھا ہوں کہ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کیا سمجھوں۔''

فاروق نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

''توبہ ہے تم سے۔''محمود تلملا کر بولا۔

''لیجئے....وہ صاحب اب ایک گلی میں مڑ گئے ہیں۔''

''ظاہر ہے.....بے چارہ آخر اپنے گھر تو جائے گا نا......اور کیا وہ ناک کی سیدھ میں چلتا رہے؟''

''نہیں! میں چاہتا ہوں، ہم ناک کی سیدھ میں چلتے رہیں۔''

''اوٹ پٹانگ باتوں کے علاوہ کوئی کام نہیں تمہیں۔''

''تمہارے ساتھ چل تو رہا ہوں.....اور تم مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہو۔''

''اچھا یار چپ رہو......دماغ چاٹے جاتے ہو۔''

ایسے میں انہوں نے اس شخص کو ایک چھوٹے سے گھر میں داخل

ہوتے دیکھا۔

''اللہ کا شکر ہے.....اس کا گھر تو آیا۔'' محمود نے کہا اور آگے بڑھ کر دستک دی۔

دروازہ اسی نے کھولا......انہیں دیکھ کر اس کی آنکھوں میں الجھن تیر گئی.......

''آپ.....آپ تو وہی ہیں جو مجھے راستے میں ملے تھے۔''

''ہاں! اللہ کی مہربانی سے ہم وہیں ہیں......کیا آپ ہمیں بیٹھنے کے لیے نہیں کہیں گے۔''

''ہاں! آیئے....اندر آجایئے۔''

وہ اندر داخل ہوئے........یہ ایک کمرے کا مکان تھا.....اس میں کوئی صحن بھی نہیں تھا.....وہیں ایک عورت ایک طرف چولہے کے پاس بیٹھی کچھ پکا رہی تھی......اس کے سر پر چادر تھی...اس چادر کی وجہ سے

اس کا چہرہ چھپا ہوا تھا، گویا ان کے اندر داخل ہونے پر اس نے ان سے پردہ کرلیا تھا.....

''آپ پریشان ہیں.....ہم آپ کی پریشانی دور کرنا چاہتے ہیں۔''

''آپ میری پریشانی کس طرح دور کر سکتے ہیں.....آپ تو خود ابھی کم عمر ہیں، یہ ضرور ہے کہ آپ مال دار لگتے ہیں.....موٹر سائیکل لے کر گھوم رہے ہیں۔''

''ہم گھوم نہیں رہے.....سکول سے فارغ ہو کر اپنے گھر جا رہے تھے.....آپ صرف یہ بتا دیں.....آپ کو پریشانی کیا ہے۔''

''اگر میں یہ کہوں کہ مجھے دس ہزار روپے کی شدید ضرورت ہے تو کیا آپ میری مدد کریں گے۔'' اس کی یہ بات سن کر عورت زور سے چونکی، لیکن اس نے مڑ کر اپنے خاوند کی طرف دیکھنے کی کوشش نہ کی۔

''پہلے ہم اس بات کی تصدیق کریں گے کہ آپ کو واقعی شدید

ضرورت .....پھر مدد کریں گے۔"

یہ بات میں نے ایسے ہی کہہ دی....مجھے ایسی کوئی ضرورت نہیں.....اصل بات یہ ہے کہ میں ایک خوفناک منظر دیکھ کر آ رہا ہوں....لیکن اس کے بارے میں کسی کو بتا نہیں سکتا، کیونکہ میری وجہ سے اسطرح کوئی مصیبت میں پھنس جائے گا۔"

"بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"بس میں اور کچھ نہیں بتا سکتا۔"

"بہتر تو یہی تھا کہ آپ بتا دیتے....ہم آپ کی اور اس شخص کی مدد ہی کرتے....."محمود نے منہ بنایا۔

"کیا آپ دن رات یہی کام کرتے رہتے ہیں۔"

"نہیں! ہم اور بھی کام کرتے ہیں۔"فاروق مسکرایا۔

"میں آپ کو کچھ نہیں بتا سکتا....بس یوں سمجھ لیں، میں نے اپنے

دوست کو کسی کا خون کرتے دیکھا ہے۔''

''کیا مطلب؟'' دونوں بری طرح اچھلے۔
ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

''ہاں! یہی بات ہے.... لیکن میں یقین سے نہیں کہہ سکتا..... میرے
دوست نے کسی کا خون کیا بھی ہے یا نہیں۔''

''یہ کیا بات ہوئی.... ابھی آپ نے کہا ہے کہ آپ نے اپنے دوست کو
کسی کا خون کرتے دیکھا ہے۔''

''شاید میں اپنی بات وضاحت نہیں کر سکا۔''

''کوئی بات نہیں..... اب آپ وضاحت کر دیں... ہم دوبارہ سننے کے
لئے تیار ہیں۔''

''سنیے! میرا ایک دوست ہے.... میں اس کا نام نہیں بتاؤں گا..... نہ یہ
بتاؤں گا کہ وہ کس کے گھر کام کرتا ہے.... میں اس سے ملنے کے لیے

گیا....وہ اپنے کوارٹر میں نہیں تھا.....میں نے سوچا وہ کوٹھی کے باورچی خانے میں ہوگا.... کیونکہ میرا دوست اس گھر میں باورچی ہے،وہ کھانے پکانے میں بہت ماہر ہے....خود میں بھی باورچی ہوں اور ایک کوٹھی میں ملازم ہوں......میں جب باورچی خانے میں گیا تو وہ وہاں بھی نہیں تھا لیکن اسی وقت میں نے اسے کوٹھی کے اندرونی حصے سے آتے دیکھا....اور....اور....'' وہ کہتے کہتے رک گیا۔

''اور کیا؟''

''اور میں نے دیکھا....اس کے دونوں ہاتھ خون آلود تھے،خون میں ڈوبے ہوئے تھے...دائیں ہاتھ میں خون آلود پستول بھی تھا۔''

''اوہ....اوہ.....پھر....''

''بس پھر کیا..میں باورچی خانے میں نہیں گیا...کیونکہ اس وقت میں اس کے سامنے آجاتا تو وہ مجھ پر بھی فائر کرسکتا تھا۔''

”کیا اسے پستول چلانا آتا ہے۔“

”ہاں جناب! میں اور وہ ریٹائرڈ فوجی ہیں.....ہم فوج میں بھی باورچی تھے...اور وہاں اسلحے کی تربیت ہر فوجی کو دی جاتی ہے۔“

”ہوں....پھر کیا اس نے آپ کو دیکھ لیا تھا۔“

”نہیں.....وہ وہاں سے سیدھا اپنے کوارٹر کی طرف چلا گیا اور میں خوف کی حالت میں وہاں سے نکل آیا راستے میں مجھے آپ ملے.....اور اب آپ یہاں آ گئے.....“

”دیکھو بھئی.....اگر آپ کے دوست نے قتل کیا ہے.....تو آپ کو یہ بات چھپانے کی ضرورت نہیں.....

چھپائیں گے بھی تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا.....وہ پکڑا ہی جائے گا.....بچے گا نہیں...آپ ایسا کریں.....خود سامنے نہ آئیں.....بس ہمیں اس کا نام بتا دیں۔“

''میں.....میں اپنے دوست کا نام بتا دوں۔''

''ہاں! ہوسکتا ہے، اس نے قتل نہ کیا ہو.....وہ اس کمرے میں کسی کام سے گیا ہو اور وہاں وہ صاحب قتل ہوئے پڑے ہوئے ہوں، وہ ہوش کھو بیٹھا ہو اور اس نے پستول اٹھا لیا ہو.....اس طرح اس کے ہاتھ خون آلود ہو گئے ہوں....اب اس حالت میں کوئی اسے دیکھ لیتا تو اسے قاتل ہی خیال کرتا نا اس لیے وہ چوروں کی طرح وہاں سے نکل آیا ہو....اور اسی حالت میں آپ نے اسے دیکھا....لہذا آپ فوراً اس کا نام اور پتا بتا دیں....ہم اس کے کام آنے کی پوری کوشش کریں گے...اور اگر آپ نے نام نہ بتایا تو پولیس اسے گرفتار کر لے گی، اس پر قتل کا جرم بنا دے گی۔''

''اگر پولیس نے اس پر قتل کا کیس بنا دیا تو آپ کیا کریں گے۔''

''دراصل ہمارے والد بھی محکمہ پولیس ہی میں ہیں.....اس طرح ہم

مدد کر سکتے ہیں۔''

''اوہ اچھا..... میرا دوست نادم گیلانی کی کوٹھی میں ملازم ہے اس کا نام صابر ہے... کوٹھی ڈاڈا روڈ پر ہے۔''

''شکریہ..... ہم سیدھے وہیں جا رہے ہیں۔''

یہ کہہ کر دونوں اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

رجسٹر صاف ہے

''کیا کہنا چاہتے ہو خان رحمان؟'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''نادم گیلانی میرے بہت پرانے دوست ہیں، میں ان کی ایک ایک عادت سے واقف ہوں، یہ باقاعدہ اپنے پاس موجود ہیروں کا ریکارڈ رکھتے تھے، ان کے رجسٹر میں پوری تفصیل موجود ہے..... اور وہ رجسٹر بھی اسی سیف میں موجود ہوتا ہے، جونہی تم اس رجسٹر کا آخری صفحہ کھولو گے، میرا مطلب ہے.... آخری استعمال شدہ صفحہ... تمہیں معلوم ہو جائے گا، چھوٹے بڑے کل کتنے ہیرے اس وقت ہونے چاہئیں...

یہی حالت دکان پر ملے گی۔''

''اچھی بات ہے..... ہم اس رجسٹر کو چیک کر لیتے ہیں، کیا خیال ہے انسپکٹر صاحب۔''

”میری طرف سے آپ کچھ بھی کریں ...مجھے کوئی اعتراض نہیں.....یہ کیس چونکہ آپ حل کریں گے،اس لیے مجھے آپ فارغ کردیں اور تحریر بھی لکھ کر دے دیں کہ آپ نے مجھے اس کیس پر کام کرنے سے روک دیا ہے۔“

”ایسا نہیں ہے ....آپ ضرور اس کیس پر کام کرتے رہیں .....ہم اپنے طور پر کام کریں گے، یہ میرے دوست کے دوست کا معاملہ ہے اس لیے مجھے آنا پڑا.....مجھے شوق نہیں کہ ہر کیس میں ٹانگ اڑاتا پھروں .....خان رحمان .....تم رجسٹر کے مطابق ہیرے چیک کر لو......اور یہ سونے کے زیورات بھی۔“

سیف میں سے انہیں رجسٹر مل گیا .....پھر اچانک ان کے چہرے پر حیرت نظر آئی۔

”کیا بات ہے خان رحمان۔“

”رجسٹر صاف ہے۔“

”رجسٹر صاف ہے.......کیا مطلب؟“

”اس میں سے لکھے ہوئے تمام اوراق غائب ہیں ....گویا قاتل جاتے ہوئے وہ اوراق لے گیا ہے۔“

”اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ ہم معلوم نہیں کر سکتے کہ ہیرے پورے ہیں یا نہیں.....اور زیورات پورے ہیں یا نہیں اور کیا گھر کے افراد کو بھی یہ بات معلوم نہیں ہوگی۔“

”نہیں ....ہیروں کا حساب کتاب وہ خود رکھتے تھے ،اس میں گھر والوں کو شریک نہیں کرتے تھے۔“

”مجھے افسوس ہے انسپکٹر صاحب۔“

”کس بات پر؟“ اس نے کہا۔

”اگر آپ اس کیس سے الگ ہونا چاہتے ہیں....تو جانے سے پہلے

آپ کو تلاشی دینا ہو گی.... خود ہم بھی اگر اس کیس کو کسی دوسرے کے سپرد کریں گے تو تلاشی دے کر جائیں گے..... کیونکہ یہ معاملہ ہیروں کا ہے۔"

"میں اس بے عزتی کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں..... یہ بے عزتی نہیں ہے.... اب آپ اس کیس کو اپنے ہاتھ میں رکھیں اور جب ہم یہاں سے جانے لگیں تو ہماری تلاشی لے لیں..... ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"خیر.... آپ میری اور میرے ساتھیوں کی تلاشی لے لیں۔"

"جو باہر موجود ہیں، انہیں اندر بلا لیں۔"

"تلاشی سے ان کا کیا تعلق..... وہ تو اندر آئے ہی نہیں۔"

"آپ میں سے کوئی باہر تو جا سکتا تھا اور انہیں ہیرا پکڑا سکتا تھا۔"

"آپ ہمیں مکمل طور پر بے ایمان کہہ رہے ہیں۔"

''میں اس بات کا امکان ظاہر کر رہا ہوں ......یہ میری مجبوری ہے....ان حالات میں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔''

''اچھی بات ہے....میں انہیں بلا لیتا ہوں۔''

اور پھر انسپکٹر کاشف خان نے باہر موجود اپنے ماتحتوں کو اندر بلا یا.....اب انسپکٹر جمشید نے خود ان سب کی تلاشی لی....لیکن کوئی ہیرا برآمد نہ ہوا....اب تو ان کی آنکھوں میں الجھن تیر گئی.....

''بس جناب! ہو گیا آپ کا شک دور۔''

''جی ہاں! بس یہی سمجھ لیں۔'' انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

''کیا مطلب آپ کا.....یہی سمجھ لیں''۔اس نے جھلا کر کہا۔

''شک دور ہوا یا نہیں، آپ یہی سمجھ لیں کہ ہو گیا .....ویسے بہتر تھا....آپ ہیرا نہ چراتے۔''

''کیا کہا.....میں نے ہیرا چرایا ہے.....'' وہ چلا اٹھا۔

”جی ہاں! وہ تو آپ نے ایک عدد چرایا ہے.....

”دیکھیے جناب! آپ میری تلاشی لے چکے ہیں۔“

”ہاں! یہی بات ہے، میں آپ کی تلاشی لے چکا ہوں، لیکن میں نے آپ کی ایک چیز کی تلاشی نہیں لی۔“

”کس چیز کی۔“ اس کے چہرے پر پہلی بار پریشانی کے آثار نمودار ہوئے۔

”آپ کی گاڑی کی.....“

”آپ..... آپ کا مطلب ہے..... میں نے کوئی ہیرا اپنی گاڑی میں کہیں چھپایا ہے۔“

”اس کا زبردست امکان ہے۔“

”تو پھر تلاش کر لیجیے..... میں اپنا جرم مان لوں گا۔“

”آئیں..... گاڑی تک چلتے ہیں۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا زمانہ آ گیا ہے.....آئے تھے قتل کے کیس کے سلسلے میں، پڑ گئے چوری کے معاملے میں۔"

خان رحمان نے سرد آہ بھری.....وہ مسکرا دیے۔

پھر باہر آئے.....اب انہوں نے گاڑی کی تلاش لی.....لیکن کوئی ہیرا برآمد نہ ہوا۔

"بس جناب! اب آپ کیا کہتے ہیں۔"

"اب میں کیا کہوں.....کہنے کی باری تو اب آپ کی ہے۔"

"یہی کہ آپ اپنے علاوہ باقی سب جرائم پیشہ خیال کرتے ہیں، آپ کا یہ طریقہ ٹھیک نہیں، آپ کو جو اجازت نامے وغیرہ ملے ہوئے ہیں، آپ ان سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں، بلاوجہ دوسروں کے کاموں میں دخل اندازی کرتے ہیں.....دوسروں کو ذلیل کرتے ہیں، میں یہ بیانات اخبارات کو دوں گا۔"

''آپ ایسا ضرور کریں... مجھے خوشی ہو گی.... میرا ایک دعوی اب بھی ہے۔''

''آپ اپنا وہ دعوی بھی بتا دیں۔''

''آپ کے پاس ایک عدد ہیرا ہے ضرور۔''

''حد ہو گئی.... پھر وہی ہیرا.... آخر کہاں ہے وہ ہیرا...... جو میں نے چرایا ہے۔''

''آپ نے کب ملازمت اختیار کی۔''

''چھ ماہ پہلے۔'' اس نے جھلا کر کہا۔

''آپ کا گھرانہ کیسا ہے.... کیا مالدار ہے۔''

''بس اوسط درجے کا ہے۔''

''آپ لوگ زیادہ مال دار تو نہیں ہیں۔''

''آخر ان سوالات کا مقصد کیا ہے۔''

''آپ سوال کا جواب دیں، مقصد سے آپ کو مطلب؟''

''نہیں ہم لوگ زیادہ مال دار نہیں ہیں۔''

''کیا آپ میں بازار سے کوئی ہیرا خرید نے کی طاقت ہے۔'' انہوں نے پوچھا۔

''یہ آپ نے کیسا سوال پوچھا.... میں کہہ چکا ہوں ..... ہم زیادہ مال دار نہیں ہیں، اوسط درجے کے لوگ بھلا ہیرے خرید سکتے ہیں۔''

''اچھا تو پھر یہ مجھ ایک تحفہ لے لیں۔''

یہ کہہ کر انہوں نے اپنی مٹھی اس کے سامنے کھول دی.... اس میں ایک نگینہ جگ مگا تا نظر آیا۔

''یہ...... یہ... کیا؟'' اس نے حیران ہو کر کہا۔

''میں آپ کو یہ نگینہ تحفے میں دے رہاں ہوں۔''

''نن نہیں۔'' اس نے خوف کے عالم میں کہا۔

''کیا ہوا بھئی ...ابھی تو آپ بہت بڑھ چڑھ کر باتیں بنا رہے تھے، میرے خلاف اخبارات میں بیانات دینے کی باتیں کر رہے تھے ...اب خوف زدہ کیوں ہو گئے.....ایسا میں نے کیا کہہ دیا۔''

''نن نہیں۔'' اس کے منہ سے نکلا۔

''حیرت ہے....اب یہ نن نہیں کیوں کرنے لگے۔'' خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

''ہے نا مزے کی بات۔''

''بالکل....بہت مزا آرہا ہے.....یہ تمہیں ہو کیا گیا ہے۔''

''دراصل یہ مجھے اندر سے ملا ہے.....فرش پر پڑا تھا، میں نے نظر بچا کر رکھ لیا....معلوم ہوا انگوٹھی کا نگینہ ہے....لیکن نا دم گیلانی کے دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی سرے سے نہیں ہے....نہ میری انگلیوں میں...نہ

خان رحمان تم انگوٹھی پہنتے ہو...انگوٹھی یہاں اگر کسی کے ہاتھ میں ہے تو انسپکٹر کاشف کے ہاتھ میں ہے۔''

''لیکن جمشید .....یہ نگینہ ان کی انگوٹھی کا نہیں ہے ....ان کی انگوٹھی میں نگینہ موجود ہے۔'' خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

''بالکل ٹھیک ....لیکن خان رحمان ....اب تمہاری نظر بھی کمزور ہو چکی ہے ....میرا خیال ہے ....تم عینک لگوالو .....ایسی عینک جسے ایک ہیرے اور کانچ کے نگ میں فرق نظر آسکے۔''

''کیا....کیا مطلب؟'' خان رحمان زور سے اچھلے۔

''یہ نگینہ کانچ کا ہے .....لیکن جو نگینہ اس وقت انسپکٹر صاحب کی انگلی میں نظر آرہا ہے.....وہ ہرگز کانچ کا نگینہ نہیں ہوسکتا...اگر وہ کانچ کا نگینہ ہے ...تب پھر یہ میرے ہاتھوں میں کانچ کا نگینہ کیوں ہے....یہ اس کمرے میں کہاں سے آیا، میں جب اندر داخل ہوا تھا تو

اس نگینے پر میری نظر پڑی تھی ....ساتھ ہی میری نظر نادم گیلانی کی انگلیوں پر گئی تھی .....یہ بار بار اس کے نگینے کی طرف دیکھ رہے تھے .....مجھے حیرت ہوئی ....پھر بات سمجھ میں آ گئی ....انہوں نے سوچا، یہاں تو بہت سے ہیرے ہیں ...کیوں نہ بہتے دریا میں ہاتھ دھو لیے جائیں .....ایک آدھ اگر اڑا لیا جائے تو یہاں کسے پتا چلے گا ......چنانچہ انہوں نے اپنی انگوٹھی میں سے نگینہ نکالا اور اس کے برابر کا ایک ہیرا اس میں رکھ لیا ...اس وقت یہاں یہ اکیلے تھے ....
کوئی ماتحت اندر ہو گا تو انہوں نے اسے کسی کام کے بہانے باہر بھیج دیا ہو گا .....کیوں بھئی .....کیا آپ کے انسپکٹر صاحب کے ساتھ اندر کون تھا۔'' انہوں نے ایک نظر سب پر ڈالی۔

''جی .....جی میں تھا۔''

''کیا انہوں نے کسی کام سے آپ کو باہر بھیجا تھا۔''

''جی ہاں۔'' اس نے کہا۔

''بس ..... دیکھا خان رحمان ...اب انسپکٹر کاشف صاحب میرے بارے میں اخبارات میں بیان دے دیجیے گا.....کہ میں نے آپ کے پاس سے زبردستی ہیرا برآمد کرلیا...اب آپ اپنے ہاتھ سے یہ ہیرا یہاں رکھ دیں.....اور خود حوالات میں جا کر بیٹھ جائیں.....با عزت طریقے سے آپ اپنے تھانے کی حوالات میں خود ہی چلے جائیں.....یہاں سے فارغ ہونے کے بعد آپ کے خلاف کارروائی چلے گی.....ویسے میں اپنے کسی ماتحت کو بھیج دوں گا.....آپ اس سے کوئی برا سلوک نہ کیجیے گا۔''

اس کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا.....اس نے ہیرا نکال کر ان کے سامنے رکھ دیا.....پھر باہر نکل گیا۔

''یہ کیا کیا جمشید.....یہ تو فرار ہو جائے گا۔''

’’اس صورت میں یہ اپنے جرم میں خود اضافہ کرے گا.....ہم اسے تلاش کرلیں گے تم فکر نہ کرو۔‘‘

یہ کہہ کر وہ لاش کی طرف متوجہ ہوئے....گولی کن پٹی پر ماری گئی تھی اور بہت نزدیک سے چلائی گئی تھی....۔

’’فائر سوتے میں کیا گیا ہے....اور نالی کو کن پٹی پر رکھ کر ٹریگر دبا گیا ہے...بارود کا نشان صاف نظر آرہا ہے، ان کی موت فوری طور پر واقع ہوئی تھی ...اس کا مطلب ہے .....قاتل جانا پہچانا آدمی ہے....اسے اندر آنے کے بعد کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں تھی .....وہ بغیر کسی رکاوٹ کے اندر آیا، اس نے نہایت اطمینان سے اپنا کام کیا اور نکل گیا...وقت بھی اس نے دوپہر کا چنا....شاید یہ ان کے سونے کا وقت تھا.....۔‘‘

’’ہاں جمشید! یہ دوپہر کو قریباً دو گھنٹے سونے کے عادی تھے۔‘‘

''شش شاید.....''

پھر وہاں اکرام پہنچ گیا، اس نے اپنا کام شروع کر دیا.....اس وقت تک خان رحمان ہیروں کی فہرست

تیار کر چکے تھے، اب وہ ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے ....انہوں نے اندرونی دروازے پر دستک دی....جلد ہی

ان کا بڑا بیٹا اندر آ گیا.....

''آپ کا نام؟''

''خادم گیلانی۔'' خان رحمان نے بتایا۔

''دیکھیے ہمیں سوالات تو پوچھنا ہوں گے ....ہم جانتے ہیں، اس وقت آپ لوگوں کی کیا حالت ہے.....

لیکن قاتل تک پہنچنے کے لیے تفتیش تو بہت ضروری ہے....آپ اس واردات کے بارے میں کیا بتا سکتے ہیں.....پہلے تو یہ بتا دیں

ے۔'''' ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں....دوپہر کا کھانا کھا کر ابو معمول کے مطا

بق اپنے کمرے میں چلے گئے تھے...

ہم بھی دوپہر کے وقت سونے کے عادی ہیں.....۔''

''یہ کس وقت سونے کے عادی ہیں۔''

''دو بجے کے قریب سونے کے لیے لیٹتے ہیں۔'' خادم نے بتایا۔

''جمشید! مجھے یاد آیا....دو بجے کے قریب انہوں نے مجھے فون کیا تھا

....میں سو رہا تھا....انہوں نے یہ کہہ

کر فون بند کر دیا کہ ٹھہر کر فون کروں گا....البتہ انہوں نے ظہور سے

کہا تھا کہ بہت ضروری کام ہے....

جونہی میں سو کر اٹھوں.....مجھے بتا دیا جائے کہ نادم گیلانی نے فون کیا

تھا۔'' ''اوہ اچھا....مطلب یہ کہ انہوں نے سونے سے پہلے تمہیں

فون کیا تھا.....یہ کچھ کہنا چاہتے تھے...اس

کے بعد یہ سو گئے.....خادم صاحب آپ کے والد کا کسی سے کوئی جھگڑا تو نہیں ہوا تھا۔''

''جی نہیں....کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔''

انسپکٹر جمشید اور خان رحمان اچھل پڑے، دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

خط

وہ نادم گیلانی کی کوٹھی کے سامنے پہنچے ہی تھے کہ مارے حیرت کے ان کی آنکھیں پھیل گئیں....وہاں ان کے انکل خان رحمان اور ان کے والد کی گاڑیاں موجود تھیں......

''لو! یہ تو اپنا ہی کیس نکل آیا.....یہ حضرات پہلے ہی موجود ہیں....اور تو اور انکل اکرام بھی آئے ہوئے ہیں....اس کا مطلب ہے.....قتل کی واردات کا پتا چل چکا ہے۔''

''ہاں! اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔''

وہ آگے بڑھے، دروازے پر موجود کانسٹیبل نے انہیں روک لیا۔

''ہمارے والد اندر موجود ہیں، ہمیں ان کے پاس جانا ہے۔''

''آپ کے نام۔''

''محمود اور فاروق..... والد کا نام انسپکٹر جمشید۔'' ''اوہ ہاں.... وہ تو اندر ہیں۔''

''بس تو پھر ہمیں ان کے پاس لے چلیں۔''

''آیئے۔'' اس نے کہا اور انہیں ڈرائنگ تک لے آیا۔

انسپکٹر جمشید اور خان رحمان انہیں دیکھ کر زور سے اچھلے.....

''کیا مطلب؟'' دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''ہم دونوں کس بات کا مطلب بتائیں..... پہلے تو آپ یہ بتا دیں۔''

''تم یہاں کیسے ٹپک پڑے۔'' خان رحمان بولے۔

''آپ ہمیں آم کہہ رہے ہیں... ٹپکتے تو آم ہیں.... ہم موٹر سائیکل پر آئے ہیں۔''

''اوہو! یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ ہم یہاں ہیں..... ارے ہاں..... میں سمجھ گیا.... تم نے کسی ضرورت سے دفتر فون کیا ہو گا... انہوں نے تمہیں بتایا کہ میں یہاں ہوں۔'' انسپکٹر جمشید مسرائے۔

''جی نہیں.... بلکہ بالکل نہیں۔''

''یہ کیا بات ہوئی.... بلکہ بالکل نہیں۔'' خان رحمان نے منہ بنایا۔

''بالکل نہیں کا مطلب یہ ہے کہ ابا جان کا خیال بالکل غلط ہے..... آج کا دن ان کے اندازوں کے غلط

ہونے کا دن ہے۔''

''خیر بھئی.... ایسی تو کوئی بات نہیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''کیا کوئی بات نہیں.....'' خان رحمان بولے۔

''یہ کہ آج کا دن میرے اندازے غلط ہونے کا دن ہے۔''

''تب پھر بتائیں... ہم یہاں کیسے آ گئے۔''

انہوں نے بغور دونوں کا جائزہ لیا.... گھڑی دیکھی.... پھر بولے

:''تم سکول سے نکل کر گھر کی طرف جا رہے تھے.... راستے میں تمہیں

.....'' وہ کہتے کہتے رک گئے۔

''آپ کا اندازہ اٹک گیا'' فاروق ہنسا۔

''نہیں..... میں تمہاری طرف دیکھنے لگا تھا.... اندازہ نہیں اٹکا... سنو

تم نے ایک ادھیڑ عمر کے آدمی کو دیکھا..... وہ پریشان تھا.... یا خوف

زدہ تھا..... تم نے اسے روک لیا، بلکہ نہیں..... تم نے اس کا تعاقت

کیا اور اس کے گھر تک پہنچے.... اور ایک غریب آدمی تھا.... اس کے

گھر میں داخل ہو کر تم نے اس خوف

اور پریشانی کی وجہ پوچھی۔‘‘

’’اف مالک! کیا آپ جادوگر ہیں۔‘‘

’’یہ جملہ تم نے پہلے بھی کئی بار کہا ہے....لہذا میرا جواب وہی ہے۔‘‘

’’تب پھر وضاحت کریں.....آپ نے یہ سب کیسے جان لیا۔‘‘ ’’سکو

ل سے نکل کر تم آدھ گھنٹے کے بعد گھر پہنچتے ہو......لہذا تم گھر نہیں

پہنچے تھے کہ راستے میں کوئی

واقعہ پیش آیا اور تم نے اس طرف کا رخ کرلیا....اب سوال یہ پیدا ہوتا

ہے کہ تم نے ادھر کا رخ کیسے کرلیا..

ظاہر ہے، اس شخص نے تمہیں یہاں کے بارے میں کوئی بات بتائی

اور تم فوراً ادھر آ گئے۔‘‘

’’لیکن آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ کوئی ادھیڑ عمر آدمی ہمیں ملا تھا اور وہ

پریشان تھا۔‘‘

''بھئی سیدھی سی بات ہے، اگر وہ پریشان یا خوف زدہ نہ ہوتا تو تم کیو
ں اس کی طرف متوجہ ہوتے۔''

''چلیے یہ بات بھی درست مان لیتے ہیں، لیکن آپ یہ کیسے کہہ سکتے
ہیں کہ وہ کوئی ادھیڑ عمر آدمی تھا۔'' ''اس لیے کہ تم نے اس سے ہاتھ ملا
یا تھا۔''

''ہاتھ تو ہم کسی جوان آدمی سے بھی ملا سکتے تھے۔'' فاروق نے منہ بنایا
۔

''لیکن جوان آدمی کے بال سیاہ ہوتے ہیں، آدھے سفید اور آدھے کا
لے نہیں ہوتے.....اور میں
محمود کے کندھے پر ایک سفید بال دیکھ رہا ہوں۔''

''ارے!'' ان کے منہ سے نکلا اور خان رحمان ہنسنے لگے۔

محمود اور فاروق شرما گئے، جھینپ گئے۔

''خیر! اب شرمانا چھوڑو اور یہ بتاؤ..... اس نے تمہیں آخر ایسی کیا بات بتائی کہ تم سیدھے ادھر آ گئے۔''

''کیا یہاں کوئی قتل کی واردات ہو چکی ہے۔''

''ہاں! وہ تو ہو چکی ہے..... اگر تم اس واردات کو ہونے سے روکنے کیلیے آئے تب تو تمہیں مایوسی ہو گی۔''

''جی نہیں.... اس نے یہی بتایا تھا قتل کی واردات ہوئی ہے اور اس نے اپنے دوست کو خون آلود ہاتھوں اور پستول کے ساتھ مقتول کے کمرے سے نکلتے دیکھا ہے۔''

''کیا مطلب؟'' دونوں اچھلے۔

''جی ہاں! مطلب یہ کہ اس گھر کا ملازم قاتل ہے۔''

''کیا نہیں۔'' خادم گیلانی زور سے اچھلا۔

''وہ....کیا وہ یہاں ہے۔''

''اپنے کوارٹر میں ہوگا۔'' خادم نے بوکھلا کر کہا۔

''اگر وہ قاتل ہے تب وہ مشکل ہی وہاں ملے گا......اب تک تو نہ جانے کہاں جاچکا ہوگا.....آیئے۔'' انہوں نے تیزی سے کہا اور باہر نکل آئے.....اب دوڑ کر صابر کے کوارٹر تک پہنچے.....وہ وہاں موجود تھا، انہیں اس طرح دوڑ کر آتے دیکھ کر وہ گھبرا گیا۔

''کیا بات ہے جناب.....خیر تو ہے۔''

''کیا وہ یہی ہے۔'' انہوں نے خادم کی طرف دیکھا۔

''ہاں! یہ صابر ہے...ہمارے باورچی۔''

''آپ کو پتا ہے.....نادم گیلانی کو قتل کر دیا گیا ہے۔''

''یہ بات تو پورے گھر کو معلوم ہے.....مجھے کیوں نہ ہوگی۔''

اس نے پریشان ہو کر کہا۔

''آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔''

''مجھے کچھ معلوم نہیں۔''

''کیا آپ دوپہر کے بعد ان کے کمرے میں گئے تھے۔''''جی

.....جی ہاں......گیا تھا۔''

''اس وقت وہ کیا کر رہے تھے۔''

''وہ کسی کو فون کر رہے تھے۔''

''پھر.....لیکن آپ اس وقت کرنے کیا گئے تھے۔''

''یہ پوچھنے کہ انہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں، کیونکہ دوپہر کے وقت میں بھی سو جاتا ہوں۔''

''انہوں نے کیا کہا تھا۔''

''یہ کہ میں کچھ دیر بعد آؤں......ابھی وہ خط لکھ رہے ہیں۔''

''خط۔''انسپکٹر جمشید نے کہا اور اپنے ساتھیوں پر ایک نظر ڈالی۔

''لیکن جب میں دوبارہ گیا....تو بستر پر ان کی لاش پڑی تھی، پستول بھی وہیں پڑا تھا، میں نے بے خیالی

میں پستول اٹھالیا....وہ خون آلود تھا......کیونکہ قاتل اس کو بستر پر ہی گر اگیا تھا اور بستر پر خون ہی خون تھا

اس لیے پستول خون آلود تھا....میں نے پستول اٹھایا تو میرے ہاتھ خون آلود ہو گئے، اب میں ڈرا کہ اس

حالت میں اگر کسی نے مجھے دیکھ لیا تو وہ یہی خیال کرے گا کہ یہ جرم میں نے کیا ہے، لہذا میں فوراً کمرے

سے نکل آیا اور اپنے کوارٹر میں آگیا۔''

''وہ پستول کہاں ہے۔''

''یہیں ہے.....میں تو ابھی تک اس کو دھو بھی نہیں سکا۔''

''کیا آپ نے نادم گیلانی صاحب کو قتل کیا ہے۔''

''جی.....جی نہیں..... بالکل نہیں۔''

''تب پھر آپ کو سب سے پہلے سامنے آنا چاہیے تھا.....جب کہ آپ چھپ کر بیٹھے رہے۔'' ''میں خوف زدہ ہو گیا تھا.....خاص طور پر پستول کی وجہ سے، آپ خود سوچیں.....۔''

''پستول کہاں ہے۔'' انہوں نے ناگواری کے انداز میں کہا۔

''میرے ٹرنک میں۔''

اب اس نے ٹرنک میں سے پستول نکال کر دکھایا.....انہوں نے اس کا جائزہ لیا، وہ ایک چھوٹے

سائلنسر والا غیر ملکی پستول تھا، اس کا دستہ ہاتھی دانت کا تھا، گویا قیمتی پستول تھا۔

''کیا یہ پستول آپ کا ہے۔''

''کیا بات کرتے ہیں..... مجھے تو پستول چلانا بھی نہیں آتا۔''

ایسے میں انہوں نے اکرام کو تیز قدم اٹھاتے اپنی طرف آتے دیکھا ....اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا...دور سے اس نے کہا:

''سر.....یہ خط ملا ہے۔''

☆☆☆

آخری خط

انہوں نے چونک کر خط کو دیکھا:

''اس کا مطلب ہے....صابر صاحب کا یہ بیان درست ہے کہ وہ اس وقت کسی کو خط لکھ رہے تھے۔''

انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''میری باقی تمام بھی باتیں درست ہیں جناب....آخر میں کیوں جھو

ٹ بولوں گا۔"

اب انہوں نے خط پر نظر ڈالیں.....وہ کسی رایان کے نام تھا، انہوں نے اسے لکھا تھا:

"مسٹر رایان!

آپ اپنے ہیرے لینے کے لیے نہیں آئے، میں آج آپ کا انتظار کرتا رہا....مہربانی فرما کر کل کسی وقت آ کر اپنے ہیرے لے لیں، نہ جانے کیا بات ہے، میں ایک انجانا سا خوف محسوس کر رہا ہوں، یوں لگتا ہے، جیسے کوئی میری جان لینا چاہتا ہے. یہ خط صابر کے ہاتھ بھیج رہا ہوں۔

فقط

آپ کا مخلص نادم گیلانی۔"

خط پڑھتے ہی انسپکٹر جمشید صابر کی طرف مڑے:

''کیا آپ رایان کو جانتے ہیں۔''

''ہاں! وہ مجھے اکثر ان کے پاس بھیجتے رہتے تھے، خود مسٹر رایان یہاں آتے جاتے ہیں، وہ بھی دراصل
ہیروں کے سوداگر ہیں، اور غیر ملکی ہیں۔''

''لیکن آج کے دور میں خط بھیجنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی... یہ باتیں تو وہ انہیں فون پر بتا سکتے تھے کیا یہ زیادہ آسان نہیں تھا۔''

انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''یہ بات آج تک میری سمجھ میں بھی نہیں آئی جناب۔''

صابر نے کہا۔

''کیا مطلب.....کون سی بات؟''

''وہ ان سے فون پر بات نہیں کرتے تھے، نہ کبھی مسٹر رایان انہیں فون کرتے تھے، ادھر سے یہ خط لکھتے تھے، ادھر سے وہ انہیں خط لکھتے،

ہیروں کی خرید وفروخت کے سلسلے میں اکثر خط و کتابت ہوتی تھی۔''

''او کے...ان کا فون نمبر معلوم ہے۔''

''جی نہیں....مجھے بھلا کیسے معلوم ہو سکتا ہے.....جب کہ فون تو انہیں نا

دم گیلانی صاحب بھی نہیں کرتے تھے۔''

''اچھی بات ہے، آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہو گا.....کیونکہ رایان کا

گھر تو ہمیں آپ ہی دکھائیں گے۔''

''چلیے!'' اس نے کہا۔

اکرام کو وہیں چھوڑ کر وہ انہیں ساتھ لے کر روانہ ہوئے.....جلد ہی

ایک شاندار کوٹھی کے سامنے پہنچ

کر رکے.....یہ حسن معاویہ روڈ پر تھی اور کوٹھی کا نمبر ۱۱ تھا.....محمود نے

آگے بڑھ کر گھنٹی کا بٹن دبایا.....ایک

باوردی ملازم نے دروازہ کھولا اور سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا

....پھر جونہی اس کی نظر صابر پر پڑی

وہ بول اٹھا:

"او ہ صابر میاں آپ ...."

"میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"او ہ اچھا ..... یہ کون لوگ ہیں۔" "انہیں مسٹر رایان سے کام ہے ......وہ اپنے نادم گیلانی صاحب ...."

"ایک منٹ۔" انسپکٹر جمشید نے اسے روک دیا .....تاکہ وہ قتل کی خبر انہیں نہ دے... پہلے وہ رایان سے ملنا چاہتے تھے اور یہ اندازہ لگانا چاہتے تھے کہ قتل کے بارے میں معلوم ہے یا نہیں ....

"آپ انہیں بتائیں ..... مسٹر نادم گیلانی کے دوست ان سے ملنے کے لیے آئے ہیں۔"

"آپ ڈرائنگ روم میں تشریف رکھیں۔"

انہوں نے سر ہلا دیے .... ملازم انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر چلا گیا
..... چند منٹ بعد قدموں کی آواز ابھری .... پھر ایک لمبے قد کا غیر ملکی
اندر داخل ہوا:

''آپ مسٹر نادم گیلانی کے دوست ہیں؟'' اس نے حیران ہو کر کہا

۔''جی ہاں! یہ بات تو آپ کو صابر نے بتا ہی دی ہو گی ..... کیونکہ آپ
اسے جو ساتھ لائے ہیں۔''

''وہ اس لیے کہ ہمیں آپ کا فون نمبر اور پتا معلوم نہیں تھا۔''

''ٹھیک ہے .. فرمایئے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں اور آپ ہیں کون
حضرات۔''

''خادم کو انسپکٹر جمشید کہتے ہیں ..... اور یہ خان رحمان ہیں، نادم گیلانی
کے قریبی دوست .... ان کے
بارے میں تو آپ کو معلوم ہو گا۔''

''جی ہاں! بہت اچھی طرح.....'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''آپ نے ان سے ہیرے خریدے تھے۔''

''یہ خرید اور فروخت ہمارا روز کا کام ہے۔'' رایان نے کہا۔

''ایک دو دن پہلے کی بات بتائیں۔'' ''ہاں! ابھی پرسوں ہی ان کا خط ملا تھا، یہ صابر لایا تھا...اس میں پیغام تھا، کچھ نئے ہیرے آئے ہیں،

خریدنا چاہیں تو آجائیں، چنانچہ میں ان کے پاس گیا تھا اور میں نے چند ہیرے خرید لیے تھے.....لیکن

میں اس وقت وہ ہیرے لے کر نہ آسکا...اس لیے کہ اس وقت میرے پاس رقم نہیں تھی، سو میں نے ان

سے کہا تھا کہ آج میں رقم ادا کر کے میں ہیرے لے جاؤں گا اور مجھے آج ان کے پاس جانا ہے۔''

''خوب خوب! کیا آپ لوگ بالکل نقد کاروبار کرتے ہیں۔''

''جی ہاں.....نہ وہ ادھار کا کاروبار کرتے ہیں نہ میں.....یہ میرا اوران

کا اصول ہے.....ہم اپنا یہ اصول

دوسروں کے ساتھ بھی اختیار کرتے ہیں، یہ نہیں کہ صرف ہم دونو

ں ایسا کرتے ہیں، جس سے بھی خرید وفروخت کرتے ہیں نقد کرتے

ہیں۔''

''ہوں! ایک بات سمجھ میں نہیں آئی.....یہ کہ آپ لوگ فون پر کیوں با

ت نہیں کرتے۔''

''فون پر کوئی ہماری بات سن لیتا ہے.....پہلے ہم فون کر لیا کرتے تھے

،لیکن ایک بار ہمیں محسوس ہوا کہ

کوئی ہماری بات سن رہا ہے...پھر یہ بات ثابت بھی ہو گئی تھی۔''

''کیا مطلب.....ثابت کس طرح ہو گئی تھی۔'' انسپکٹر جمشید نے پوچھا

''فون کے دوران ایک چھینک سنائی دی تھی ....میں نے ایسے ہی نادم

گیلانی سے پوچھ لیا کہ کیا بات ہے.

نزکہ تو نہیں ہو گیا، اس نے حیران ہو کر کہا .....کیا مطلب ....کیا یہ

تمنہیں چھینکے تھے، میں نے بتایا کہ نہیں

، چھینک مجھے نہیں آئی تھی، اس نے کہا کہ چھینکا تو پھر وہ بھی نہیں تھا

.....اب تو ہم دونوں بہت حیران

ہوئے اور خوف زدہ بھی ....بہر حال اس دن ہم نے یہی نتیجہ نکالا کہ کو

ئی ہماری گفتگو سن سکتا ہے...اب

چونکہ ہمارا ہیروں کی خرید و فروخت کا معاملہ ہے.....اور اس کو راز رکھنا

بہت ضروری تھا، اس لیے اس

دن سے ہم خط کے ذریعے بات کرتے ہیں۔''

''جب تک آپ لوگ فون پر بات کرتے رہے، آپ کو کوئی کاروباری
نقصان تو نہیں ہوا یا کوئی اور تکالیف
تو نہیں پہنچی۔''
''نہیں .....لیکن ہم اس دن فکرمند ضرور رہنے لگے ہیں ...آخر وہ کو
نہے جو ہماری باتیں سنتا رہتا ہے...
یہ بات ہم آج تک نہ جان سکے۔

''آپ کو اس سلسلے میں کسی پرائیویٹ جاسوس سے کام لینا چاہیے تھا
..اب تو ہماری ملک میں پرائیویٹ
جاسوسی دارے کام کر رہے ہیں۔''
''ایسا تو خیر ہم نے کرایا نہیں ....لیکن سوال یہ ہے کہ اب ایسا کیا واقعہ
پیش آگیا کہ آپ پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔''
''آپ نے اس مرتبہ کتنے کے ہیرے خرید ے تھے۔''

''قریباً پچاس لاکھ کے۔''

''اور یہ رقم آپ کو انہیں ادا کرنی ہے.... اور وہ ہیرے ان کے پاس مو
جود ہیں..... یہی بات ہے نا۔''

''ہاں بالکل۔'' ''فرض کرلیں..... انہوں کچھ ہو جاتا ہے.... تو اس خر
یدوفروخت کا نقصان کسے ہوگا۔''

''کسی کو کوئی خاص نقصان نہیں ہوگا.... میں نے ان سے ہیرے خرید
ے ضرور ہیں، لیکن..... ابھی رقم ادا نہیں کی... اور ہیرے بھی انہی کے
پاس ہیں۔''

''بالکل ٹھیک.... میرا بھی یہی خیال تھا..... اب آپ یہ خط پڑھ لیں۔''

یہ کہہ کر انہوں نے وہ خط نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا..... اس کے
چہرے پر حیرت دوڑ گئی.... اس نے جلدی خط پڑھا، پھر بولا:

''یہ..... یہ کیا.... اس نے کب یہ محسوس کرنا شروع کر دیا کہ کوئی اس کی

آ کر دیکھتے ہیں .....ایک دوسرے سے خرید وفروخت کرتے ہیں

...پھر ان کو اپنی دکانوں میں سجاتے ہیں اور عام لوگوں کو فروخت

کرتے ہیں۔‘‘

’’آپ نے کبھی خان رحمان سے ہیرے نہیں خریدے۔‘‘

’’نہیں، یہ صرف نادم گیلانی کو فروخت کرنے کے عادی ہیں، پورے

شہر میں یہ کسی کو فروخت نہیں کرتے

آپ ان سے پوچھ سکتے ہیں۔‘‘

’’ہاں جمشید! یہی بات ہے....دراصل میں نادم گیلانی پر اس سلسلے میں

خوب اعتماد کرتا ہوں، اس نے کبھی

دھوکا دینے کی بھی کوشش نہیں کی....صاف بتا دیتا ہے کہ یہ ہیرا اتنے کا

ہے....ہم اتنے کا خریدیں گے اور بازار میں اتنے کا فروخت کریں

گے اور بس..اس سے زیادہ منافع نہیں لیں گے...اس لیے میں اسے

پسند کرتا تھا۔'' خان رحمان رو میں کہہ گئے۔

''آپ نے کیا کہا.... آپ انہیں پسند کرتے تھے، کیا اب آپ نیان سے کاروبار کرنا چھوڑ دیا ہے۔''

''میں نے نہیں... انہوں نے کاروبار کرنا چھوڑ دیا ہے.... اور مجھ سے کیا، انہوں نے تو اب سب سے کاروبار ختم کر دیا۔''

''میں سمجھ نہیں.... ابھی تو آپ نے مجھے یہ خط دیا ہے۔''

''یہ خط ان کا آخری خط ہے، اس کے بعد وہ آپ کو کوئی خط نہیں لکھیں گے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''کیا مطلب..... کیا ان کا انتقام ہو گیا ہے۔''

''نہیں! انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔''

''کیا!!!'' وہ بری طرح اچھلا۔

انسپکٹر جمشید بغور اس کی طرف دیکھ رہے تھے .....لیکن وہ اندازہ نہ لگا سکے کہ وہ ایکٹنگ تو نہیں کر رہا.....چند لمحے تک وہ پھٹی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھتا رہا.....آخر اس نے نپتی آواز میں کہا:

''یہ کب اور کیسے ہوا؟''

''آج دوپہر....'' کہہ کر انہوں نے تفصیل سنا دی۔

''اف مالک! یہ کیا ہوا، اس کا مطلب ہے....ان کا خیال درست تھا .....کوئی واقعی انہیں قتل کرنا چاہتا

تھا۔''

''ہاں! اور وہ آپ بھی ہو سکتے ہیں۔''

''جی....کیا کہا؟'' وہ مارے خوف کے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''ہاں! یہی بات ہے....ہم آپ پر بھی شک کر رہے ہیں.....صابر بھی شک سے بری نہیں ہے....لاش سب سے پہلے انہوں نے دیکھی،

لیکن کسی کو کچھ نہیں بتایا.....خون آلود پستول یہ ان کے کمرے سے اٹھا کر اپنے کمرے میں لائے اور ٹرنک میں چھپا دیا......جب کہ انہیں ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی

اس طرح یہ بھی پولیس کی نظروں میں آ گئے ہیں....موقع واردات پر جو انسپکٹر پہنچا.....ہمیں اس پر بھی شک ہے....اس کیس میں جس جس کا ذرا سا بھی تعلق ہے.....ہم اس پر شک کر رہے ہیں اور تفتیش کر رہے ہیں....اگر آپ کا اس قتل سے کوئی تعلق نہیں ہے تو ہمیں جو بتا سکتے ہیں، بتا دیں.....کیا انہوں نے ایسا خیال پہلے بھی پیش کیا تھا کہ کوئی ان کی جان لینا چاہتا۔''

''جی.....جی نہیں، ایسی کوئی بات انہوں نے کبھی نہیں کہی زندگی میں پہلی مرتبہ یہ بات انہوں نے لکھی ہے۔'' اس نے کہا۔

''خیر.....انہیں کون قتل کر سکتا ہے.....کسے ان کی موت سے فائدہ

پہنچتا ہے۔'' ''جہاں تک فائدے کی بات ہے ....تو ظاہر ہے

......اوراد کو ہی پہنچے گا.....وہ کروڑوں کے ہیروں کے

مالک بن گئے، لیکن ان کے بچے ایسے نہیں ہیں ......وہ تو اپنا سب

کچھ اپنے بچوں کا ہی سمجھتے تھے اور

بچوں کو کھلی چھٹی تھی.....جو چاہتے تھے خریدتے تھے، جو چاہتے تھے کھا

تے تھے .... جتنی رقم چاہتے تھے، لے لیتے تھے .....ان پر کسی قسم کی کو

ئی پابندی نہیں تھی......نادم گیلانی کنجوس آدمی نہیں تھے۔''

''یہ باتیں بالکل ٹھیک ہیں جمشید ....ان کی گواہی تو میں بھی دے سکتا

ہوں۔''

''ہوں !اچھا.....لیکن خان رحمان ! یہ نہ بھولو ....ان کا قتل ہوا ہے

....اور کوئی نہ کوئی بہر حال ان کا قاتل ہے۔''

''اس میں کیا شک ہے.....ویسے جمشید .....میرا خیال ہے.....یہ

کوئی ہیروں کا چکر ہے....اس کیس میں عجیب بات یہی ہے.....تمام

ہیرے جوں کے توں موجود ہیں.....کوئی ہیرا گم نہیں ہے لیکن ہیروں

کا

رجسٹر غائب ہے۔''

''یہ کیا بات ہوئی....اگر تمام ہیرے موجود ہیں.....تب رجسٹر بھی مو

جود ہونا چاہیے تھا۔''

''میں غلط کہہ گیا.....رجسٹر موجود ہے، لیکن اس میں لکھے ہوئے صفحا

ت غائب ہیں۔''

''تب آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ تمام ہیرے موجود ہیں۔''

رایان نے حیران ہو کر کہا۔

''قاتل کے لیے ہیرے لے جانا مشکل نہیں تھا، نادم گیلانی شاید اس

وقت ہیروں کو دیکھ رہے تھے، جب قاتل اندر داخل ہوا.....لیکن نہیں

.....وہ ہیرے دیکھ کر لیٹ گئے تھے.....انہوں نے سیف بند نہیں کی تھی

شاید انہیں نیند محسوس ہوئی اور وہ سیف جوں کی توں چھوڑ کر لیٹ گئے

.....ان حالات میں قاتل اندر داخل ہوا اس کے ہاتھ میں پستول تھا

اور غالباً اسے اس بات کا کوئی خوف نہیں تھا کہ اسے دیکھ لیا جائے گا

گویا وہ روز کا آنے جانے والا تھا.....لہذا وہ بلا خوف اندر داخل ہوا،

اس نے پستول کی نال ان کی کن پٹی

پر رکھی اور فائر کر دیا.....لیکن پستول بے آواز تھا......یہ اور بات ہے

کہ وقت دوپہر کا تھا اور اس وقت ان

سب کا سونے کا معمول تھا.....لہذا فائر کی آواز کسی کو سنائی نہ دی

......قاتل نے اپنا کام نہایت اطمینان

سے کیا...اب وہ چاہتا تو بہت سے ہیرے لے جا سکتا تھا.....لیکن

ہیرے وہاں موجود تھے، اب ظاہر ہے

ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ وہ کوئی ہیرا نہیں لے گیا۔''

''نہیں کہہ سکتے ..... یہ بات ہم اس وقت کہہ سکتے تھے جب رجسٹر مو

جود ہوتا اور اس میں درج تمام

ہیرے سیف میں موجود ہوتے۔'' رایان نے پرزور انداز میں کہا۔

''خیر .....ہم یہ بات کہہ لیتے ہیں ...تو اس کا مطلب ہے .....اسے

ہیروں سے کوئی غرض نہیں تھی .... یا وہ

سمجھتا تھا.....ہیرے لے جانا خطرناک ہوگا .....ہیرے اس کے پاس

سے برامد کر لیے گئے تو مارا جائے

گا ....اس لیے وہ ہیرے نہیں لے گیا ....نہ پستول لے گیا .....اب ہم

کس طرح جان سکتے ہیں کہ وہ

ہیرے لے گیا یا نہیں ....'' ''کیس کافی پیچیدہ لگتا ہے۔'' محمود نے پر

یشان ہو کر کہا۔

''ایک بات اور ہو سکتی ہے۔'' انسپکٹر جمشید کھوئے انداز میں بولے۔

''اور وہ کیا۔''

''وہ میں یہاں نہیں.....راستے میں بتاؤں گا.....آؤ چلیں۔''

یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے.....رخصت ہونے سے پہلے انہوں نے

رایان سے کہا:

''جب تک اس کیس کی تفتیش مکمل نہیں ہو جاتی، آپ شہر سے باہر نہ جا

ئیں.....کوئی ایمرجنسی پیش آ جائے

تو اطلاع دے کر جائیں.....جہاں جائیں، وہاں کا فون نمبر وغیرہ لکھو

اکر جائیں.....کیونکہ آپ اس وقت پوری طرح شک کی زد میں ہیں

۔''

''نن.....نہیں.....میں نے یہ کام نہیں کیا.....مجھے قتل کرنے کی ضر

ورنہیں تھی.....میں تو خود ہیروں کا

سوداگر ہوں....میرے پاس تو اپنے بہت ہیرے ہیں.....میں کوئی غر

یب آدمی نہیں ہوں....نہ مجھے کوئی

مالی مسئلہ درپیش ہے....کہ ہیروں کے لیے اپنے پرانے ساتھی کو قتل کر

تا۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"بہر حال آپ احتیاط کریں اگر آپ بغیر بتائے کہیں گئے تو ہم

آپ کی گرفتاری کے احکامات جاری

کرادیں گے۔"

"آپ فکر نہ کریں....ایسی نوبت نہیں آئے گی....مجھے یوں بھی شہر

سے باہر جانے کی ضرورت کم پیش آتی ہے۔"

"اچھی بات ہے.....شکریہ۔"

باہر نکل کر وہ خان رحمان کی کار میں بیٹھ گئے.....اس وقت فاروق نیو

چھا:

''ہاں! آپ کیا کہہ رہے تھے اس وقت۔''

''میں نے کہا تھا، ایک اور بات ہو سکتی ہے۔''

''اور وہ کیا؟''

''یہ کہ قتل ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیا گیا ہو۔''

''جی..... کیا مطلب؟'' وہ چونک اٹھے۔

''جو شخص انہیں قتل کرنا چاہتا تھا، وہ جانتا تھا کہ اس پر شک کیا جائے گا

.....لہذا پہلے اس نے اس قسم کے

حالات پیدا کیے کہ کوئی اس پر شک نہ کر سکے..... پھر اپنا وار کیا۔''

''لیکن ایسا شخص بھلا کون ہو سکتا ہے۔''

''ان کا بیٹا.... یا بیٹی۔'' انہوں نے کہا۔

''اوہ.... نن نہیں۔''

خان رحمان بری طرح اچھلے۔

☆☆☆

میرا نام فرزانہ ہے

فرزانہ نے دروازہ کھولا تو باہر ایک بڑھیا کھڑی تھی:

''بیٹی! یہ انسپکٹر جمشید کا گھر ہے نا۔''

''جی ہاں! فرمائیں۔''

''مم.... میرا بیٹا.... انہوں نے اغوا کر لیا ہے.... آپ لوگ میرے بیٹے کو ان سے چھڑا دیں.... زندگی

بھر دعائیں دوں گی۔‘‘

’’یہاں کھڑے رہ کر بات کرنا مناسب نہیں....آپ اندر آجائیں۔‘‘

فرازنہ نے فوراً کہا اور بڑھیا کو اندر لے آئی ....ڈرائنگ روم میں

اسے بٹھایا، خود کار آلات کا بٹن دبایا اور اس کے پاس آکر بیٹھ گئی

....اب

وہاں ہونے والے گفتگو ریکارڈ ہو رہی تھی اور وڈیو فلم بھی بن رہی تھی

۔’’اب بتائیں...آپ کے بیٹے کو کن لوگوں نے اغوا کیا ہے‘‘۔

’’میں نہیں جانتی۔‘‘اس نے فوراً کہا۔

’’یہ کیا بات ہوئی بھلا۔‘‘

’’یہی بات ہے...میں نہیں جانتی....وہ گھر میں سو رہا تھا.....اچانک

چار غنڈے اندر داخل ہوئے ،انہوں

نے اس کے سر پر کوئی وزنی چیز ماری.....اور ساتھ میرے سر پر وار کیا

.....میں بے ہوش ہوگئی.....ہوش میں آئی تو وہ جا چکے تھے اور میرا بیٹا

بھی غائب تھا.....اس بات کو آج سات دن ہوگئے..... پولیس نے

کچھ کام کر کے نہیں دیا.....میرے بیٹے کے سلسلے میں ذرا بھی کوشش

نہیں کی..... ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے

رہے.....کسی نے مجھے یہاں آنے کا مشورہ دیا.....لوگوں کا خیال ہے،

آپ لوگ دوسروں کے لیے کام کرتے ہیں.....اور قطعاً کوئی معاوضہ

نہیں لیتے۔''

''ہاں! آپ فکر نہ کریں.....آپ اپنے بیٹے کے بارے میں بتائیں

.....وہ کیا کرتے ہیں.....ان کا کام

کیا ہے......اور کوئی تصویر ہے تو وہ بھی دکھائیں۔''

''ہاں! میں تصویر لے کر آئی ہوں اس کا نام جوزی ہے، وہ ایک جوہر

ی کی دکان پر کام کرتا ہے.....اس

دکان پر ہیرے جواہرات فروخت ہوتے ہیں ..... یہ رہی اس کی تصویر۔"

یہ کہہ کر بڑھیا نے تصویر اس کے سامنے رکھ دی ..... فرزانہ نے دیکھا ..... وہ ایک نوجوان آدمی کی تصویر تھی
چہرے سے بھلا مانس لگتا تھا۔

"یہ کس کی دکان پر کام کرتے ہیں۔" "صرافہ بازار میں نعیم اینڈ کو کے پاس ملازم ہے۔"

"اچھی بات ہے ..... رپورٹ کون سے تھانے میں درج کرائی ہے۔"

"صرافہ بازار کے تھانے میں ..... ہم لوگ وہیں ایک کوارٹر میں رہتے ہیں۔"

"آپ کا مطلب ہے ..... نعیم اینڈ کو کی طرف سے کوارٹر ملا ہوا ہے۔"

''جی نہیں .....ہم نے خود کرائے پر لے رکھا ہے ...صرافہ بازار کی گلی نمبر 9 میں۔''

''آپ نے اپنے بیٹے کا نام نہیں بتایا۔''

''جوزی بتایا ہے نا۔''

''یہ تو عرف ہے....آپ نے کیا نام رکھا تھا۔''

''اوہ ہاں! اس کا اصل نام اعجاز ہے......بس سب جوزی جوزی کہتے ہیں۔''

اب فرزانہ نے صرافہ بازار کے تھانے کو فون کیا، اپنا نام بتا کر پوچھا:

''کیا اعجاز اور عرف جوزی نام کے ایک نوجوان کے اغوا کی رپورٹ آپ کے تھانے میں درج کرائی گئی ہے۔''

''جی ہاں! کرائی گئی ہے۔''

''اس سلسلے میں اب تک کیا کرروائی کی گئی ہے،۔''

''ہرطرف تلاش کر چکے ہیں....ابھی تک نہیں ملا۔''

''اوہ اچھا....آپ کا نام۔''

''سب انسپکٹر مانی۔''

''شکریہ! میں تھوڑی دیر تک آرہی ہوں....امید ہے، آپ سے ملاقا ت ہوگی۔''''خیریت! آپ کس لیے آنا چاہتی ہیں۔''

''اس کی فائل دیکھنا چاہتی ہوں.....اور آپ نے اب تک جو کارروائی کی ہے، اس کی تفصیل جاننا چاہ
ہوں گی۔''

''میں آپ کا ماتحت ہوں۔'' دوسری طرف سے بھنا کر کہا گیا۔

''آئی جی صاحب کو اپنا آفیسر مانتے ہیں۔''

''شکریہ! وہ اس بارے میں آپ سے ابھی بات کریں گے۔''

''کیا آپ لوگ آئی جی صاحب کو اپنا ماتحت خیال کرتے ہیں۔''

''ایسی کوئی بات نہیں .....وہ ہمارے بزرگ ہیں اور آفیسر بھی ہیں

۔'' یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا اور

فوراً آئی جی شیخ نثار احمد کے نمبر ملائے .....''السلام علیکم انکل۔''

''کہو فرزانہ....کیا بات ہے۔

''صرافہ بازار کا تھانے دار سب انسپکٹر مانی تعاون نہیں کر رہا۔''

''اس کے خلاف اور بھی بہت شکایات ہیں....خیر اس کا انتظام ہو جا

ئے گا۔''

وہ بعد کی بات ہے .....میں اس وقت اس کی طرف جا رہی ہوں

.....مجھے ایک فائل کا مطالعہ کرنا ہے۔''

''اچھی بات ہے.....میں سمجھ گیا.....تم بے فکر ہو کر جاؤ۔''

''بہت بہت شکریہ انکل۔''

''ویسے معاملہ کیا ہے۔''

''صرافہ بازار میں کام کرنے والے ایک نوجوان کو سات دن پہلے اغوا کیا گیا تھا......اس کی ایک بوڑھی ماں ہے........''

''اور اس وقت وہ بوڑھی ماں تمہارے پاس موجود ہے۔''

آئی جی ہنسے۔

''آپ کا اندازہ درست ہے۔'' فرزانہ نے خوش گوار موڈ میں کہا۔

''جاؤ.....وہ پوری طرح تعاون کرے گا...ضرورت پڑے تو مجھے پھر فون کرنا۔''

''جی اچھا۔''

اس نے بڑھیا کو اطمینان دلا کر رخصت کیا.....پھر گھر سے نکلنے کے لیے تیار ہو گئی..ساتھ ہی اس نے

گھڑی دیکھی ......محمود اور فاروق کے آنے کا وقت ہو چلا تھا

.....اس نے سوچا، آج کیوں نہ ان کی آمد سے پہلے کوئی کام کر ڈالے

.....یہ سوچ کر وہ اپنی کار میں گھر سے نکلی اور تھانے پہنچ گئی.... سب انسپکٹر ما

نی نے اسے اندر آتے دیکھا تو فوراً اٹھ کھڑا ہوا.....بہت احترام سے

پیش آیا.....غالباً آئی جی صاحب نے جھاڑ پلا دی تھی۔

''میں معافی چاہتی ہوں...آپ سے درست لہجے میں بات نہیں کی

.....دراصل اس محکمے میں رہتے

ہوئے ہم لوگ نرم لہجے میں بات کرنا ہی بھول گئے ہیں۔''

''کوئی بات نہیں، آپ بس جوزی کی فائل الماری سے نکال کر اس

کے سامنے رکھ دی....فرزانہ نے فائل

کا مطالعہ کیا.....اس میں کچھ نہیں تھا....بس بڑھیا کی طرف سے رپو

رت لکھی گئی تھی...فائل میں پولیس نے اپنی کارروائی یہ ڈالی تھی کہ فلا

ں جگہ چھاپا مارا گیا ... فلاں جگہ مارا گیا ..... لیکن اس کا وہاں کوئی

سراغ

نہیں ملا۔" "آپ نے صرافہ بازار کے نعیم اینڈ کو سے ملاقات کی۔"

"جی نہیں ..... ان کا اس معاملے سے بھلا کیا تعلق اغوا کی واردات گھر

میں ہوئی تھی۔"

عین اس لمحے تھانے میں ایک دل دوز چیخ گونجی .... فرزانہ کانپ گئی

....."

"یہ .... یہ کیسی چیخ تھی۔"

"ایک عادی چور سے جرم اگلوا رہے ہیں۔"

"عادی چور تو اس طرح نہیں چیختے ..... یہ تو بہت درد بھری چیخ تھی

..... میں اس چور سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"اس معاملے کا آپ سے کوئی تعلق نہیں۔" مانی نے منہ بنایا۔

''انسانی ہمدردی کے ناطے تعلق بنتا ہے، آپ ذرا مجھے اس چور تک لے چلیں۔'' ''یہ نہیں ہوسکتا۔''

''آپ نے اس کے خلاف رپورٹ درج کی تھی؟'' فرزانہ نے پوچھا
۔

''کی تھی یا نہیں... اس سے آپ کو کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے.... آپ تو بڑھیا کے بیٹے کے سلسلے میں آئی

ہیں، میں نے آپ کو فائل دکھا دی ہے.... آپ فائل ساتھ لے جانا چاہتی ہیں.....شوق سے لے جائیں

لیکن رسید لکھ کر دے دیں اور بس .....اس سے زیادہ آپ کو یہاں دخل اندازی نہیں کرنے دی جائے
گی۔''

''شاید آپ بھول رہے ہیں، آئی جی صاحب نے آپ سے کچھ کہا تھا

فرزانہ مسکرائی۔ ''انہوں نے کہا تھا.... جوزی کے سلسلے میں فرزانہ سے پوری طرح تعاون کیا جائے۔''

''بہر حال میں آپ کو اس حوالاتی سے تو ملوا نہیں سکتا۔''

''کیا میں یہاں سے آئی جی صاحب کو فون کر سکتی ہوں۔''

''ہر گز نہیں۔''

''تب مجھے اپنا موبائل نکالنا پڑے گا۔''

''جو کرنا ہے...... کریں.... میں ذرا تھانے کا چکر لگانے جا رہا ہوں..... آپ اپنے کام سے فارغ ہو کر چلی جائیے گا۔''

''ابھی آپ نہ جائیں..... پہلے مجھے بات کر لینے دیں۔''

''نہیں..... میں جاؤں گا......''

''تب پھر اب میں مجبور ہوں۔'' اس نے سرد آہ بھری۔

''کیا مطلب....مجبور ہوں.....یہ کیا بات ہوئی۔''

''یہ دیکھ لیں۔''فرزانہ نے اپنا اجازت نامہ نکال کر دکھا دیا۔

وہ دھک سے رہ گیا، اس کی رو سے فرزانہ کسی بھی معاملے میں دخل اندازی کر سکتی تھی۔

''یہ.....یہ کیا...صدر صاحب کی طرف سے اجازت نامہ۔''

''ہاں! یہ ہم آپ جیسے لوگوں کے لیے کام میں لاتے ہیں.....ورنہ اس قسم کی چیزوں کو نکالتے بھی نہیں۔''

''اور اگر میں کہوں کہ اب بھی میں آپ کو اس حوالاتی سے نہیں ملواؤں گا۔''

''تب پھر صدر صاحب کا حکم نہ ماننے کے جرم میں مقدمہ چلے گا......کئی سال کے لیے ضرور اندر جائیں گے۔''''خوب....خوب.....''یہ کہہ کر اس نے گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔

فوراً ایک کانسٹیبل اندر داخل ہوا.....

''یس سر۔'' اس نے گونج دار آواز میں کہا۔

''ان صاحبہ کا مزاج درست کرنا ہے۔''

''معمولی کیس ہے سر.....ایسا مزاج درست کریں گے کہ یہ سر اٹھا کر کہیں آ جا نہیں سکیں گی۔''

''کیا مطلب.....یہ آپ کیا کر رہے ہیں.....کیا آپ کو آئی جی صاحب کا کوئی خوف نہیں، صدر صاحب کا کوئی احترام نہیں۔''

''چھوڑیں.....کن پرانی چیزوں کا نام لے رہی ہیں۔''

''ہائیں ہائیں.....صدر صاحب اور آئی جی صاحب پرانی چیزیں ہیں۔'' ''آپ غلط سمجھیں.....میں نے فون اور احترام کے بارے میں کہا ہے.....اب کوئی کسی کا خوف نہیں کرتا

کوئی کسی کا ادب نہیں کرتا۔"

"ہوں! خیر.... اب آپ کو ان باتوں کے جواب بھی عدالت میں دینا ہوں گے۔"

"اس کی نوبت نہیں آئے گی..... آپ تھانے میں آئی ہی نہیں.... پہلے تو کسی کو یہ ثابت کرنا پڑے گا۔"

"آپ کا مطلب ہے.. آپ مجھے غائب کرا دیں گے۔"

فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"کوئی ایسا ویسا غائب.... آپ کا نشان تک نہیں ملے گا۔"

"بھئی اتنی لمبی نہ چھوڑیں..... فائدے میں رہیں گے، سنبھل جائیں۔" "آپ اپنی فکر کریں.... اب آپ کے سر پر ایک نہیں چار کانسٹیبل ہیں۔"

فرزانہ نے مڑ کر دیکھا..... چار خونخوار قسم کے کانسٹیبل دروازے پر کھڑ

ے اس کی طرف طنزیہ نظروں سے

دیکھ رہے تھے۔

''خوب.....خوب.....بہت خطرناک ہیں...گویا یہ میرا کوئی لحاظ نہیں

کریں گے۔''

''بالکل نہیں ....آپ اپنا نام تک بھول جائیں کی ....ذہین پر زور د

ینے پر بھی یاد نہیں آئے گا کہ آپ کا نام کیا ہے۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے۔''

''اے محترمہ! اب ہمارا وقت نہ برباد کیجئے۔''

''یہ فائل ساتھ لے جاؤں.... یا اس کو یہیں چھوڑ جاؤں۔'' ''اب یہ

آپ کے کس کام آئے گی۔''

''او کے.....یہ رہی آپ کی فائل....اور چلیے جناب! آپ مجھے کہاں

لے جانا چاہتے ہیں۔''

یہ کہہ کر فرزانہ اٹھ کھڑی ہوئی ....وہ اسے حوالات کے ایک کمرے

میں لے آئے ...اسے اندر داخل

کرنے کے ساتھ ہی خود بھی اندر آ گئے۔

''یہ .....یہ کیا...آپ باہر رہیں ...مجھے حوالات میں داخل کرنے کے

لیے کہا ہے انسپکٹر صاحب نے ...

میرے ساتھ آپ کو نہیں۔''

''آپ بھول گئیں ...انہوں نے کہا تھا ....آپ اپنا نام تک بھول جا

ئیں گی ...آپ کو اس حالت تک

پہنچانے کے لیے تو ہمیں کچھ کرنا پڑے گا۔''

''آپ کی مرضی ....''فرزانہ نے کندھے اچکائے۔

اور پھر ان کے ہاتھوں میں مختلف ہتھیار نظر آئے ،ایک کے ہاتھ میں

سائیکل کی چین تھی ...دوسرے کے

ہاتھ میں چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا جسے یہ لوگ اپنی زبان میں چھتر کہتے
ہیں.....تیسرے کے ہاتھوں میں
خوفناک سے دستانے تھے، ان پر کیلیں سی جڑی تھیں....چوتھے کے ہا
تھ میں ریشم کی ڈوری تھی۔
"تم لوگوں کے ارادے کچھ اچھے نہیں لگتے....کم از کم یہ بتا دو....اس
رسی سے کیا کرو گے۔"

"پہلا کام رسی کا ہے.....تمہارے ہاتھ پیر باندھیں گے....اس کے
بعد ضربیں لگائیں گے۔"
"اس کا مطلب ہے.....مجھے شروع سے حرکت میں آنا پڑے گا
۔" "کیا مطلب؟" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔
"خود کو اس رسی سے محفوظ رکھنے کے لیے۔"

''اگر تم خود کو بندھواؤ گی نہیں تو ہم پہلے ان ہتھیاروں کا استعمال کریں گے۔''

''اب میں اور زیادہ نہیں ڈر سکتی.... آپ اپنا کام شروع کریں اور مجھے اپنا کام کرنے دیں۔''

''تو نہ ڈرو..... کہا کس نے ڈرنے کے لیے ڈرنے کے ساتھ چیخو چلاؤ.... ہم تمہاری چیخیں سن کر خوش ہوں گے۔''

''آؤ میرے ہاتھ باندھ لو۔''

''ضرور..... اچھی پیش کش ہے۔''

اور پھر رسی والا آگے بڑھا.... جونہی اس کے رسی والے ہاتھ آگے بڑھے..... فرزانہ نے اچھل کر سر کی ٹکر اس کے منہ پر دے ماری۔

اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی.... وہ لڑکھڑا کر حوالات کی سلاخوں سے جا لگا.... اس کے ناک سے خون بہتا نظر آیا۔

باقی تین کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں۔

''یہ.....یہ کہا..لڑکی تم کون ہو۔'' ایک نفرت زدہ انداز میں کہا۔

''میرا نام فرزانہ ہے۔''

''فف....فف.....فرزانہ۔''

''نہیں.....صرف فرزانہ۔'' یہ کہہ کر اس نے دوسرے پر چھلانگ لگائی....اس کا دایاں پاؤں اس کے سینے پر لگا.....وہ بھی الٹ گیا۔

باقی رہ گئے دو.......ان کی آنکھوں میں پہلے ہی خوف سما چکا تھا، وہ کیا کرتے....دونوں باہر کی طرف بھاگے....لیکن فرزانہ نے ان کی کمر پر ایک ایک لات رسید کر دی.....اب سائیکل کی چین اس کے اپنے ہاتھ میں تھی......اس نے ان چاروں کی دھوان دھار مرمت شروع کر دی...ان کی چیخوں سے تھانہ گونج اٹھا......انسپکٹر مانی اور چند دوسرے کانسٹیبل دوڑتے ہوئے حوالات تک پہنچے....انسپکٹر مانی دھاڑا:

''یہ کیا ہو رہا ہے۔''

''یہ وہی ہو رہا ہے......جو اللہ کو منظور ہے۔''

''پکڑ لو اسے۔'' انسپکٹر مانی نے دوسرے کانسٹیبل سے کہا۔

''نہ نہ....'' اندر والے چلائے۔

''کیا نہ نہ لگا رکھی ہے.....ایک لڑکی سے مار کھا گئے۔''

''یہ لڑکی نہیں ہے.....فرزانہ ہے.....انسپکٹر جمشید کی بیٹی۔''

''کیا!!!'' وہ ایک ساتھ چلائے۔

''ارے تو کیا ہوا بز دلو.....ہم کہہ دیں گے.....یہ یہاں آئی نہیں تھی.....چلو مل کر مرمت کرو۔''

''اس کام کے لیے آپ خود کیوں اندر نہیں آ جاتے۔''

فرزانہ نے انسپکٹر مانی کو مشورہ دیا۔

''میں بھی آؤں گا.... پہلے میرے ان ماتحتوں سے تو مرمت کرا

لو۔"

"یہ تو اب خود مرمت کے قابل ہو گئے ہیں۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"ابھی میرے پاس اور کانسٹیبل ہیں.... فکر نہ کرو۔"

فرزانہ کو اچانک خیال آیا..... جگہ تنگ ہے.... یہاں زیادہ دیر تک لڑنا ممکن نہیں ہوگا..... چنانچہ اس نے فوراً دروازہ بند کرلیا۔

"اس سے کیا ہو جائے گا...... کیا ہم دروازہ کھول نہیں سکیں گے۔" مانی ہنسا۔

"پہلے میں ذرا آئی جی صاحب کو فون کرلوں پھر بتاؤں گی۔"

اب اس نے اپنا موبائل نکالا اور ان کے نمبر ملائے.....

"اے خبر دار.... روکو اسے.... یہ فون نہ کرنے پائے۔" مانی چیخا۔

باہر کھڑے کانسٹیبل فوراً لپکے ....اور دروازہ کھول دینا چاہا....فرزانہ نے چین گھما ڈالی ...وہ اس سے بچنے کے لیے فوراً پیچھے ہٹے .....اسی وقت سلسلہ مل گیا.....آئی جی صاحب کی آواز سنتے ہی وہ بولی:

''یہ میں ہوں سرفرزانہ....آپ فوراً صرافہ بازار کے تھانے پہنچ جائیں....ورنہ یہاں کچھ ہو جائے گا۔''

یہ کہہ کر فرزانہ نے ان کا جواب سنے بغیر فون بند کر دیا۔

اب وہ چین گھمانے لگی .....جونہی کوئی ہاتھ اندر آتا تا کہ دروازہ کھول سکے .....وہ اسے چین دے مارتی وہ چیخ کر پیچھے ہٹ جاتا اور دوسرا آگے بڑھتا.....۔

''کم بختو ....یہ تم کیا کر رہے ہو .....اتنی دیر میں تو آئی جی صاحب یہاں آجائیں گے۔''

''لیکن سر.....آپ دیکھ تو رہے ہیں....ہم کیا کر سکتے ہیں۔''

”اسے فوراً باہر نکال کر غائب کر دو.....ورنہ پھر آئی جی صاحب یہاں آجائے گا۔“

”آتا ہے تو آنے دو.....ہم بھی اپنے صاحب کو فون کر دیں گے۔“

”ارے ہاں...انہیں تو ہم بھول ہی گئے۔“ایک ہنسا۔

اب فرزانہ چونکی.......اس کا مطلب تھا......ان کے ہاتھ بھی لمبے ہیں.......اور اب بڑوں میں مقابلے کی صورت پیش آئے گی.....اور ایسی صورت حال اسے پسند نہیں تھی.....لیکن اس وقت وہ حوالات میں بند تھی اور کچھ نہیں کر سکتی تھی....آخر آئی جی صاحب کی کار اندر داخل ہوتی نظر آئی......

”سر...فوراً یہاں سے چلے جائیں....آپ کے لیے خطرہ ہے۔“

''کیا مطلب....؟'' وہ چونکے۔

''آپ کے لیے خطرہ ہے۔''

''دماغ تو نہیں چل گیا فرزانہ....یہ میرے علاقے کا تھانہ ہے
......یہاں مجھے کیا خطرہ ہو سکتا ہے بھلا۔'' آئی جی صاحب ہنسے۔
لیکن پھر جونہی آگے بڑھے....ان پر رائفلیں تان دی گئیں....اب تو
ان کا رنگ اڑ گیا...ان کے منہ سے نکلا:

''یہ......یہ....یہ کیا۔''

اسی وقت انسپکٹر مانی نے سرد آواز میں کہا:

''اسے بھی اس چور کے کمرے میں لے چلو۔''

☆☆☆

اوہ...اوہ

اب وہ واپس نادم گیلانی کی کوٹھی پر پہنچے:

''خان رحمان! ان کے کتنے بچے ہیں بھلا۔''

''دو لڑکے، دو لڑکیاں، لیکن جمشید..... یہ بچے ایسے نہیں جو اپنے باپ کو قتل کرنے کی سوچ سکیں.....انہیں ہر طرح کی آسانی ہے .....گھر میں کوئی مسئلہ نہیں.....امن چین ہے، سب ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔''

''لیکن ہمارا اصول ہے....کیس سے متعلقہ ہر آدمی پر شک کرو۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''اوہ اچھا....یہ اصول تو پکا ہے۔''

''لہذا ہمیں ان سے پوری طرح پوچھ گچھ کرنا ہو گی....اکرام اس وقت تک موت کا وقت معلوم کر چکا ہو گا..... پہلے ذرا اس سے بات

ہو جائے .....ہم اس وقت کے مطابق سوالات کریں گے ....اور تم پریشان نہ ہو .....ہم انہیں یہ احساس نہیں ہونے دیں گے کہ ہم ان پر شک کرر ہے ہیں۔''

''یہ اچھا ہے۔''

''لیکن ابا جان۔''محمود نے فوراً کہا۔

''بھائی میرا نام لیکن ابا جان نہیں۔''وہ مسکرائے۔

''اس کیس میں زبردست کمی محسوس ہو رہی ہے .....نہ تو ہمارے ساتھ فرزانہ ہے اور نہ پروفیسر انکل۔''

''فون کر کے بلا لو.....''انسپکٹر جمشید نے اجازت دی۔

''شکریہ۔''محمود نے مسکرا کر کہا اور موبائل پر ان سے رابطہ کرنے لگا...جلد ہی پروفیسر داؤد سے بات ہو گئی جونہی انہوں نے سنا کہ وہ کہاں اور کس سلسلے میں موجود ہیں.....تو انہوں نے فوراً کہا:

''ٹھیک ہے، میں آ رہا ہوں۔''

اب محمود نے گھر کے نمبر ملائے ...ادھر سے اس کی والدہ نے ریسیور اٹھایا: ''امی جان! فرزانہ سے بات کرائیں۔''

''وہ اس وقت صرافہ بازار کے تھانے میں ہے۔''

''کیا کہا....صرافہ بازار۔''محمود چلا اٹھا۔

ادھر اس کے منہ سے صرافہ بازار کا نام سن کر باقی لوگ بھی چونکے اور اس کی طرف دیکھنے لگے ....ایسے میں دوسری طرف سے بیگم جمشید نے کہا: ''ہاں !ایک نوجوان کی گمشدگی کے سلسلے میں وہاں گئی تھی .....لیکن اب تک اسے آ جانا چاہیے تھا، اس لیے کہ وہاں اتنی دیر کا کام نہیں تھا....تم ذرا وہاں فون کر لو۔''

''جی اچھا۔'' اس نے پریشان ہو کر کہا اور پھر فون بند کر کے ان کی طرف مڑا....اب اس نے جلدی انہیں ساری بات بتائی ...ان کی

آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی... پھر تھانے کا نمبر معلوم کر کے اس نے سلسلہ ملایا..

دوسری طرف مسلسل گھنٹی بجتی رہی..... لیکن ریسیور کسی نے نہ اٹھایا۔

''وہاں کوئی گڑبڑ لگتی ہے..... میں اب یہاں نہیں رک سکتا۔''

یہ کہتے ہی محمود نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی..... پیچھے سے خان رحمان چلائے: ''ارے بھائی تو ہم ہی کب رک سکتے ہیں۔''

اور پھر انہوں نے بھی دوڑ لگا دی ... آندھی اور طوفان کی رفتار سے گاڑی چلاتے وہ تھانے پہنچ گئے .... دروازے پر ایک کانسٹیبل کے اشارے پر بھی گاڑی باہر نہ روکی.... وہ دوڑ کر گاڑی تک آیا اور چیخ کر بولا: ''یہ سب کیا ہے... آپ کو گاڑی باہر روکنے کا اشارہ کیا تھا۔''

''سوری! بہت زیادہ جلدی میں ہیں۔''

''ہوں گے .... آپ گاڑی باہر لے جائیں .... اندر گاڑی کھڑی

کرنے کی اجازت نہیں ہے۔''

''انسپکٹر صاحب کہاں ہیں ......ہمیں ان سے بات کرنے دیں ....اگر انہوں نے بھی یہی کہا تو ہم گاڑی باہر لے جائیں گے۔''

''اور وہ جو مجھ پر بگڑے کہ میں نے گاڑی اندر آنے ہی کیوں دی۔''

''وہ ہیں کہاں .....جلدی انہیں بلاؤ....خاص واقعہ پیش آگیا ہے ....وہ تمہیں کچھ نہیں کہہ سکیں گے ....فکر نہ کرو۔'' خان رحمان نے جلدی جلدی کہا۔

''میں انہیں بلاتا ہوں۔''

یہ کہہ کر اس نے اندر کی طرف دوڑ لگا دی ....وہ اس کے پیچھے لپکے ....انسپکٹر جمشید وغیرہ نے بھی یہی کیا...

کانسٹیبل کو کہاں ہوش تھا پیچھے دیکھنے کا ....وہ سیدھا اندر تک چلا گیا

دستک دے ڈالی.....

"سر.....سر.....دروازہ کھولیے......دیکھیں کون لوگ آئے ہیں۔"

اچانک دروازہ کھلا.....سب انسپکٹر مانی کا چہرہ نظر آیا.....

"کیا بات ہے.....کیوں چیخ رہے ہو.....اور یہ.....یہ کون لوگ ہیں۔" اس نے جھلا کر کہا۔

انسپکٹر جمشید یک دم آگے بڑھے.....ہاتھ ملانے کے انداز میں ہاتھ آگے کیا...اس نے غیر ارادی طور پر ہاتھ آگے کر دیا.....انہوں نے اس کی کلائی پکڑ کر باہر کی طرف جھٹکا دیا...وہ کمرے سے باہر نکل کر دور جا گرا...اور یہ لوگ اندر داخل ہو گئے......

اندر کا منظر خوفناک تھا.....وہ ہل کر رہ گئے اور ساتھ میں انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ انہوں نے فرزانہ کو بلانے کے خیال سے گھر فون کیا

ورنہ دیر ہو گئی تھی۔

''خان رحمان ....دیکھنا اسے ...نکل نہ جائے۔'' انسپکٹر جمشید دھاڑے۔

انہوں نے فوراً انسپکٹر مانی پر چھلانگ لگا دی اور اسے دبوچ لیا، اندر آئی جی صاحب اور فرزانہ رسیوں سے بہت بری طرح جکڑے ہوئے تھے ..اوران کے جسموں سے جگہ جگہ سے خون رس رہا تھا....

''اف مالک ! یہ سب کیا ہے ...ایک پولیس اسٹیشن میں آئی جی صاحب کے ساتھ یہ سلوک۔''

''ہاں جمشید ...یہ بھی ہونا تھا۔'' آئی جی صاحب بولے اور رونے لگے۔

اب وہ کمرے میں موجود کانسٹیبل کی طرف متوجہ ہوئے ..ان کے ہاتھوں میں تشدد کے آلات تھے.....

''تم لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دو۔''

ہاتھ اٹھانے کی بجائے وہ ان پر ٹوٹ پڑے اور منہ کی کھائی.... سب کے سب دیوار سے ٹکرائے... ساتھ ہی انسپکٹر جمشید نے ان کی لاتوں اور مکوں سے مرمت شروع کر دی.... چند منٹ میں ہی وہ بے دم ہو گئے انسپکٹر کو بھی اندر لے آیا گیا..... محمود اور فاروق اس وقت تک آئی جی صاحب اور فرزانہ کو کھول چکے تھے، وہ ان کے لیے چارپائیاں اٹھا لائے... ان پر انہیں لٹایا گیا۔ پھر انہوں نے مل کر ان سب کو باندھ دیا.....

''ساتھ والے کمرے میں ایک نوجوان بھی قید ہے... اسے ادھر لے آئیں۔'' فرزانہ نے کمزور آواز میں کہا۔

وہ اس کمرے میں داخل ہوئے... نوجوان کی حالت دیکھتے ہی ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے... اسے بہت بری طرح مارا پیٹا گیا تھا..

جسم پر اس قدر نیل پڑ چکے تھے اور اتنی جگہ سے خون رس رہا تھا کہ حالت دیکھی نہیں جا سکتی تھی ....اسے بھی آرام سے لٹا دیا گیا ....ڈاکٹر اور اکرام کو فون کیا گیا ...اب انسپکٹر جمشید فرزانہ کی طرف مڑے:

''یہ کیا قصہ ہے فرزانہ ....تم یہاں کیسے آئی تھیں ..پھر آئی جی صاحب یہاں کیسے آ گئے۔''

فرزانہ نے تفصیل شروع کی .پھر آئی جی صاحب کی آمد کے بارے میں بتایا اور جو ہوا، اس کی تفصیل سنا دی....

''لیکن تم کیسے ان کے قابو میں آ گئیں ....تم تو ان کی مرمت کر رہی تھیں۔'' فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

''جب میں ان کے قابو میں نہ آئی تو انہوں نے اندر آنسو گیس فائر کر دی....اور میں بے ہوش ہو گئی....

کیونکہ اس وقت حوالات کا دروازہ باہر سے بند کر لیا تھا۔''

''اوہ...تو یہ نوجوان ہے....جسے چوری کے الزام میں قید کیا گیا ہے....اور وہ نوجوان..جسے اغوا کیا گیا ہے۔''

''میں اسی کے لیے آئی تھی....فائل دیکھی تھی...ان لوگوں نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا...اب ہمیں کچھ کرنا ہوگا۔''

''ہوں! نوجوان....آپ کا نام کیا ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے ہمدردانہ انداز میں کہا۔

''جی...میرا نام۔'' اس نے جیسے سوچنے کے انداز میں کہا۔

''ہاں! آپ کا نام کیا۔''

''میرا نام۔'' وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

''کیا مطلب....کیا آپ کو آپ کا نام یاد نہیں آرہا۔''

انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

''میں....میں....یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہوں....ویسے یہ مارتے

پیٹتے ہر وقت یہی کہتے رہتے تھے.....تم اپنا نام تک بھول جاؤ گے۔''

''لیکن آپ یاد کریں....کیا آپ نے کوئی چوری کی تھی۔''

''چ.....چوری.....چوری..نہیں.....میں نے تو زندگی میں کبھی بھی چوری نہیں کی۔''

''پھر تم ان کے ہاتھ کس طرح لگ گئے۔''

''مجھے یاد نہیں آرہا۔''

''آپ کیا کام کرتے ہیں۔''

''میں ....ہاں ....یاد آیا .....میں صرافہ بازار میں کام کرتا ہوں۔''

''کیا....کہا....آپ صرافہ بازار میں کام کرتے ہیں۔''

فرزانہ حیران ہو کر بولی۔

''ہاں! میں صرافہ بازار میں کام کرتا ہوں۔''

”اوہ.....اوہ۔“

ان سب کے منہ سے نکلا۔

☆☆☆

جوں کی توں

آپ وہاں کس دکان پر کام کرتے ہیں ....آپ کا نام کیا ہے۔'' فرزانہ نے کہا۔

اس نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا...پھر بولا:

''کک...کیا اب آپ بھی مجھے ماریں گے۔''

''نہیں...مجھے افسوس ہے...بلا وجہ میری آواز اونچی ہوگئی' ہم تو آپ کو آپ کے گھر چھوڑ کر آئیں گے۔''

''تب آپ بہت اچھے ہیں...کیا آپ بھی پولیس والے ہیں ...مگر نہیں... پولیس والے اتنے اچھے تو ہو ہی نہیں سکتے...''

''ہمارہ تعلق بھی پولیس سے ہے۔''

''تب پھر....سب پولیس والے ایسے کیوں نہیں ہوتے۔''

وہ اس کا سوال سن کر چکرا گئے .... پھر انسپکٹر جمشید نے نرم آواز میں کہا۔

''اب تک تو آپ کو اپنا نام یاد آ گیا ہوگا۔''

''اوہ ہاں ... یاد آ رہا ہے ..... مم ... میں جو .... اعع ... اعجاز جوزی ہوں۔''

''کیا!!!'' فرزانہ اور سب چلا اٹھے۔

''ارے! تو کیا آپ نعیم اینڈ کو کے پاس کام کرتے ہیں۔''

''ہاں بالکل۔''

''لیکن آپ کو تو آپ کے گھر سے اغوا کیا گیا تھا ... پھر آپ تھانے کس طرح پہنچ گئے .... یہ لوگ تو کہہ رہے تھے، آپ نے چوری کی ہے۔''

''ان کی کیا بات ہے .... یہ تو کسی پر بھی کوئی الزام لگا سکتے

ہیں۔'' اس نے درد بھرے لہجے میں کہا۔

''تب پھر آپ تھانے کس طرح پہنچے۔''

''مجھے نہیں معلوم ..... مجھے میرے گھر سے اغوا کیا گیا تھا...اس دوران میرے سر پر کوئی وزنی چیز ماری گئی تھی اور میں بے ہوش ہو گیا تھا.....ہوش آیا تو میں تھانے میں تھا۔''

''ہوں ! یہ تو معاملہ اور الجھ گیا ....کیا آپ نادم گیلانی کو جانتے ہیں۔''

''نادم گیلانی .... ہاں کیوں نہیں ..وہ ہیروں کے سوداگر ہیں .....نعیم صاحب سے اکثر ملنے کے لیے آتے ہیں اور نعیم صاحب ان سے ملتے رہتے ہیں، ہیروں کی خرید و فروخت بھی کرتے ہیں آپس میں۔''

''انہیں گھر سے اغوا کیا گیا...آنکھ تھانے میں کھلی اور مار پیٹ

شروع کر دی گئی.... آخر کیوں۔'' خان رحمان بولے۔

''کیا یہ لوگ آپ سے کوئی بات پوچھ رہے تھے.... یا کوئی مطالبہ کرتے تھے.. یہ یاد کر کے بتائیں۔''

''ابھی تو صرف مار پیٹ کر رہے تھے، کہہ رہے تھے.... جب تمہاری ہڈی پسلی ایک ہو جائے گی.. تب بتائیں گے کہ تمہیں کیوں مارا پیٹا ہے۔''

''تب تو کام آسان ہے.... آؤ بھئی.... ذرا انسپکٹر مانی سے دو دو باتیں کر لیں۔'' انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

سب انسپکٹر مانی اپنی حوالات میں بند تھا۔ اس کا چہرہ سرخ تھا، انہیں دیکھ کر اور بھی تن گیا:

''آپ کا جرم پہلے ہی بہت سنگین ہے.... اب اس کی سنگینی میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔''

''بلکہ رنگینی میں کہیے۔'' فاروق بول اٹھا۔

''یار تم چپ رہو۔'' محمود جھلا اٹھا۔

''اعجاز جوزی کا بیان ہے کہ اسے گھر سے اغوا کیا گیا تھا، اس کی والدہ کا بیان بھی یہی ہے، اغوا کرنے والے چار آدمی تھے۔ اس کے بعد اعجاز کا بیان ہے کہ اس کی آنکھ کھلی تو وہ اس تھانے میں تھا، اغوا کرنے والوں نے کوئی وزنی چیز مار کر اسے بے ہوش کر دیا تھا... تھانے میں لانے کے بعد اب تک اسے صرف مارا پیٹا گیا ہے.... اس سے نہ تو کوئی بات پوچھی گئی، نہ کوئی مطالبہ کیا گیا... میں آپ سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ نوجوان تھانے کس طرح پہنچا۔''

''چار آدمی اسے پکڑے ہوئے یہاں لائے تھے، انہوں نے بتایا تھا کہ راستے میں لوگوں کی جیبیں کاٹ رہا تھا... ایک شخص کی جیب میں

ہاتھ ڈالتے ہوئے پکڑا گیا، وہ لوگ اسے یہاں لے آئے، ہم اس سے یہ اگلوار ہے تھے کہ یہ کام کب سے کر رہے ہو اور اب تک کتنے لوگوں کی جیبیں اس نے کاٹی ہیں۔''

''شکریہ انسپکٹر صاحب ...آپ نے ان چار آدمیوں کے نام پتے نوٹ کیے تھے۔''

''جی ....جی نہیں ....یہ مجھ سے بھول ہوگئی۔''

''آپ سے بھول نہیں ہوئی ...آپ بھول کر رہے ہیں۔''

فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

''کیا مطلب؟'' وہ چونکا۔

''غلط بات کہہ کر آپ بھول رہے ہیں.....کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ ہم آپ کی باتوں پر یقین کر لیں گے۔''

''یہی بات ہے....آپ یقین کریں یا نہ کریں۔''

''او کے....اب آپ کو کمرہ امتحان میں لے جانا پڑے گا۔''

''وہ کیا ہوتا ہے۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔''

''دیکھا جائے گا۔''

''تب پھر ہم پہلے یہی کام کریں گے، اکرام انسپکٹر صاحب کو کمرہ امتحان میں لے چلو، ہم بھی پہنچ رہے ہیں۔''

''کیا وہاں مجھ پر سختی کی جائے گی۔'' اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''ایسا ہی کہا جا سکتا ہے۔''

''آپ اس طرح قانون کی خلاف ورزی کریں گے۔''

''بہت خوب! یہ بات وہ شخص کہہ رہا ہے، جس کا ہر فعل قانون کے خلاف ہے۔''

''اس کے باوجود میں آپ کو ایسا کوئی کام نہیں کرنے دوں گا.....

میری مدد کے لیے وہاں آدمی پہنچ چکا ہوگا۔''

''کہاں؟'' انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

''جہاں آپ مجھے لے جا رہے ہیں۔''

'' آپ کی باتیں کچھ زیادہ ہی پر غرور ہیں.... آپ نے شاید سنا نہیں، غرور کا سر نیچا۔'' فاروق یہ کہتے ہوئے ہنسا۔

''جلد اندازہ ہو جائے گا کہ ایسا کیوں ہے۔''

''او کے.... اب ان سے کمرہ امتحان میں بات ہوگی۔''

''جی اچھا۔'' اکرام نے کہا۔

اور پھر وہ وہاں سے روانہ ہوئے، جونہی کمرہ امتحان کے باہر پہنچے، ہائی کوٹ کا ایک وکیل مسکرا کر آگے بڑھا اور بولا:

ایسا ویسا سلوک نہیں کر سکتے، میرے پاس ان کی رہائی کا حکم ہے... یہ

دیکھیے۔''

وہ دھک سے رہ گئے۔

''لیکن ہائی کورٹ کے جج صاحب نے اس کے خلاف الزام معلوم کیے بغیر ضمانت کس طرح دے دی۔''

انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

''یہ آپ جج صاحب سے جا کر پوچھیں۔''

انہوں نے آرڈر پڑھا اور اکرام سے بولے:

''یار اکرام....اسے چھوڑ دو....محمود فاروق تم جاؤ۔''

''جی اچھا۔'' وہ بولے۔

اکرام نے ہتھکڑی کھول دی....اس کا منہ بری طرح پھولا ہوا تھا.....دوسری طرف انسپکٹر مانی کا چہرہ اور تن گیا تھا۔

''میں نے کیا کہا تھا انسپکٹر صاحب۔''

''تم نے ٹھیک کہا تھا، میں نے بھی غلط نہیں کہا تھا....یہ وقت بتائے گا۔''

''وقت آپ کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔''

''ایسا نہیں ہے ..یہ صرف تم محسوس کر رہے ہو ...میرا جال تمہارے گرد تیزی سے تنگ ہو رہا ہے، اس بات کا احساس تمہیں اس وقت ہو گا .....جب پھندا تمہاری گردن تک آ چکا ہو گا ...اب اس پھندے کا انتظام تم نے خود ہی کر لیا ہے...میرا عمل دخل اس میں بہت کم ہے۔''

''دیکھا جائے گا....ارے....وہ آپ کے دونوں بیٹے کہاں چلے گئے بھئی...بہت بڑھ بڑھ کر باتیں بنا رہے تھے۔''

''ان کا کام یہاں ختم ہو گیا تھا....اس لیے انہیں جانے کی اجازت دے دی۔''

''اور اس بچی کا یہاں کام ختم نہیں ہوا؟'' اس کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

''نہیں۔'' وہ سرد اور خشک لہجے میں بولے۔

''چلیے وکیل صاحب.. اب ان سے کون مغز مارے۔'' وہ بولا۔

''ہاں آئیے، لیکن میں یہاں انسپکٹر صاحب سے ایک بات کہہ دوں.... سنیے جناب عدالت میں مقدمہ چلنے اور فیصلہ ہونے تک آپ میرے مؤکل کو ہاتھ تک نہ لگائیے گا.... ورنہ آپ پر بھی مقدمہ بن جائے گا۔''

''میں نے یہ بات سن لی اور ذہن نشین کر لی.... اور کچھ۔''

''اتنا نا کافی ہے کیا۔'' مانی ہنسا۔

اور پھر دونوں واپس مڑ گئے... وکیل اپنی شاندار کار پر آیا تھا..... دونوں اس میں بیٹھ گئے اور کار رہوا ہو گئی۔

”یہ تو کچھ بھی نہ ہوا جمشید۔“

”کوئی بات نہیں .....آؤ ذرا اس جج صاحب سے بھی بات ہو جائے....وہ اس طرح ضمانت نہیں لے سکتے تھے۔“

یہ کہہ کر وہ اکرام کی جیپ کی طرف مڑے....دوسری کار محمود اور فاروق لے گئے تھے....ایسے میں خان رحمان کے موبائل کی گھنٹی بجی، انہوں نے سیٹ کان سے لگایا تو دوسری طرف سے پروفیسر داؤد کی ناخوش گوار آواز سنائی دی...وہ کہہ رہے تھے:

”یہ کیا مذاق ہے خان رحمان ....مجھے بلا کر تم لوگ خود کہاں غائب ہو۔“

”اوہ! ہم تو بھول ہی گئے...آپ ایسا کریں کہ ججز کالونی کی طرف روانہ ہو جائیں...ہم بھی ادھر ہی جا رہے ہیں، امید ہے، گیٹ پر ملاقات ہوگی...آگے پیچھے پہنچے تو انتظار کریں گے۔“

''اوکے! میں آرہا ہوں۔''

جلد ہی وہ ججوں کی کالونی کے باہر پہنچ گئے... اسی وقت پروفیسر داؤد بھی آ گئے، علیک سلیک کے بعد وہ اندار داخل ہوئے ... ایسے میں پروفیسر داؤد کو خیال آیا، انہوں نے سر باہر نکال کر بلند آواز میں پوچھا:

''محمود اور فاروق نظر نہیں آرہے۔''

''وہ ایک کام سے گئے ہیں.... ابھی آجائیں گے، فکر نہ کریں۔''

''اچھا تم کہتے ہو تو نہیں کرتا۔'' وہ بولے۔

''کیا نہیں کرتے۔''

''بھئی فکر اور کیا۔''

''آپ بھی محمود، فاروق اور فرزانہ کے انداز میں باتیں کرنے لگا گئے۔''

''کیا حرج ہے.... ویسے تو اب ہم سبھی ایسا کرنے لگے ہیں۔''

پروفیسر بولے۔

''خیر پروفیسر صاحب! میں تو ایسا نہیں کرتا، میں تو اپنے ہی انداز میں باتیں کرتا ہوں۔''

''اس وقت مسئلہ کیا ہے۔''

''ہم نے ایک شخص کو گرفتار کیا تھا.....ایک جج صاحب نے الزام سنے بغیر اس کی ضمانت لے لی ہے کوئی تک۔''

''تو تم جج سے پوچھنے جا رہے ہو.....اس نے ضمانت کیوں لی۔''

''ہاں! یہ تو اس سے پوچھنا ہوگا۔''

''میں بھی یہی کہتا ہوں...''انہوں نے مسکرا کر کہا۔

باقی لوگ بھی مسکرا دیے...پھر وہ ایک کوٹھی کے سامنے رکے، اس کے دروازے پر نام کی تختی لگی ہوئی تھی اس پر جج نصیر جان لکھا تھا....فرزانہ نے گھنٹی بجائی....ایک ملازم باہر نکلا....انہوں نے اپنے

کارڈ اس کے حوالے کیے....

''جج صاحب سے ملنا ہے۔'' ملازم انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر چلا گیا.... جلد ہی قدموں کی آواز ابھری:

ایک ادھیڑ عمر آدمی اندر داخل ہوئے.. ان کے چہرے پر غم تھا:

''فرمایئے! کیا خدمت کرسکتا ہوں۔''

''ہم انسپکٹر مانی کی ضمانت کے سلسلے میں آئے ہیں... آپ نے الزام سنے بغیر ضمانت کس طرح لے لی.. وہ بھی شام کے وقت .... یعنی آپ نے گھر پر ضمانت لی۔''

''اوہ اچھا! میں سمجھا... لیکن اس معاملے میں میں واقعی مجرم ہوں... اور اپنے خلاف خود مقدمہ درج کروا چکا ہوں۔'' جج نے پرسکون انداز میں کہا۔

''کیا مطلب؟'' وہ اچھل پڑے۔

”کچھ نا معلوم افراد نے میرے بچے کو اغوا کرلیا تھا...فون پر انہوں نے دھمکی دی کہ ایک شخص انسپکٹر مانی کی ضمانت کے کاغذات ایک وکیل لے کر آ رہا ہے ...اس کی ضمانت منظور کی جائے ورنہ وہ بچے کو جان سے مار ڈالیں گے اور جونہی ضمانت لی گئی ...اور انسپکٹر مانی کو آزاد کیا گیا‘ وہ بچے کو چھوڑ دیں گے ...میں کیا کرتا‘ انہوں نے فون پر مجھے بچے کی آوازیں سنوائیں ... میں آخر باپ ہوں ... جونہی ضمانت کے کاغذات میرے سامنے رکھے گئے‘ میں نے ان پر دستخط کر دیے ...تھوڑی دیر بعد میرا بیٹا گھر پہنچ گیا...لیکن میں نے محسوس کیا... بچے کو بچانے کے لئے میں نے ایک غیر قانونی کام کیا ہے...لہذا میں نے اپنے علاقے کے پولیس اسٹیشن میں اپنے خلاف رپورٹ درج کرادی‘ اب میرے خلاف مقدمہ چلے گا...جو سزا عدالت مجھے دے گی ...میں اس کو بھگتوں گا۔“

''خوب! آپ نے کون سے تھانے میں رپورٹ درج کرائی تھی۔''

''ججز کالونی میں تھانہ موجود ہے۔''

''شکریہ جناب! آپ واقعی مجبور تھے اور آپ نے قانون کا تقاضا پہلے ہی پورا کر دیا اب ہمیں آپ سے کوئی شکایت نہیں ...رہا انسپکٹر مانی....وہ بچ کرنہیں جاسکتا...اسے بہت جلد پھر گرفتار کرلیں گے۔''

''لیکن اس طرح تو آپ توہین عدالت کے مجرم بن جائیں گے۔'' جج نے گھبرا کر کہا۔

''جی نہیں ....آپ فکر نہ کریں ...ہم اسے باقاعدہ جرم کرتے ہوئے گرفتار کریں گے۔''

''خیر....یہ آپ کا مسئلہ ہے۔''

وہ ان سے رخصت ہو کر باہر نکلے۔

اسی وقت انسپکٹر جمشید کے موبائل کی گھنٹی بجی..... دوسری طرف محمود تھا وہ پر جوش انداز میں کہہ رہا تھا:

''ہم اس وقت اس کے خفیہ ٹھکانے کے باہر موجود ہیں اور وہ اندر ہے۔''

''بہت خوب! ہمیں کہاں آنا ہے۔''

''داؤد روڈ...کوٹھی نمبر ۱۵۔''

''ہم آرہے ہیں' وہیں ٹھہرو...اگر مانی کہیں جانے لگے تو روکنا نہیں...صرف تعاقب کرنا اور ہمیں خبر دار کرتے رہنا۔''

''جی اچھا۔'' اس نے کہا۔

اب وہ داؤد روڈ کی طرف اڑے جارہے تھے۔

محمود اور فاروق اس وقت اس عمارت کے دروازے پر موجود ہیں...جس میں انسپکٹر مانی کو رکھا گیا ہے۔''

''بھئی واہ......مزا آ گیا۔'' خان رحمان بولے۔

''لیکن مجھے مزا نہیں آ رہا....میں الگ کار میں ہوں۔''

''تو آپ بھی اسی کار میں آ جائیں۔'' خان رحمان بولے۔

''اور اپنی کار کا کیا کروں۔''

''اس کو گھر بھجوا دیتے ہیں۔'' یہ کہہ کر انہوں نے موبائل پر ایک ماتحت کو ہدایات دیں۔

ابھی وہ راستے میں ہی تھے کہ ان کا ماتحت پہنچ گیا اور ان کی کار لے گیا....اب وہ ان کے ساتھ آ بیٹھے۔

''ہاں! اب ٹھیک ہے۔''

''کیا ٹھیک ہے انکل۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''اب میں بھی باتوں میں شرکت کر سکوں گا۔''

''آپ کو تو معلوم ہی نہیں .....کیس ہے کیا۔'' خان رحمان

مسکرائے۔

''چلو جمشید........کیس سناؤ۔''

انہوں نے اب تک کی تمام تفصیل سنادی.....

''اس کا مطلب ہے.....کیس کافی گھماؤ پھراؤ والا ہے اور اس میں سسپنس اور دلچسپی بھی کافی محسوس ہو رہی ہے۔''

''ہاں! یہ تو ہے۔''

''چلو ٹھیک ہے....میں بھی شروع کر دیتا ہوں۔'' انہوں نے فوراً کہا۔

''کیا شروع کر دیتے ہیں۔''

''دلچسپی لینا اور کیا۔'' وہ مسکرائے۔

''آپ بھی اب ہمارے انداز میں باتیں کرنے لگے ہیں۔''

فرزانہ ہنسی۔

''اس بات کا پہلا جواب تو یہی ہے ..خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے....دوسرا جواب یہ ہے کہ تم ہمارے انداز میں باتیں کرنے لگ جاؤ...اس طرح حساب برابر ہو جائے گا۔''

وہ مسکرا دیے ....آخر وہ اس عمارت کے سامنے پہنچ گئے جہاں محمود اور فاروق پہرہ دے رہے تھے .....انہیں دیکھ کر وہ فوراً ان کی طرف بڑھے:

''ہاں! کیا رپورٹ ہے۔''

''جوں کی توں۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''یہ کیا رپورٹ ہوئی۔''

جوں کی توں کا مطلب ہے...حالات وہی ہیں، نہ کوئی آیا، نہ کوئی گیا ....انسپکٹر مانی اندر موجود ہے۔''

''اسے یہاں تک کس نے پہنچایا تھا۔''

''اسی وکیل نے۔''

''خوب خوب.... فرزانہ دروازے پر دستک دو۔''

''محمود کو کیا ہوا؟'' فرزانہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

''اوہ ہاں! محمود دستک دو۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''حد ہو گئی، دستک تک نہیں دے سکتیں .. ہاتھ گھس جائے گا کیا۔'' محمود نے کہا اور آگے بڑھا۔

''تمہیں تو میرا شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''وہ کیسے؟''

''میں نے دستک نہیں دی ...اگر میں ایسا کرتی تو پھر تمہیں ترکیب سوچنا پڑتی اور یہ تمہارے بس کا روگ نہیں۔'' فرزانہ کا لہجہ شوخ تھا، دوسرے مسکرائے بغیر نہ رہ سکے.... محمود کا منہ اور بن گیا۔

''لگتا ہے....اب مجھے آگے بڑھ کر دستک دینا پڑے گی۔''

فاروق نے جل کر کہا اور آگے بڑھا۔

یہ دیکھ کر محمود لپکا...اسے لپکتے دیکھ کر فرزانہ دوڑ کر دروازے پر پہنچی اور گھنٹی بجادی:

''حد ہو گئی....حد ہو گئی۔''محمود تلملا اٹھا۔

''گویا ایک بار حد ہونا کافی ہے...اس لیے دو بار کہا۔''

فاروق ہنسا۔

''یار میں ان لوگوں سے تنگ آ گیا ہوں۔''انسپکٹر جمشید چلائے۔

''جمشید! یہ تم نے مجھ سے کہا۔''خان رحمان نے فوراً پوچھا۔

''اور کیا جمشید! یہ تم نے مجھ سے کہا۔''پروفیسر بھی چپ نہ رہ سکے۔

''حدا ہو گئی....میں آپ کو یار کہہ سکتا ہوں بھلا۔''

''تب پھر تم خان رحمان کو کہتے....ذرا کہنا پروفیسر داؤد۔''

پروفیسر بولے۔

''نن.....نہیں.....یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔'' انسپکٹر جمشید بوکھلا اٹھے۔

''اوہو.....کیا ہو گیا.....کیوں نہیں ہو سکتا، کہہ ڈالو، یار پروفیسر داؤد۔''

''نن.....نہیں......یہ میں نہیں کہہ سکتا۔''

''اس کا مطلب ہے.....میں گیا گزرا ہوں، گرا پڑا ہوں۔''

خان رحمان نے انسپکٹر جمشید نے گھورا۔

''ارے باپ رے.......مم .....مارا گیا.....۔''

''ہاہاہا۔'' فاروق ہنسا۔

''کیا ہوا بھائی..... پاگل تو نہیں ہو گئے۔'' محمود نے کہا۔

''اس کے لیے تم کافی ہو۔''

ایسے میں انہیں خیال آیا.....دستک دیے ایک منٹ گزر گیا ہے...اور

اندر کہیں حرکت نہیں ہوئی .....اب محمود نے جلدی سے دوبارہ دستک دی....ایک منٹ اور گزر گیا۔

''محمود دروازہ دھڑ دھڑ اڈالو۔''

انسپکٹر جمشید نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

☆☆☆

کمرہ

''ایسا لگتا ہے.....جیسے اندر کوئی نہیں ہے۔''محمود بڑبڑایا۔

''یہ......یہ کیسے ہوسکتا ہے۔''فاروق نے اسے گھورا۔

''بھائی میرے! ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہوسکتا۔''محمود بے چارگی کے عالم میں بولا۔

''میرا مطلب ہے....وہ وکیل خود اسے یہاں تک لایا تھا، ہمارے سامنے دروازے پر دستک دی گئی تھی وکیل نے انسپکٹر مانی کو دستک دینے والے کے حوالے کیا تھا....وہ اسے دوستانہ انداز میں ملا اور اندر لے گیا....دروازہ اندر سے بند کرلیا....وکیل یہاں سے لوٹ گیا...اب ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اندر کوئی نہیں ہے...ہم نے خود اپنی آنکھوں سے انسپکٹر مانی کو اندر جاتے دیکھا ہے۔''

''پھر کوئی دروازہ کیوں نہیں کھول رہا۔''

''میرا خیال ہے، اندر کوئی نہیں ہے۔'' خان رحمان بولے۔

''اب آپ بھی یہ کہہ رہے ہیں۔'' محمود نے کہا۔

''اب ہم اور کیا کریں۔''

''اچھی بات ہے..... محمود بے چارگی کے عالم میں بولا۔

''میرا خیال ہے..... ہمیں دروازہ توڑنا پڑے گا..... محمود ایک بار زور سے دھڑ دھڑاؤ.... فاروق تم دائیں بائیں والے پڑوسیوں کو بلا لو... معلومات تو لینا ہوں گی۔''

محمود نے زوردار انداز میں دروازہ دھڑ دھڑایا اور فاروق نے بائیں طرف والے پڑوسی کے دروازے پر دستک دی ..... فوراً ہی ایک نوجوان آدمی باہر نکل آیا:

''جی فرمایئے۔''

”یہ یہاں کون رہتا ہے بھلا ...ہم نے کئی بار دستک دے ڈالی.....کوئی باہر نہیں نکلتا۔“

”یہاں ظاہر صاحب رہتے ہیں، ویسے یہ مکان ان کا نہیں ہے، کرائے کا ہے ..اس مکان میں کرائے دار بدلتے رہتے ہیں ....کبھی کوئی آجاتا ہے....تو کبھی کوئی۔“

”یہ مسٹر ظاہر کیا کرتے ہیں۔“

”پتا نہیں جناب! نئے آئے ہیں ....وکیل ہیں، کسی سے کوئی بات نہیں کرتے، علیک سلیک لے کر بھی راضی نہیں۔“

”ہوں خیر.....ان کے کہیں آنے جانے کا کیا معمول ہے۔“

”صبح سویرے گھر سے نکل جاتے ہیں.....پھر کئی بار آتے ہیں، جاتے ہیں....ہمیں کچھ معلوم نہیں....کیا مصروفیات ہیں ان کی۔“

”اوہ اچھا...فاروق تم ذرا جائزہ لو..اس میں اندر داخل ہونے کا

کوئی راستہ ہے یا نہیں .... کیا آپ کی چھت کے ذریعے اس چھت پر اتر سکتے ہیں۔"

"جی نہیں ..... دیواریں اونچی ہیں۔"

"کوئی بات نہیں ..... ہم چھلانگ لگا سکتے ہیں۔"

"لیکن اس طرح کیا کسی کے مکان میں داخل ہونا غیر قانونی نہیں ہے۔"

"ہمارا تعلق پولیس سے ہے ..... یہاں ایک مجرم کو لایا گیا ہے، اب دروازہ نہیں کھولا جا رہا ..... آپ خود دیکھ سکتے ہیں، دروازہ باہر سے بند نہیں ہے ..... اندر سے بند ہے۔"

"اگر آپ کا تعلق پولیس سے ہے تب پھر ہم کون ہوتے ہیں اعتراض کرنے والے ..... آیئے میں آپ کو اپنی چھت پر لے چلتا ہوں۔"

''محمود.....فرزانہ.....تم جاؤ.....فاروق کو اگر کوئی پائپ نظر آ گیا، تب بھی پائپ کی نسبت چھت بہتر رہے گی۔''

''جی اچھا۔'' محمود نے کہا اور فرزانہ کو لے کر پڑوسی کے ساتھ چلا گیا۔ اسی وقت فاروق لوٹ آیا اور چونک کر بولا:

''اور فرزانہ کیا کرے گی۔''

''ساتھ والے مکان کے ذریعے چھت پر اترے گی۔''

''اوہ اچھا! یہی کرنا ہوگا.....کسی طرف کوئی پائپ نہیں ہے۔''

''ہوں! خیر.....''

پھر محمود نے اوپر سے آواز دی:

''زینہ بند ہے.....صحن میں آنے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہے.....ویسے اندر کسی کی موجودگی کے کوئی آثار نہیں ہیں۔''

''تب پھر انسپکٹر مانی اور ظاہر کہاں چلے گئے۔''

''یہ تو میں ان سے پوچھ کر ہی بتا سکتا ہوں۔''محمود نے کہا۔

''ہے کوئی تک اس بات کی۔'' نیچے سے فاروق بولا۔

''اب کیا کریں۔''

''اپنے اس پڑوسی سے پوچھیے ....کوئی سیڑھی ہے یا نہیں ....ورنہ پھر فاروق کو اوپر بھیجتا ہوں .....ریشم کی ڈوری لٹکا کر نیچے اتر جائے گا۔''

''حد ہو گئی ....مصیبت تو پھر بھی میری ہی آئی اس طرح۔''

فاروق جھلا اٹھا۔

''بھئی اس میں مصیبت کی کون سی بات ہے ....کیس حل کرنے نکلے ہیں .....'' خان رحمان مسکرائے۔

''ویسے انکل سچ تو یہ ہے کہ کیس آپ کو حل کرنا چاہیے تھا۔''

فاروق بول اٹھا۔

''اس لیے کہ معاملہ ہیروں اور ہیروں کے سوداگر کا ہے۔''

''ہیروں کے سوداگر کا کہہ سکتے ہو.... ہیروں کا نہیں، کیونکہ ابھی اس معاملے میں ہیروں کا عمل دخل نظر نہیں آیا۔''

''چلیے یہی سہی ..... ہیروں کے سوداگر کے ناطے اور آپ کے دوست ہونے کے ناطے یہ کیس کو حل کرنا چاہیے۔''

''مم..... میں ایسا کر تو لوں..... جمشید برا مان جائے گا۔''

''وہ کیوں .... بھلا میں کیوں ماننے لگا برا۔'' انسپکٹر نے حیران ہو کر کہا۔

''حد ہو گئی ..... وہ اوپر فاروق کا انتظار کر رہے ہیں .....''

پروفیسر داؤد نے گویا یاد دلایا۔

''سس.... سوری۔'' محمود جلدی سے بولا اور پھر اوپر کی طرف اٹھ

گیا.... دو منٹ بعد محمود نے کہا:

''پڑوسی کے پاس سیڑھی نہیں ہے .... فاروق ریشم کی ڈوری باندھ چکا ہے اور نیچے کا سفر کرنے کے لیے تیار ہے .... کیا آپ کی طرف سے اجازت ہے۔''

''اجارت تو ہے .... لیکن خیال رہے .... نیچے خطرہ ہوسکتا ہے، انسپکٹر مانی خطرناک آدمی لگتا ہے۔''

''خیال تو رہنے کو رہ جائے گا .... لیکن یہ خیال مدد کیا کرے گا۔'' فاروق کی آواز سنائی دی اور وہ مسکرا دیے ادھر محمود نے پھر کہنا شروع کیا:

''فاروق نے ریشم کی ڈوری اوپر منڈیر کے ایک سوراخ میں سے گزار کر باندھ دی ہے اور اب وہ نیچے اترنے کے لیے تیار ہے، آپ اس کے لیے دعا کریں.....''

''اور تم دعا نہیں کر سکتے۔'' فاروق کی جھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

انہیں ہنسی آگئی۔

''میں تو زیادہ زوردار انداز سے دعا کروں گا... کیونکہ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں.... جب کہ وہ لوگ نہیں دیکھ رہے۔''

''اچھا شکریہ .....'' فاروق نے جھلا کر کہا اور نیچے اترنے لگا، ریشم کی ڈوری سے پھسلنا آسان نہیں ہوتا...

ڈوری آگ کی طرح گرم ہو جاتی ہے.... اور ہاتھ جلتے محسوس ہوتے ہیں ..لیکن فاروق تو ان باتوں کا عادی تھا...اب وہ بہت بے تابانہ انداز میں دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگے ..محمود اور فرزانہ ابھی اوپر ہی تھے فاروق انہیں نظر نہیں آ رہا تھا.....آخر بیرونی دروازہ کھلا اور ایک انہیں فاروق کا چہرہ نظر آیا....

''محمود اور فرزانہ.... تم دونوں نیچے آ جاؤ..... فاروق نے دروازہ کھول دیا ہے اور اس کا مطلب ہے، اندر کوئی نہیں ہے۔''

''یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔'' محمود کے منہ سے نکلا۔

''پھر وہی بات ..... فاروق نے سن لیا تو فوراً کہہ اٹھے گا .... ہونے کو یہاں کیا نہیں ہو سکتا۔''

اور وہ مسکرا دیے .... لیکن فاروق کے چہرے پر مسکراہٹ دور دور تک پتا نہیں تھا.....

''کیا بات ہے بھائی.... بہت سنجیدہ ہو۔''

''اب اور کیا کیا کروں ... پنچھی اڑ چکا ہے۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''کیا مطلب ... کیا انسپکٹر مانی فرار ہو گیا۔'' فرزانہ چلائی۔

''ہاں! اب ہمارے ہاتھ نہیں آئے گا۔''

''ہم نیچے آرہے ہیں ....اگر وہ فرار ہو گیا تو کیا ہے انگلیوں کے نشانات تو چھوڑ گیا ہو گا..اور یہاں اپنا کوئی سراغ اس نے چھوڑا ہو گا....چلالیں گے اس کا پتا۔'' محمود نے کہا۔

پھر وہ دونوں نیچے آ گئے، اب سب لوگ گھر کے اندر داخل ہوئے:

''اس بار کیس کچھ زیادہ ہی جاسوسی سا لگتا ہے۔'' محمود نے بڑ بڑانے کے انداز میں کہا۔

''لگنے دو....ہمارا کیا جاتا ہے....کام ہی کرنا ہے....جاسوسی کیس ہو یا مہماتی کیس ہو....خالص جاسوسی کیس ہو....یا غیر جاسوسی ہو، ہمیں آخر کیا فرق پڑتا ہے۔'' فرزانہ جلدی جلدی بولی۔

''توبہ ہے تم تو....بال کی کھال اتارنے لگتے ہو۔''

''فاروق بہت سنجیدہ ہے۔'' خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

''بے چارے کو انسپکٹر مانی کے فرار کا صدمہ ہے۔''

''اس میں شک نہیں۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''اب اتنا بھی کیا صدمہ کرنا..مل جائے گا....کہاں بھاگا جا رہا ہے وہ۔''

''نہیں ملے گا۔'' فاروق نے سرد انداز میں سر ہلایا۔

''کیا کوئی پیغام چھوڑ گیا ہے....جس میں لکھا ہے کہ اب وہ ہاتھ نہیں آئے گا۔'' فرزانہ نے جل بھن کر کہا۔

''ہاں وہ پیغام چھوڑ گیا ہے فرزانہ تم تو نجومی بنتی جا رہی ہو۔'' فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

''چلو تم نے مانا تو....چاہے نجومی ہی مانا۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''ماننے کی بھی ایک ہی کہی...ماننے کو تو میں تمہیں کچھ بھی مان سکتا ہوں۔'' فاروق کافی دیر بعد مسکرایا۔

''اوٹ پٹانگ دراوٹ پٹانگ۔''محمود نے برا سا منہ بنایا۔

''ان حالات میں....ارے....یہ کیا....''

فرزانہ ٹھٹک کر رہ گئی الفاظ درمیان میں رہ گئے....فرش پر ایک پین پڑا تھا۔

''ہاتھ نہ لگانا۔''انسپکٹر جمشید نے جلدی سے کہا۔

''کک....کاٹ کھائے گا کیا۔''فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

''کک....کون....کون کاٹ کھائے گا۔''پروفیسر داؤد بے خیالی کے عالم میں بولے۔

''وہ پین....جو فرش پر پڑا ہے۔''محمود نے اشارہ کیا۔

''آیا بڑا پین کہیں کا...ذرا کاٹ کر تو دکھائے۔''پروفیسر بولے۔ انہیں ہنسی آ گئی....

''وہ رہا کمرہ۔''فاروق نے گویا اعلان کیا۔

''یہ کیا بات ہوئی وہ رہا کمرہ بھائی ہم یہاں کسی کمرے کی تلاش میں نہیں آئے تھے ....ہمیں تو انسپکٹر مانی کی تلاش ہے....کیونکہ وہ اس کیس میں بہت کچھ بتا سکتا ہے۔''محمود نے گویا اسے یاد دلایا۔

''اسی لیے تو کہہ رہا ہوں...وہ رہا کمرہ۔''

''اچھا سن لیا...جان لیا...کہ وہ رہا کمرہ ....اب ہم کمرے کو جانے سے تو رہے۔''فرزانہ نے اسے گھورا۔

''لیکن دیکھ لینے میں کیا حرج ہے....''فاروق بولا اور اس کمرے میں داخل ہو گیا۔

اس کے پیچھے باقی لوگ بھی اندر داخل ہو گئے اور پھر انہیں ایک زبر دست جھٹکا لگا....سب انسپکٹر مانی کی لاش فرش پر پڑی ان کا منہ چڑا رہی تھی۔

☆☆☆

جاسوس دان

''دو......دوسری لاش! یہ اس کیس میں دوسری لاش ہے...اللہ اپنا رحم فرمائے۔''محمود نے فوراً کہا۔

''اللہ اپنا رحم فرمائے..اس کا مطلب ہے....جو لوگ اسے یہاں لائے تھے....وہ دراصل اس کا کام تمام کرنے کے لیے لائے تھے....تاکہ یہ ہمیں کچھ نہ بتا سکے۔''

''اب کیس اور پیچیدہ ہو گیا۔''انسپکٹر جمشید نے پریشان ہو کر کہا۔

''مارے گئے پھر تو۔''فاروق نے فوراً کہا۔

''کیا مطلب؟''خان رحمان حیران ہو کر بولے۔

''مطلب یہ کہ پہلے ہی اس میں پیچیدگی کچھ کم نہیں تھی،اب اور بڑھ گئی ہے تو ہمارے لیے تو مسئلہ پیدا ہو گیا نا۔''

''فکر نہ کرو نہیں پیدا ہو گا مسئلہ.....انسان عقل سے کام لے تو کیا

ہو نہیں سکتا۔"

"اب پہلے تو انکل اکرام کو فون کرنا ہوگا۔" محمود بولا۔

"ہاں بالکل.... چلو تم ہی کرو فون۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور لاش کی طرف بڑھ گئے.... محمود نمبر ملانے لگا فرش پر خون ہی خون پھیلا ہوا تھا..... انسپکٹر کافی موٹا تازہ اور لمبا چوڑا آدمی تھا.... اس کی بھی کن پٹی پر پستول سے فائر کیا گیا تھا.... گویا انسپکٹر مانی کو خیال تک نہیں تھا کہ اس کو یہاں تک لانے والا اسے قتل کرنے کے لیے لایا ہے، وہ تو اسے یہ کہہ کر لایا ہوگا، انسپکٹر جمشید اس کے پیچھے لگ گئے ہیں.. لہذا اب اسے چھپانا ہوگا.... ورنہ اس تک پہنچ جائیں گے.... خود انسپکٹر مانی بھی یہ بات محسوس کر چکا تھا چنانچہ وہ چپ چاپ اس کے ساتھ چلا آیا.... لیکن یہاں لا کر اس نے اس پر فائر کیا.... اور جب اس کی موت کا یقین ہو گیا تو فرار ہو گیا..۔

اسی وقت سلسلہ مل گیا..... محمود نے اکرام کی آواز سن کر کہا:

''آجائیں انکل.... ایک اور لاش آپ کے استقبال کے لیے تیار ہے۔''

''دھت تیرے کی.... جہاں آپ لوگ جاتے ہیں، لاشیں گرنے لگتی ہیں۔''

''اس میں ہمارا نہیں جرائم پیشہ لوگوں کا قصور ہے.... نہ وہ جرائم کریں..... نہ قتل و غارت کی صورت پیش آئے.. ہم لوگ تو بعد میں حرکت کرتے ہیں۔''

''ہاں! یہ تو ہے... خیر.... کہاں آنا ہے۔''

محمود نے پتا نوٹ کروا دیا اور فون بند کر کے ان کی طرف مڑا:

''اس کا مطلب ہے.... یہ کام اس شخص کا ہے.... جو ظاہر کے نام سے اس مکان میں رہ رہا تھا... اور اس شخص کا تعلق اس کیس کے مجرم

سے ہے.... یا پھر وہ خود ہی ہر طرح سے مجرم ہے۔"

"گولی بالکل قریب سے ماری گئی ہے.... یہاں بھی کن پٹی پر بارود کا نشان موجود ہے، اس کا مطلب ہے، مقتول کو اس کی طرف سے بالکل کوئی خطرہ نہیں تھا..... یہی نادم گیلانی کی باری میں ہوا ہے .... اب سوال یہ ہے کہ یہ پین کس کا ہے... قاتل کا یا مقتول کا اس سوال کا جواب کون دے گا۔"

"کیا یہ بھی کوئی مشکل سوال ہے۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! بالکل۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میرے خیال میں یہ سوال بالکل مشکل نہیں ہے، لیجئے میں جواب دے دیتا ہوں..... پین قاتل کا ہے۔"

"یہ کہنا آسان ہے... ثابت کرنا مشکل..... چلو ثابت کرو کہ یہ پین قاتل کا ہے۔"

''ثابت کروں ...بھلا میں یہ بات کس طرح ثابت کر سکتا ہوں۔'' محمود نے بوکھلا کر کہا۔

''دیکھا.... مشکل ثابت ہو گیا نا...فاروق تم بتاؤ۔''

''مم ....میں .... ہاں یہ پین قاتل کا ہے ...اس لیے کہ .... بس قاتل کا ہے۔'' فاروق نے جلدی سے کہا۔

''یہ تم نے ثابت کیا ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے آنکھیں نکالیں۔

''تب پھر آپ بتائیں، کس طرح ثابت کروں۔''

''حد ہو گئی ... یہ بتا دیا تو ثابت کرنے کی کیا ضرورت رہ جائے گی۔'' انہوں نے جھلا کر کہا۔

''سس ....سوری....کوئی بات ذہن میں نہیں آ رہی۔''

''خیر ....فرزانہ تم بتاؤ....یہ پین قاتل کا کس طرح ثابت کیا جا سکتا ہے۔''

''جی بہت آسانی سے۔'' وہ مسکرائی۔

''خوب! یہ ہوئی نا بات.... خان رحمان تم بتاؤ۔''

''لیکن ابھی فرزانہ نے کب بتایا ہے۔'' وہ بوکھلا کر بولے۔

''تم فرزانہ کی بات چھوڑو.... یہ بتاؤ..... یہ چین قاتل کا کس طرح ہے۔''

''م.... میں.... نن.... نہیں.... وہ.... میں۔'' وہ ہکلائے۔

''شکریہ جمشید! تم نے تعریف تو کی... میرا خیال تھا کہ تم تعریف کرنے کے معاملے میں بہت کنجوس ہو۔''

''نہیں.... بہت سخی ہوں..... اب پروفیسر داؤد بتائیں۔''

''یار جمشید! تم تو جانتے ہی ہو، میں سائنس دان ہوں.... جاسوس دان نہیں۔''

''یہ کیا بات ہوئی.... جاسوس دان۔''

''بھئی اگر سائنس دان ہو سکتا ہے تو جاسوس دان کیوں نہیں ہو سکتا..... پہلے تم یہ بات ثابت کرو۔'' انہوں نے پر زور دار انداز میں کہا۔

''واہ.... اسے کہتے ہیں سونے پر سہاگہ۔'' فاروق چہکا۔

''میرا خیال ہے، اس کو سونے پر سہاگہ نہیں کہتے۔'' محمود نے جلدی سے کہا۔

''نہیں کہتے ہوں.... تم ٹانگ ضرور اڑایا کرو۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''ختم کرو..... فرزانہ تم وضاحت کرو..... یہ بات کس طرح ثابت ہے کہ پین مقتول کا نہیں قاتل کا ہے۔''

انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

''کیوں نہیں.... دیکھیے.... ظاہر انسپکٹر مانی کو لیے سیدھا یہاں آیا

تھا....اب وہ آگے بڑھ رہے تھے کہ ایسے میں یہ پین گر گیا....آتے ہوئے اگر یہ پین گرا تھا، تو ان دونوں میں جس کا تھا وہ ضرور اٹھاتا، اس لیے کہ پین بہت قیمتی ہے.....قیمتی نہ ہوتا..تب بھی قدرتی بات ہے کہ وہ ضرور اٹھاتا.....لیکن دونوں نے نہیں اٹھایا....اس کا مطلب ہے....یہ اس وقت تو گرا ہی نہیں تھا....قاتل نے جب اپنا کام کرلیا اور وہ واپس پلٹا....یہ اس وقت گرا....اور چونکہ وہ قتل کر کے آرہا تھا، اس لیے اس پر کسی حد تک تو گھبراہٹ اور خوف طاری تھا...اس لیے اس نے پین کی پرواہ نہ کی....یہ سوچ کر کہ اس کے ذریعے کون سا اس کا سراغ لگایا جاسکتا ہے.....اس لیے میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ پین قاتل کا ہے.....'' یہاں تک کہہ کر فرزانہ خاموش ہوگئی۔

''بہت خوب فرزانہ....تم نے میرے ذہن کے مطابق اس سوال کا جواب دیا ہے.....میں نے یہی اندازہ قائم کیا تھا....اب پہلے اکرام

اس پر سے نشانات اٹھائے گا.....پھر ہم اس کو اٹھا کر دیکھیں گے،

ان لوگوں نے انسپکٹر مانی کو اس لیے قتل کر دیا کہ وہ ہمیں کچھ نہ بتا سکے

.....اور اس لیے میں سوچ رہا ہوں

یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔''

''فرمائیں.....آپ کیا سوچ رہے ہیں۔''

''یہ کہ نادم گیلانی کا قتل ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوا ہے

...ابھی تک ہم قتل کی وجہ بھی نہیں جان سکے۔''

پھر اکرام وہاں پہنچ گیا.....

''اکرام پہلے اس قلم پر سے انگلیوں کے نشانات اٹھا لو۔''

''کیوں سر.....کیا اس میں کوئی خاص بات ہے۔''

''ہو بھی سکتی ہے...ویسے یہ قاتل کا ہے۔''

''اوہ اچھا.....'' اس نے کہا اور اپنے ایک ماتحت کو اشارہ کیا،

پھر وہ دوسرے ماتحتوں کو لے کر اندر چلا گیا

ماتحت نے اپنا کام کرنے کے بعد ان سے کہا:

''اب آپ قلم اٹھا سکتے ہیں۔''

انسپکٹر جمشید نے پین اٹھا لیا، اس کو کھول کر دیکھا .... بے حد قیمتی تھا لیکن اس میں کوئی اور بات نہیں تھی۔

''انگلیوں کے نشانات ہیں اس پر؟''

''جی ہاں! واضح نشانات موجود ہیں۔''

''بہت خوف! تب تو ہم نے قاتل کی انگلیوں کے نشانات حاصل کر لیے۔''

''شرط یہ کہ یہ پین قاتل کا ہی ہو۔''

''فکر نہ کرو .... یہ قاتل کا ہی ہے ...'' انہوں نے یقین کے عالم میں کہا اور پین کو جیب میں رکھ لیا۔ انسپکٹر

مانی کی انگلیوں کے نشانات بھی لیے گئے ....پھر پین پر پائے جانے والے نشانات سے ان کو ملایا گیا....

لیکن پین پر ملنے والے نشانات انسپکٹر مانی کے نہیں تھے، اب تو انہیں یقین ہو گیا کہ پین قاتل کا ہی ہے...

ایسے میں انسپکٹر جمشید کو ایک اور خیال آیا ...وہ جلدی سے اکرام کی طرف لپکے.....

''اکرام گھر کے برتنوں اور دوسری چیزوں پر سے بھی انگلیوں کے نشانات لے اور اپنے ریکارڈ سے ملا کر چیک کرو....یہ مکان کچھ جرائم پیشہ استعمال کرتے ہیں....ہو سکتا ہے ریکارڈ کے ذریعے ان کا سراغ مل جائے۔''

''بہت بہتر! یہ تو آپ نے اہم بات کی طرف توجہ دلائی ہے۔'' اکرام جوش میں بھر گیا۔

پھر نشانات لے کر اور تصاویر وغیرہ لے کر وہ رخصت ہو گیا... لاش پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوا دی گئی۔

''میرا خیال ہے.... ہم اپنی تفتیش نادم گیلانی کے گھر سے شروع کرتے ہیں.... وہیں سے معلوم ہو سکے گا آخر قتل کی وجہ کیا ہے۔''

وہ وہاں سے نادم گیلانی کے گھر پہنچے.... سب سے پہلے انہوں نے خادم گیلانی کو ایک کمرے میں بلوایا...

''کیا آپ بتا سکتے ہیں... آپ کے والد صاحب کے قتل کی کیا وجہ ہو سکتی ہے اور قاتل کون ہو سکتا ہے۔''

''جی نہیں.... ہم سب حیرت زدہ ہیں.... نہ تو ان کی کسی سے دشمنی تھی ...نہ کوئی لین دین کا جھگڑا تھا۔''

''تب پھر آپ یا آپ کے بھائی بہن ان کی دولت کے مالک بننے

کے لیے یہ کام کر سکتے تھے۔''

''نہیں.....اس دولت پر ان کی زندگی میں بھی ہمارا کنٹرول تھا....وہ ہمیں کسی بات سے بھی نہیں روکتے تھے...لہذا ہم کیوں انہیں قتل کرتے۔''

''کوئی ایسا عزیز جسے اپنا حق مارے جانے کی شکایت ہو۔''

''جی نہیں۔''

''کیا آپ کے کوئی چچا یا ماموں ہیں۔''

''جی نہیں.....ایسا کوئی رشتے دار موجود نہیں ہے۔''

''تب پھر آخر انہیں قتل کیوں کیا گیا...۔''

''یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آرہی۔'' اس نے کہا۔

''خیر...آپ اپنے چھوٹے بھائی کو بھیج دیں۔''

چھوٹے بیٹے کا نام عاصم گیلانی تھا.....انہوں نے اس سے بھی

سوالات کیے... اس نے بھی بالکل یہی

جوابات دیے.... پھر لڑکیوں کی باری آئی... ایک لڑکی نام عاصمہ

گیلانی اور دوسری کا نازیہ گیلانی تھا...

انہوں نے بھی بالکل ایسی ہی باتیں بتائیں.... بیگم نادم گیلانی بھی کوئی

بات نہ بتا سکیں... لہذا وہ ان کی طرف سے مایوس ہو گئے.... ان کا کوئی

دشمن بھی نہیں تھا....

آخر انہوں نے صابر کو بلوایا... انسپکٹر جمشید نے اس کے چہرے پر

نظریں جما دیں اور پھر سرسری انداز میں بولے:

"آپ دوپہر کے بعد نادم گیلانی صاحب کے کمرے میں داخل

ہوئے تھے.... ٹھیک ہے۔"

"جی ہاں! بالکل ہوا تھا... پہلے ہی بتا چکا ہوں۔"

"لیکن کیوں... آپ وہاں اس وقت کیوں گئے تھے۔"

''پہلی بات انہیں میں روز اس وقت جگاتا ہوں....پھر ان سے چائے وغیرہ کے لیے پوچھتا ہوں...یہ روز کا کام ہے....گھر والے اس بات کے گواہ ہیں۔''

''خیر...آپ کو جب لاش نظر آئی..آپ گھبرا گئے...گھبراہٹ میں آپ نے وہ پستول اٹھالیا...اس طرح آپ کے ہاتھ خون آلود ہو گئے..آپ نے اسی وقت گھر والوں کو کیوں نہ بتایا۔''

''تاکہ وہ مجھ پر شک نہ کرسکیں۔''

''لیکن آپ کو پستول اٹھا کر اپنے کمرے میں نہیں لے جانا چاہیے تھا۔''

''بس! گھبراہٹ میں مجھ سے یہ بھول ہو گئی۔''

''آپ یہاں کب سے ملازمت کررہے ہیں۔''

''چھے ماہ سے۔''

''اس سے پہلے آپ کہاں ملازمت کرتے تھے۔''

''جی وہ...میں۔''

''ہاں ہاں.....کہو....۔''

''میں چوری کر بیٹھا تھا....پکڑا گیا....سزا کاٹ کر باہر آیا تو ان کے ہاں ملازمت کر لی.....۔''

''کیا انہیں بتا دیا تھا کہ تم سزا یافتہ ہو۔''

''نن ....نہیں میں نے اپنی غربت کی ایک فرضی کہانی انہیں سنائی تھی۔''

''اور انہوں نے تمہیں ملازم رکھ لیا۔''

''جی ہاں....۔''

''آپ نے کب اور کہاں چوری کی تھی۔''

''ایک جج صاحب کے گھر۔''

''کیا کہا... جج صاحب کے گھر میں۔''

''ہاں! لیکن میں رنگے ہاتھوں پکڑا گیا تھا۔''

''جج کا نام، آپ کو کس نے گرفتار کیا تھا۔''

''جج صاحب کا نام میں بھول گیا... عجیب سا نام تھا۔''

''وہ ہم معلوم کر لیں گے... گرفتار کس نے کیا تھا۔''

''سب انسپکٹر مانی نے۔''

''کیا!!!'' وہ سب یک دم بول اٹھے۔

عین اس لمحے فون کی گھنٹی بجی.... انسپکٹر جمشید نے فون کان سے لگالیا:

''سر! اکرام بات کر رہا ہوں۔'' اس کی آواز میں جوش تھا۔

''کیا پتا چلا۔''

''پین پر پائے جانے والے نشانات ایک کرائے کے قاتل کے ہیں۔''

''اوہ....اوہ...اس کا نام۔''

''جوبانا ٹا۔''

''یہ کہاں مل سکے گا....''

''میں آرہا ہوں سر...آپ کو لے چلوں گا۔''

''خوب..خوب۔''انہوں نے فون بند کردیا اور پھر صابر کی طرف مڑے:

''تو جج کا نام آپ بھول گئے..انسپکٹر مانی کا نام یاد رہ گیا۔''

''ہاں جناب!''

''محمود، فاروق....اس کی مرمت شروع کردو۔''

''جی.....کیا مطلب۔''

وہ زور سے اچھلا....

☆☆☆

دوہری سیف

''ہاں بھئی... میں نے کہا ہے... اس کی مرمت شروع کر دو۔''

''میں نے کیا کیا ہے... میری مرمت کیوں کرانا چاہتے ہیں۔'' صابر نے بوکھلا کر کہا۔

''تم نے مرمت شروع نہیں کی۔'' انسپکٹر جمشید سرد آواز میں بولے، جیسے انہوں نے صابر کا جملہ سنا ہی نہیں۔

دونوں چونکے اور پھر انکے ہاتھ پیر چلنے لگے.... ویسے انہیں صابر پر ترس آ رہا تھا اور ان کے خیال میں اسے مارنا پیٹنا نہیں چاہیے تھا، لیکن وہ مجبور تھے، ان کے والد کا حکم یہی تھا... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے بھی تیز آواز میں کہا:

''یہ کیا! میں محسوس کر رہا ہوں، تم اس کے ساتھ نرم سلوک کر رہے ہو... ابھی تک ایک بھی سخت ہاتھ نہیں مارا تم نے۔''

وہ پھر چونکے.... درست بات یہی تھی... وہ اس کے ساتھ نرمی کر رہے

تھے، لیکن ان کے والد نے ان کی

یہ بات بھی بھانپ لی تھی.... اب وہ بالکل مجبور ہو گئے، انہوں نے صحیح

معنوں میں اس کی مرمت شروع

کر دی... اب تو وہ بری طرح چیخنے لگا... ایسے میں اس نے چلا کر کہا:

''آخر میرا قصور کیا ہے.... مجھے کیوں مارا جا رہا ہے۔''

اس کے سوال پر محمود اور فاروق نے فوراً ان کی طرف دیکھا کہ شاید وہ

ہاتھ روکنے کا حکم دیں، لیکن انہوں نے نہ تو ان دونوں کی طرف دیکھا

.....نہ صابر کی طرف.... منہ دوسری طرف کیے کھڑے رہے.. اس کا

مطلب تھا مار پیٹ جاری رہے گی..... ان کے والد ایسا کام کبھی نہیں

کرتے تھے..... وہ تو سوالات کے ذریعے دوسروں کو اپنا جرم قبول کر

نے پر مجبور کر دیتے تھے...... تین منٹ تک مسلسل مار کھانے کے اور

چیخنے کے بعد آخر صابر بلند آواز میں بولا:

''اچھا ٹھیک ہے..... بند کرو.... میں سب کچھ بتاتا ہوں۔''

انہیں حیرت کا شدید جھٹکا لگا جبکہ انسپکٹر جمشید مسکرا اٹھے۔

''اب کیا خیال ہے بھئی۔''

''حیرت انگیز۔''

''یہ لاتوں کا بھوت ہے باتوں سے ہرگز نہ مانتا۔''

''آپ نے کیسے جان لی یہ بات۔'' فرزانہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

''جس انداز سے یہ باتوں کے جوابات دے رہا تھا، اس سے اندازہ لگایا تھا.... خیر... اب سب لوگ آرام سے بیٹھ جاؤ اور سنو! یہ کیا کہتا ہے۔''

وہ سب بیٹھ گئے اور لگے صابر کی طرف دیکھنے.... اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا...

آخراس نے منہ کھولا:

''میں ایک چور ہوں ....عادی چور ......چوریاں کیا کرتا تھا.....ایک دن پکڑا گیا، مجھ پر مقدمہ چلا، تمام ثبوت میرے خلاف تھے، جس دن جج صاحب کو سزا سنانا تھی، اس وقت جیل میں میرے پاس ایک شخص آیا.....اس نے اندار آکر مجھ سے ملاقات کی اور کہا....اگر میں چاہوں تو رہا ہوسکتا ہوں، اس کی بات سن کر مجھے حیرت ہوئی.....جو اب میں میں نے کہا، بھلا میں کیوں نہ چاہوں گا....اس نے کہا...تب پھر تمہیں ہمارے لیے کام کرنا ہوگا.....جہاں ہم کہیں گے وہاں چوری کرنی ہوگی.....یا واردات کرنا ہوگی.....آئندہ پولیس اور جیل سے بچانا ہماری ذمہ داری ہوگی....میں اس کی بات سن کر حیران ہوا، سوچا ....ویسے بھی تو جیل جانا پڑ رہا ہے....چنانچہ جیل جانے سے پہلے اس شخص سے بات طے کرلی....اس کی بات مان لی اس نے کوئی بات نہ

بتائی....اور یہ کہہ کر چلا گیا...اب جج تمہیں سزا نہیں دے سکے گا....ہم اس کے بچے کو اغوا کر لیں گے۔''

''اوہ....نن نہیں۔'' گھبرا کر بولا۔

''بس جناب...یہ ہے میری کہانی.....جج نے مجھے یہ کہہ کر بری کر دیا کہ شک پایا جاتا ہے.....جونہی میں عدالت سے نکلا.....دو آدمی ایک طرف سے آئے اور مجھے ایک کار میں بٹھا کر لے گئے....وہ دن اور آج کا دن میں اس گروہ کے لیے کام کرتا ہوں۔''

''گروہ کا اڈا کہاں ہے...کام لینے والے کون ہیں۔''

''اس کا نام ظاہر ہے۔''

''اوہو اچھا....اور پتا۔''

''داؤد روڈ.....کوٹھی نمبر ۱۵۔''

''اوہ اچھا...آگے کہو.....'' انسپکٹر جمشید بری طرح بے چین ہو گئے

....یہ وہی عمارت تھی جس میں انسپکٹر

مانی کو قتل کیا گیا تھا..... جہاں سے انہیں قاتل کا پین ملا تھا.....

''لیکن اس کیس میں تم نے کیا کردار ادا کیا ہے۔''

''ہمیں حکم ملا کہ نادم گیلانی کے تمام ہیرے چرانے ہیں.... جتنے ہیر

ے وہ گھر میں رکھتا ہے، ان سب پر

ہاتھ صاف کرنا ہے.....سو پہلے مجھے یہاں ملازمت کرنے کی ہدایات

کی گئی....اس طرح میں نے یہاں

آ کر نادم گیلانی صاحب کو فرضی کہانی سنائی اور انہوں نے مجھے ملازم

رکھ لیا....پھر جب یہاں مجھ پر ان

سب کا اعتماد ہو گیا اور میں گھر کا بھیدی ہو گیا....تب قتل کا پروگرام بنایا

گیا۔''

''قتل کس نے کیا۔''

"انسپکٹر مانی نے....وہ بھی اس گروہ کا آدمی ہے....مجھے اس نے حکم دیا تھا کہ پستول اپنے کمرے میں پہنچا دوں....اور اس کے جانے کے بعد اسے فون کر کے بلا لوں...چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔"

"ایس نہیں کیا گیا...یہاں تک بھول رہے ہو....جس وقت ہم یہاں آئے تھے، انسپکٹر مانی نہیں.....

کاشف یہاں تھا....اور وہ تمہارے فون کرنے پر نہیں آیا تھا....انہیں تو گھر والوں نے فون کیا تھا۔"

"میں مار پیٹ کی وجہ سے غلط بول گیا، دماغ کام نہیں کر رہا، انسپکٹر مانی نے جاتے ہوئے کہا تھا پستول اپنے گھر میں چھپا دوں....اور انسپکٹر کاشف کو فون کروں کہ یہاں قتل کی واردات ہوگئی ہے۔"

"ہاں! لیکن فون تم نے نہیں، گھر والوں نے کیا تھا....تمہیں تو ہم نے بعد میں بلوایا تھا۔"

”ہاں! یہی بات ہے.... میں انسپکٹر مانی کے جانے کے بعد خوف محسوس کرنے لگا تھا کہ یہ لوگ اب مجھے پھنسوانے والے ہیں، آخر پستول میرے کمرے میں کیوں رکھوایا گیا.. اور بات یہی تھی.... یہ لوگ اب مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے تھے..... اس لیے پستول مجھے چھپانے کے لیے کہا تھا۔“

”اس گروہ کا سربراہ کون ہے؟“

”طاہر.... ہم سے تو وہی کام لیتا ہے.....“

”لیکن اس کیس میں سب سے عجیب بات یہ ہے کہ ہیرے نہیں چرائے گئے.... جب کہ تم لوگوں کو موقع حاصل تھا۔“

”ہیرے چرائے گئے ہیں.....“ اس نے کہا۔

”کیا کہہ رہے ہو۔“ خان رحمان مارے حیرت کے چلائے۔

"ہاں! ہیرے چرائے گئے ہیں۔"

"بالکل غلط.....ہیرے اپنی جگہ موجود ہیں...بس ایک انسپکٹر کامران مرزا نے چرایا تھا، وہ بھی میں نے اس سے نکلوا۔"

"یہ.....یہ سب نقلی ہیرے ہیں.....جو یہاں آپ کو نظر آرہے ہیں۔"

"کیا.....نہیں۔" وہ ایک ساتھ چلائے۔

اب انہوں نے خان رحمان کی طرف دیکھا.....مارے حیرت کے ان کا برا حال ہو گیا؛...کیونکہ سیف میں موجود ہیروں کو انہوں نے دیکھا تھا، اگر وہ مصنوعی ہوتے تو اسی وقت پتا چل جانا چاہیے تھا...لیکن انہوں نے یہ بات محسوس نہیں کی تھی...اس وقت انہیں حیران دیکھ کر وہ بھی حیران رہ گئے۔

"یہ بات درست نہیں ہو سکتی۔" وہ بڑبڑائے۔

"کیوں نہ ہم ایک بار پھر ان ہیروں کو دیکھ لیں۔" انسپکٹر جمشید نے

کہا۔

''ضرور... کیوں نہیں... لیکن پہلے تو ہم ذرا ان صاحب سے پوچھ لیں... اگر یہ تمام ہیرے مصنوعی ہیں تو کیا پہلے اصل ہیروں کی نقل تیار کی گئی تھی۔''

پھر وہ اس سیف میں سے اصل ہیرے مجھے کس طرح دکھا دیتے تھے۔''

''یہی راز میں نے چھ ماہ میں معلوم کیا۔'' وہ مسکرایا۔

''آخر کیا۔''

''یہ سیف دوہری سیف ہے۔''

''ارے باپ رے۔'' وہ چلائے۔

''اس میں نقلی ہیروں کے خانوں کے نیچے اصلی ہیرے ہوتے ہیں... ان کو کھولنے کی ایک خاص ترکیب

ہے ....نا دم گیلانی وہ خانے کسی اور کے سامنے نہیں کھولتے تھے

....مثلاً جب آپ کو آنا ہوتا تھا، تب وہ

پہلے ہی اصلی خانوں کو آگے کر لیتے تھے....''

''نن ....نہیں اس کا مطلب ہے ....تم لوگوں نے اصلی ہیرے تمام

کے تمام چرا لیے ہیں۔'' خان رحمان بولے۔

''ہاں! جناب بالکل یہی بات ہے....اس سے بڑا ہاتھ تو ہم نے مارا

ہی نہیں آج تک۔''

''حد ہو گئی ...اتنی بڑی چوری ہو گئی ....یعنی کروڑوں کے ہیرے

چرا لیے گئے اور ہمیں کانوں کان پتا

نہیں۔''

''اسے کاری گری کہتے ہیں۔''

''لیکن....اگر یہ منصوبہ صرف ہیرے چرانے تک تھا تو پھر نادم گیلانی

کو قتل کیوں کیا گیا..اس کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔"

"ان کو قتل کے بغیر ہم سیف کے اصل خانے نہیں کھول سکتے تھے۔" صابر نے کہا۔

"کیا مطلب....یہ کیا بات ہوئی۔"

"سیف کا تعلق ایک خفیہ الارم سے ہے...جونہی کوئی اس سیف کو کھولنے کی کوشش کرتا ہے....میرا مطلب ہے...نادم گیلانی صاحب کے علاوہ....تو وہ الارم بج اٹھتا ہے...اس الارم کا تعلق صرف نادم گیلانی کے جسم سے ہے....وہ ان کے جسم کے ساتھ چپکا ہوا ہے

....مطلب یہ کہ اگر کوئی خفیہ طریقہ

معلوم کر بھی لے....تب بھی سیف کے کھولنے کا علم نادم گیلانی کو ہو جائے گا....اور ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکا

کہ وہ آلہ ان کے جسم میں کہاں ہے اور اس کو کیسے اتارا جا سکتا

ہے.... چھ ماہ یہاں رہنے اور اپنی ایمان داری کا سکہ جما لینے کے باو
جود میں یہ راز جان سکا... یہ راز ان کے گھر میں بھی کسی کو معلوم نہیں۔''
''لیکن اب یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ انہوں نے کوئی ایسا انتظام کر ارکھا
ہے۔'' محمود نے الجھن کے عالم میں پوچھا۔

''یہ ایک دن خواب میں بڑبڑا رہے تھے ...میں نے الفاظ سن لیے
....اب میں ان کے جسم پر سے وہ آلہ

کیسے تلاش کر لیتا.....''

''ہوں خیر....اس کا مطلب ہے....تم لوگ ہیرے چرا چکے ہو۔''

''ہاں جناب! اس میں شک نہیں۔''

''ہیرے کہاں ہیں۔''

''داؤ دوالی عمارت میں جہاں سے ظاہر ہمیں احکامات دیتا ہے۔''

''کیا تمہیں اپنا حصہ مل گیا ہے۔''

''چھ ماہ بعد ملے گا....اس لیے کہ فی الحال ان ہیروں کو نہ فروخت کیا جاسکتا ہے، نہ باہر نکالا جاسکتا ہے...

وہ گروہ کے باس کے پاس رہیں گے....ویسے باس نے آج تک اپنے کارکنوں سے بے ایمانی نہیں کی۔''

''اوہ اچھا...ساری باتیں صاف ہوگئیں...کیا انسپکٹر کاشف خان بھی تم لوگوں کا ساتھی ہے۔''

''جی نہیں۔''

''گویا انسپکٹر مانی گروہ میں شامل تھا۔''

''ہاں!وہ تو تھا۔''

''اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اعجاز جوزی کو کیوں اغوا کیا گیا..انسپکٹر مانی کے ذریعے اسے کیوں پٹوایا گیا۔''

''اس بارے میں مجھے معلوم نہیں۔''

ایسے میں فون کی گھنٹی بجی .....دوسری طرف اکرام تھا....وہ پر جوش انداز میں کہہ رہا تھا:

''سر.....چین کے نشانات ریکارڈ میں مل گئے ہیں....یہ کالونتارا کے ہیں۔''

''کالونتارا۔''ان کے منہ سے نکلا۔

''جی ہاں! جرائم کی دنیا کا خوفناک آدمی....صرف ایک بار پکڑا جا سکا ...لیکن جیل توڑ کر بھاگ نکلا...اس کے بعد سے آج تک اس کا کوئی سراغ نہیں مل سکا....یہ پہلا موقع ہے....اس کی انگلیوں کے نشانات والا چین مل گیا۔''

''ہوں! اس کا مطلب ہے.....اس کے ٹھکانے وغیرہ کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں۔''

''جی نہیں....آپ کو معلوم کرنا پڑے گا۔''اکرام ہنسا۔

’’خیر.... ہم ان شاء اللہ بہت جلد اسے پکڑ لیں گے.... کیس اب سیدھا گیا ہے.... اکرام کروڑوں کے ہیرے چرائے گئے ہیں۔‘‘

’’جی.... کیا فرمایا.... کروڑوں کے ہیرے چرائے گئے ہیں۔‘‘

’’ہاں.... لیکن اس طرح کہ کسی کو معلوم نہ ہو سکے.... تفصیلات تمہیں معلوم ہو جائیں گی..... میں ذرا اس وقت صابر سے بات کر رہا ہوں.... تم اس کی گرفتاری کے لیے آ جاؤ۔‘‘

’’کیا اس نے اقبال جرم کر لیا ہے۔‘‘

’’ہاں! بالکل...‘‘ انہوں نے فوراً کہا۔

’’اچھی بات ہے... میں آ رہا ہوں۔‘‘

وہ پھر صابر کی طرف مڑے:

’’اچھا تو تم اور کیا بتا سکتے ہو۔‘‘

’’مجھے جو معلوم تھا.... بتا چکا۔‘‘ اس نے کہا۔

’’اچھی بات ہے....اگر کوئی بات یاد آجائے تو بتا دینا.....اگر تم قانو
ن کی مدد کرو گے تو قانون تمہاری سزا میں کمی کر سکتا ہے۔‘‘

’’آپ جھوٹی تسلی نہ دیں ....میں یہ جانتا ....اب میں بچ نہیں
سکتا.....۔‘‘

’’لیکن سزا میں کمی ہو سکتی ہے۔‘‘

’’اچھی بات ہے...کوئی بات یاد آگئی تو ضرور بتا دوں گا۔‘‘

’’تم نے کہاں کہاں چوریاں کیں....کہاں کہاں ہاتھ مارے.....یہ
تفصیلات تم میرے ماتحت سب انسپکٹر
اکرام کو لکھوا دینا۔‘‘

’’جی اچھا۔‘‘

’’یہاں سے ہیرے کون لے گیا ہے۔‘‘

’’سب انسپکٹر مانی۔‘‘

انہوں نے پوسٹ مارٹم سیکشن فون کیا... ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر نے ان کا فون سنا.....

''کیا مقتول نادم گیلانی کے جسم پر کوئی آلہ چپکا ہوا ملا ہے۔''

''آلہ.... میرا خیال ہے.. اس کو آلہ تو نہیں کہا جا سکتا۔''

''کیا مطلب؟'' وہ چونکے۔

''ان کی پسلیوں میں پلستر نما کوئی چیز ضرور لگی ملی ہے... لیکن یہ بہر حال پلستر نہیں ہے۔''

''اس کو محفوظ کر لیں.. میرے ایک ماتحت آ کر وصول کر لیں گے۔''

''اچھی بات ہے۔''

انسپکٹر جمشید نے حوالدار توحید احمد کے ذمے یہ کام لگا دیا... پھر اکرام وہاں پہنچ گیا.... صابر کو اس کے حوالے کر کے اور ہدایات دے کر وہ وہاں سے نکل آئے... اب ان کا رخ اعجاز عرف جوزی کے گھر کی طرف

تھا۔

وہ ان سب سے خوش ہو کر ملا:

''ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔''انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

''کیا فرمایا آپ نے .....آپ کو اور میری مدد کی ضرورت .....میں اس قابل کہاں .....البتہ مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔''

''ہم ہر طرح آپ کی مدد کریں گے ..اب یہ بتائیں .....آپ کو اغوا کس نے کیا تھا۔''

''بھلا مجھے کیا معلوم .....میں تو سو رہا تھا کہ وہ اندر داخل ہوئے اور میرے سر پر کوئی وزنی چیز مار کر اٹھا لے گئے .....آنکھ کھلی تو میں تھانے میں تھا اور مار پیٹ کا عمل شروع ہو چکا تھا.....۔''

''اب آپ پر تشدد کرنے والا تو اس دنیا میں ہے نہیں ...ہم کس سے

''ہاں! یہ جملہ بولا تھا اس نے .... یہ کہتے وقت اس کے چہرے پر بہت زیادہ خوشی تھی ....۔''

''ایک منٹ۔''

یہ کہہ کر انہوں نے اکرام کے نمبر ملائے، جلدی اس کی آواز سنائی دی:

''اکرام ...شہر میں کوئی رنگ محل نامی جگہ ہے۔''

''رنگ محل .....جی نہیں ....میں نے تو نہیں سنا یہ نام۔''

''اچھا خیر ....۔'' یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا ...پھر اس کی طرف مڑے:

''اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کو اغوا کیوں کیا گیا تھا ....تو ہم کامیابی کی طرف بڑھ سکتے ہیں ...

مہربانی فرما کر ذہن پر زور دیں ....آپ کو کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور معلوم ہوئی تھی ....کہ ان لوگوں کو اغوا کرنے کی ضرورت پیش آ

گئی.....۔''

''مم......مجھے ایک بات یاد آ رہی ہے۔'' اس نے پرجوش انداز میں کہا۔

''بہت خوب......جلدی بتائیں.....کیا بات یاد آ رہی ہے۔''

وہ بری طرح بے چین ہو گئے۔

☆☆☆

باکمال لوگ

''میں ایک دن نادم گیلانی صاحب کے پاس آیا تھا، نعیم صاحب نے مجھے بھیجا تھا.... انہوں نے زبانی یہ پیغام بھجوایا تھا کہ ہیروں کی نئی کھیپ آ گئی ہے.... لہذا تیاری کر لیں..... جب میں نے نادم گیلانی کو یہ بات بتائی تو وہ بری طرح اچھلے تھے.... پھر اچانک انہیں خیال آیا کہ میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں.....

اس لیے انہوں نے خود پر قابو پا لیا اور پر سکون ہو کر بولے:

''اچھا ٹھیک ہے پیغام مل گیا.... اب تم جاؤ۔''

''اس میں کوئی عجیب بات نہیں.... لیکن وہ اس طرح کیوں اچھلے.... یہ بات ضرور عجیب ہے..... گویا اب ہمیں اس سلسلے میں نعیم سے ملنا ہوگا .... آپ ان کے پاس کام کرتے ہیں..... یہ کیسے آدمی ہیں۔''

''بہت اچھے..... بہت نیک ..... اور ایمان دار۔''

''شکریہ..... ہم آپ سے پھر ملیں گے..... اس دوران یاد کرنے کی کوشش کرتے رہیں کہ آپ کو اغوا کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔''

''جی اچھا! میں سوچنے کی کوشش کروں گا..... ذہن میں کوئی بات آئی تو بتا دوں گا۔''

''شکریہ!'' یہ کہہ کر وہ وہاں سے اٹھ آئے۔

اب ان کا رخ صرافہ بازار کی طرف ہو گیا..... نعیم اینڈ کو شہر کی سب سے بڑی دکان تھی۔ اس کا مالک نعیم ان سے بہت روکھے انداز میں ملا:

''آپ لوگ میرے پاس کیسے آئے ہیں، میرا نادم گیلانی کے قتل سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔''

''آپ کا ان سے کاروباری تعلق تو تھا نا۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''ہاں! وہ تو تھا۔''

''شکریہ! رنگ محل کہاں واقع ہے؟'' محمود نے سرسری انداز میں کہا۔

"رنگ محل۔" اس نے چونک کر کہا... پھر فوراً خود پر قابو پالیا اور بولا:

"رنگ محل کیا؟"

"اس شہر میں کوئی جگہ ہے... اس کا نام رنگ محل ہے۔"

"میں اس نام کی کسی جگہ کے بارے میں نہیں جانتا۔" اس نے منہ بنایا۔

"آپ جوزی عرف اعجاز کو جانتے ہیں۔"

"وہ میری دکان پر ملازم ہے..... کسی نے اغوا کرلیا تھا... اب مل گیا ہے..... لیکن سنا ہے.... زخمی ہے... تندرست ہونے پر آجائے گا۔"

"آپ نے اس کے ذریعے ایک دن نادم گیلانی کو پیغام بھیجا تھا..... یہ کہ ہیروں کی نئی کھیپ آگئی ہے۔"

"ہاں تو پھر... اس سے کیا ہوتا ہے.... ہمارا کام ہی ہیرے جواہرات کا ہے..... نادم گیلانی بھی ہیروں کا سوداگر تھا..... ہمارے آپس میں کا

روباری تعلقات تھے..... جب میرے پاس کچھ نئے ہیرے آتے تھے تو میں انہیں بلاتا تھا... ان کے پاس مال آتا تو وہ مجھے بلا لیتے تھے

،اس میں عجیب بات کیا ہے۔''

''ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اس میں کوئی عجیب بات نہیں ہے۔''

''تب پھر مجھ سے ایسے انداز میں کیوں پوچھ رہے ہیں جیسے یہ کوئی بہت عجیب بات ہو۔''

''اس کی وجہ ہے۔''

''اور وہ کیا وجہ؟''

''جب جوزی نے آپ کا یہ پیغام، جس میں کوئی عجیب بات بھی نہیں، نادم گیلانی کو دیا تو وہ بہت زور سے اچھلے تھے۔''

''کیا مطلب..... بہت زور سے اچھلے تھے۔''

''ہاں! جوزی کا بیان یہی ہے۔''

”اسے غلط فہمی ہوئی ہے.....وہ کسی اور بات پر اچھلے ہوں گے ہو سکتا ہے....ادھر جوزی نے ان سے یہ بات کہی ہو، ادھر انہیں کوئی چونکا دینے والا خیال سوجھ گیا ہو اور وہ اچھل پڑے ہوں....اس سے جوزی نے یہ خیال کیا ہو کہ وہ اس کی بات سن کر چونکے ہیں، جب کہ آپ خود سوچیں، بھلا اس جملے میں کیا خاص بات تھی کہ وہ اس طرح اچھل پڑے۔“

”صاف ظاہر ہے....کوئی بات نہیں تھی....وہ کسی اور ہی بات پر اچھلے تھے۔“

”پتا نہیں....کیا بات ہے....مجھے یقین سا ہے کہ وہ اسی جملے پر اچھلے تھے۔“

”تب پھر اس کی وجہ بھی وہی بتا سکتے ہیں.....آپ انہی سے پوچھ لیں۔“

''مرنے کے بعد اگر کوئی بتانے کے قابل ہوتا تو میں ضرور پوچھتا ان سے۔'' انہوں نے منہ بنایا۔

''تب پھر یہ بات بھلا میں کیسے بتا سکتا ہوں جب کہ اچھلے وہ تھے میں نہیں.....''

''او کے.... یہ جوزی عرف اعجاز آپ کے ہاں کب سے ملازم ہے اور کیا آپ کو اس پر اعتماد ہے.....''

''ہاں! کیوں نہیں.... بہت پرانا ملازم ہے.... بہت ایمان دار ہے۔''

''اس کے اغوا کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔''

''میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا...اور میں ہی کیا.... جسے اغوا کیا گیا، وہ بھی نہیں جانتا کہ اسے کیوں اغوا کیا گیا تھا۔''

''اچھا چھوڑیں.... صرف ایک سوال کا جواب دے دیں۔''

یہ کہتے ہوئے انہوں نے اس کے چہرے پر نظریں جما دیں، باقی

پر توجہ دیں۔"

"لیکن ہمارا یہی طریقہ ہے.... میرا خیال ہے، اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں۔"

"اعتراض کرنے کا حق نہیں .... لیکن معاملہ قتل کی دو عدد وارداتوں کا ہے۔"

"لیکن اس معاملے کا قتل کی واردات سے کیا تعلق۔"

"تعلق ہم تلاش کرر ہے ہیں اور جب یہ تعلق ہو گیا، مجرم ہمارے سامنے آجائیں گے .... پھر انہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔"

"دیکھیے جناب! مجھے تو بس آپ بلاوجہ ڈرا رہے ہیں.... میرا کوئی جرم نہیں ہے۔"

"کیا آپ کو پتا ہے..... قاتل نادم گیلانی کے ہیرے بھی لے اڑا ہے۔"

"کیا مطلب.....میں نے تو اس کے الٹ سنا ہے...یہ کہ ہیرے تمام کے تمام محفوظ ہیں۔"

"پہلے ہمارا ابھی یہی خیال تھا.....لیکن وہ ہیرے مصنوعی تھے، جو مجرم ساتھ نہیں لے گیا...یا لے گئے۔"

"اف مالک! یہ کیا معاملہ ہے۔"

"لیکن ہمیں سب سے زیادہ فکر قاتل کی ہے.....ہیروں کی نہیں.....جب قاتل مل جائے گا تو ہیرے خود بخود مل جائیں گے۔"

"سوری! اس بارے میں میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"

"ہمیں آپ کی انگلیوں کے نشانات چاہئیں۔"

"کیا مطلب؟"

"انگلیوں کے نشانات کا مطلب انگلیوں کے نشانات ہی ہوتا ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

اس نے فاروق کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا.... پھر بولا:

''مہربانی فرما کر سنجیدہ انداز میں بات کریں۔''

''اس صورت میں صرف یہ بات کریں گے۔'' فاروق نے بڑوں کی طرف اشارہ کیا۔

اور وہ مسکرا دیے۔

''اس کا مطلب ہے..... آپ صرف اس طرح بات کر سکتے ہیں۔'' وہ جھلا اٹھا۔

''ہاں! بالکل۔''

''یہ رنگ محل کہاں واقع ہے۔''

''شہر میں اس نام کا کوئی علاقہ نہیں ہے۔''

''اچھا تو پھر ہم چلتے ہیں..... جب رنگ محل کے علاقے کا پتا چل جائے گا، تب آپ سے بات چیت کریں گے۔''

''یہ کیا بات ہوئی، کیا آپ مجھ پر یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کے خیال میں یہ قتل میں نے کیا ہے۔''

''میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

''جب آپ کچھ کہنے کے قابل ہو جائیں.....آ جائیے گا اور کہہ لیجئے گا۔''اس نے جل کر کہا۔

''وہ باہر نکل آئے.....''

''یہ آدمی کچھ زیادہ ہی بیزار سا ہے۔''

''دولت زیادہ پاس ہے نا.....زیادہ دولت مند لوگ دوسروں سے ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔''

''سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔''

''ہم شہر کا نقشہ دیکھیں گے،اس میں رنگ محل کا مقام تلاش کریں گے.....شہر میں کوئی رنگ محل نامی جگہ ہے ضرور۔''

''لیکن ہم پہلے گھر کیوں نہ چلیں.... کچھ کھا پی لیں... پھر نقشہ دیکھ لیں گے....'' پروفیسر بولے۔

''معلوم ہوتا ہے..... آپ کو بھوک لگ گئی ہے..... خیر پہلے گھر ہی چلتے ہیں۔''

چائے سے فارغ ہو کر وہ لائبریری میں نقشہ پھیلا کر بیٹھ گئے، اس کا ایک ایک انچ انہوں نے دیکھ ڈالا لیکن کہیں رنگ محل کا لفظ نظر نہ آیا.....

''کیا ہم اس کیس میں ناکام ہو جائیں گے.... ہم قاتل کو نہیں پکڑ سکیں گے..... ہیرے برامد نہیں کر سکیں گے۔'' انسپکٹر جمشید نے جلدی کہا۔

''ایسا ہی نظر آتا ہے.... ہم ابھی تک یہ نہیں جان سکے کہ جوزی کو کیوں اغوا کیا گیا تھا..... نادم گیلانی کے قتل کی کیا وجہ ہے... ہیرے حاصل کرنا یا کوئی اور وجہ ہے.... لے دے کے ہمیں ظاہر کی انگلیوں کے

نشانات ملے ہیں.... جو کہ کالونتارا کے ہیں..... کالونتارا زندگی میں صر

ف ایک بار گرفتار ہوا تھا..... اور جیل سے فرار ہو گیا تھا پھر اس کا نام

تک سننے میں نہیں آیا... کالونتارا.... کیا ہمیں اس پر کام نہیں کرنا

چاہیے۔'' فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

''کیا مطلب..... کالونتارا پر۔''

''ہاں! کالونتارا.... آخر وہ جیل سے کس طرح بھاگ نکلا تھا..... معلوم

تو ہو..... اگر اصل مجرم یہی ہے.....

تو ہمیں اس کے بارے میں جہاں سے بھی ہو سکے.... معلومات حا

صل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے...

ارے ہاں.... جیل کے ریکارڈ میں اس کی تصویر بھی موجود ہوگی۔''

''تب تو ہمیں جیل جانا ہوگا۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے..... بہت خوفناک جملہ ہے۔'' فاروق کانپ گیا۔

''مجرموں کے لیے.... گناہ گاروں کے لیے.....نہ کہ ہمارے لیے۔'' محمود نے کہا۔

''لیکن بے گناہ بھی جیل جاتے دیکھے گئے ہیں۔''

''ہاں! اس میں شک نہیں۔''

اب وہ جیل پہنچے.....جیل سپرنٹنڈنٹ نے انہیں حیران ہو کر دیکھا، ان کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا:

''کمال ہے۔''

''جی نہیں ہے۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''کیا مطلب....کیا نہیں ہے۔''

''کمال....میرا مطلب ہے.....ہم میں تو کوئی کمال نہیں ہے۔''

''میں نے تو سنا ہے....آپ لوگ بہت با کمال لوگ ہیں۔''

''جی بس....اللہ کی مہربانی ہے سب....ویسے ہم آپ کی خدمت میں

اس وقت کالونتارا کے سلسلے میں آئے ہیں۔"

وہ بہت زور سے اچھلے.... ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

☆☆☆

کیا مطلب

جیل سپرنٹنڈنٹ کواس طرح اچھلتے دیکھ کروہ بہت حیران ہوئے:

''اس بات میں اچھلنے کی کون سی بات ہے جناب۔''

''اوہ ہاں واقعی.....لیکن وہ آدمی بہت خوفناک تھا، جب بھی اس کا خیال آتا ہے.....میں کانپ جاتا ہوں۔''

''لیکن آپ اس وقت کانپے نہیں.....اچھلے تھے۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''میں جملہ غلط بول گیا، جب بھی اس کا خیال آتا ہے، میں اچھل پڑتا ہوں۔''

''تب آپ اچھا کرتے ہیں۔'' فاروق بولا۔

''بھائی کسی دوسرے کوبھی بات کرنے دو۔'' محمود نے جل کر کہا۔

''اچھا! اب تم بات کرو۔''

''ہمیں دراصل کالونتارا کی فائل درکار ہے، اس میں اس کی تصویر تو ہو

گی۔''

''جی ہاں! کیوں نہیں۔''

''بس تو پھر فائل منگوالیں اور ہمیں بتائیں .....وہ فرار کس طرح

ہوا تھا۔'' انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔''

اور پھر انہوں نے گھنٹی بجائی...فوراً ہی ایک کانسٹیبل اندر آیا۔

''امجد صاحب سے کہو ....کالونتارا کی فائل نکال دیں ....ذرا

جلدی۔''

''اچھی بات سر۔'' یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

ہمیں تو دراصل اس کے بارے میں کچھ پتا نہیں تھا، نہ پولیس نے کچھ

بتایا تھا کہ وہ اس قسم کا مجرم ہے...

ہم نے اسے عام مجرموں کی طرح وصول کیا اور کوٹھری میں پہنچا دیا

....شام کو جب سب قیدیوں کو کھانا دیا گیا اور اسے بھی اس کے حصے کا کھانا دیا گیا تو وہ دھاڑ اٹھا:

''یہ کیا ہے۔''

''کھانا۔'' نمبر دار بھی جواب میں دھاڑا۔ ادھر وہ دھاڑا، ادھر کالو نتارا نے اس کے گال پر زور دار تھپڑ دے مارا..... جواب میں نمبر دار نے تھپڑ مارنے کی کوشش کی تو اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، اور دوسرے ہاتھ سے تین گھونسے اس کے پیٹ میں دے مارے.....

نمبر دار تو لگا چیخنے چلانے.... کئی کانسٹیبل اور پہرے دار وغیرہ آگے بڑھے اور انہوں نے بہت مشکل سے نمبر دار کو اس کے شکنجے سے چھڑایا

.... پھر وہ بولا:

''انسانوں والا کھانا لاؤ.... ورنہ میں ایک ایک کی ہڈیاں چبا جاؤں گا۔''

یہ بات انسپکٹر صاحب کو بتائی گئی.....وہ فوراً کالونتارا کے پاس پہنچے، جا
تے ہی انہوں نے اپنی چھڑی سے اس پر وار کیا....اس کا دماغ
درست کرنا چاہتے تھے.....لیکن چھڑی اس نے ہاتھ پر روکی اور اس کو
چھین کر انسپکٹر صاحب کی بھی مرمت کر کے رکھ دی....اب تو بہت سا
رے قیدی بھی اس کے ساتھ مل گئے.....ان سب نے انسپکٹر کو خوب
مارا.....اب بات مجھ تک پہنچی میں نے سارے حالات سنے اور
بے وقوفوں کی طرح اس کے پاس نہیں گیا.....ایک رائفل بردار کو
ساتھ لے کر گیا.....اس کی کوٹھری کے سامنے مورچہ قائم کرایا....پھر
اسے دھمکی دی کے وہ کوٹھری سے ہاتھ اوپر اٹھا کر باہر نکل آئے، ورنہ
ہم اس
پر فائر کر رہے ہیں۔''
کوٹھری کا دروازہ کھول دیا گیا....باقی قیدی تو مارے خوف کے فوراً

نکل آئے.... انہوں نے بھی ہنگامے میں حصہ لیا تھا.... اس لیے انہیں

فوراً پکڑ لیا گیا.... بیڑیاں پہنا دی گئیں... اب اندر اکیلا کالونتارا رہ گیا

وہ ہمیں مسکرا مسکرا کر دیکھ رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو..... چلا دو رائفلیں

.... اسے کوئی پروا نہیں، میں نے پھر اسے دھمکی دی.......

"ہاتھ اٹھا کر باہر نکل آؤ..... ورنہ میں فائر کھول دوں گا۔"

"اب کھول بھی دو جیلر صاحب... میں بھی آپ کی بہادری کو دیکھنا چاہتا ہوں۔"

میں نے فائر کرنے کا حکم دیا..... لیکن دراصل ان کی رائفلوں میں آنسو گیس کے گولے تھے..... کئی گولے کوٹھری میں گئے.... کوٹھری دھوئیں سے بھر گئی..... پھر ہم نے کالونتارا کو بے ہوش ہو کر گرتے دیکھا، جب دھواں چھٹ گیا اور اس کے جسم میں حرکت نہ ہوئی تو میں نے کانسٹیبلوں سے کہا:

''اب اسے زنجیروں سے باندھ دو اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال دو۔''

ان میں سے کوئی اندر جانے کو تیار نہ ہوا.....ان کا خیال تھا کہ وہ بے ہوش نہیں ہوا اور جو کوئی اندر جائے گا وہ اس پر ٹوٹ پڑے گا.....آخر میں اپنا پستول ہاتھ میں لیے اندر گیا.....میں نے سوچ لیا تھا کہ اگر اس نے مجھ پر وار کرنے کی کوشش کی تو میں واقعی گولی چلا دوں گا ...اس قسم کے حالات میں بہر حال ہمیں اجازت ہوتی ہے.....اور اس کے خلاف تو سب لوگ بھرے بیٹھے تھے.....میں نے دیکھا.....وہ بالکل بے ہوش تھا

اسے ہلا جلا کر دیکھنے کے بعد میں نے اپنے ماتحتوں سے کہا:

''آجاؤ! یہ بالکل بے ہوش ہے اور میرے ہاتھ میں پستول ہے۔''

اب بھی وہ ڈرتے ڈرتے اندر آئے.....اسے باندھ لیا گیا، بیڑیاں پہنا دی گئیں.....پھر اسے الگ کمرے میں لایا گیا.....وہاں پہلے کا

نسٹیبلوں اور نمبرداروں نے مار پیٹ کر کے اپنے دلوں کی خوب
بھڑاس نکالی.... پھر اس کو شکنجے میں کس کر باہر آ گئے.... ہوش میں آنے
کے بعد اس نے پھر شور مچانا شروع
کر دیا..... لیکن میں نے توجہ نہ دی..... میں نے طے کر لیا تھا کہ اب
اس کے کس بل نکل جانے دیے
جائیں.... اسے دو دن تک بھوکا رکھا گیا.... پھر ناقص ترین خوراک
اسے پیش کی گئی..... اس نے اس کو اس
طرح کھایا جیسے زندگی میں بہترین نعمت کھا رہا ہو..... اب میں نے
اس سے پوچھا:
''اب تمہارا کیا مزاج ہے۔''
''میں تم سب سے نبٹ لوں گا..... جو سلوک کرنا ہے، کر لیں..... لیکن
اس بات کو لکھ لیں.... میں جیل سے رہا ہونے کے بعد باری باری

تم سب سے نبٹ لوں گا۔‘‘

’’اچھا ٹھیک ہے....نبٹ لینا۔‘‘

ہم نے اسے اسی طرح باندھ کر رکھا....کھانے کے وقت کھولتے..وہ بھی رائفلوں کی زد پر لے کر وہ بھی جان چکا تھا کہ کوئی حرکت کرے گا تو آنسو گیس پھینک کر اسے بے ہوش کر دیں گے....لیکن پھر ایک دن وہ اپنے کوٹھری سے غائب ہو گیا۔

’’لیکن کیسے۔‘‘

’’یہ راز آج تک راز ہے۔‘‘

’’کیا مطلب....یہ آپ نے کیا کہا.....یہ راز ہے۔‘‘

’’ہاں! ہم نہیں جانتے....اس نے خود کو شکنجوں سے کس طرح نکالا ...اپنی بیڑیاں کس طرح کھولیں اور جیل سے کس طرح نکلا یہ آج تک کوئی نہیں جانتا۔‘‘

"یہ تو آپ نے عجیب بات کہہ دی.... کیا اس سلسلے میں تفتیش نہیں کی گئی.... ظاہر ہے..... جیل میں سے کسی نے اس کی مدد کی تھی۔"

"ہاں! کی ہوگی.... لیکن ہم پتا نہیں چلا سکے۔"

"پھر رہا ہونے کے بعد اس نے جیل کے عملے کے خلاف کوئی کارروائی کی۔"

"نہیں.... پھر تو وہ جیسے ہمیں بھول ہی گیا۔"

لیکن جناب..... انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے، اسی وقت کانسٹیبل ایک فائل اٹھائے اندر داخل ہوا تھا:

"کالو نتارا کی فائل سر۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ فائل ان کے سامنے رکھ کر چلا گیا۔

اب انہوں نے فائل کو دیکھا.... اس کی تصویر موجود تھی.... تصویر دیکھ کر انہیں ایک عجیب سا احساس ہوا اور وہ احساس یہ تھا جیسے وہ اس شخص

کو بار بار دیکھ چکے ہوں۔

''ہم نے اسے کہاں دیکھا ہے بھئی۔''

''کہیں نہ کہیں ضرور دیکھا ہے۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

انسپکٹر جمشید اسے گھور کر رہ گئے.... پھر بولے:

''خیر...ہم بعد میں سوچ لیں گے.... پہلے تو ہم اپنی بات مکمل کر لیں ...غانی صاحب! یوں بات نہیں بنے گی۔''

''جی....کیا مطلب ہے....میں سمجھا نہیں، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

''یہ کہ یوں بات نہیں بنے گی۔''

''پھر....کیسے بات بنے گی۔''

''دیکھیے....ہم کالونتارا کی تلاش میں ہیں...اس وقت تک وہ دو انسانوں کو قتل کر چکا ہے...اور میں اسے چھوڑوں گا نہیں...اور

یہ جو آپ نے تفصیل سنائی ہے...اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ کالو

نتارا کو جیل کے کسی آدمی نے نکالا تھا.....۔"

"اس میں تو خیر شک نہیں...لیکن کس نے نکالا تھا....اصل سوال یہ ہے

..جیل میں تو ہزاروں قیدی ہیں۔"

غانی صاحب نے کہا۔

"میں قیدیوں کی بات نہیں کر رہا...یہ کام کسی قیدی کا نہیں ہو سکتا

....دراصل جیل کے کسی ملازم نے باہر نکالا تھا اور اس نے ضرور لمبا

چوڑا معاوضہ ادا کرنے کی پیش کش کی ہوگی۔"

"ایسا ہی ہوا ہوگا....تب بھی ہم اس ملازم کا سراغ نہیں لگا سکے تھے۔"

"آپ مجھے اجازت دیں۔"

"جی....آپ جا رہے ہیں۔" غانی نے فوراً کہا۔

"میں نے اجازت مانگی....اس شخص کا سراغ لگانے کی جس نے

کالو نتارا کو فرار ہونے میں مدد دی ہے۔'

''اوہ اچھا... یہ تو بہت اچھی بات ہو گی ..ہمیں اس غدار کا پتا چل جا ئے گا۔'' انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

''بس تو پھر ہم اپنا کام ابھی شروع کرنا چاہتے ہیں ...جیل میں آپ کے پاس جس قدر عملہ ہے، اس کا رجسٹر مجھے دے دیں۔''

رجسٹر ان کے پاس میز پر ہی موجود تھا ...انہوں نے وہ سرکا دیا اور بولے:

''اس کام میں تو پھر کافی وقت لگ جائے گا اور یہ میرا گھر جانے کا وقت ہے۔''

''آپ گھر ہو آئیں... یا جب آپ کی ڈیوٹی شروع ہو..آ جایئے گا۔''

''بہت بہت شکریہ۔'' انہوں نے کہا اور باہر نکل گئے۔

انہوں نے رجسٹر کی ورق گردانی شروع کی.... پھر گھنٹی بجائی،

کانسٹیبل اندر آیا:

''انسپکٹر نوازش کو بلا لائیں۔''

''جی... وہ کیوں۔''

''کیا غانی صاحب آپ کو بتا کر نہیں گئے۔''

''جی نہیں تو... انہوں نے جاتے وقت کچھ بھی نہیں کہا تھا۔''

''اوہ اچھا خیر... کوئی بات نہیں ہمیں یہاں کچھ تفتیشی کام کرنا ہے

.... اگر آپ تعاون کریں۔''

''سوری سر... جب تک غانی صاحب ہمیں اجازت نہیں دیں گے

... ہم آپ کے لیے کچھ نہیں کریں گے

یہ یہاں کا قانون ہے.... آپ کو پتا ہوگا..... جیل کا اپنا قانون ہوتا ہے

اور جیل میں جیلر صاحب ایک طرح سے بادشاہ ہوتے ہیں..... لہذا

ان کے حکم کے بغیر ہم کچھ نہیں کر سکتے۔''

''آپ نے بجا فرمایا...خیر....ایسا کر لیتے ہیں...آپ ان کے گھر کا نمبر بتا دیں۔'' ''ہاں ضرور....کیوں نہیں۔''

اس نے غانی کے گھر کے نمبر بتا دیے....اب انہوں نے اپنے موبائل کے ذریعے جیلر صاحب کے گھر کے نمبر ملائے....گھر سے بتایا گیا ....وہ وہاں نہیں ہیں....

''ان کے پاس موبائل ہے؟'' انہوں نے پوچھا۔

''جی نہیں....وہ موبائل نہیں رکھتے۔''

''یہ...یہ کیا...اب کیا پہلے جیلر صاحب کو تلاش کرنا ہوگا۔''

''مجھے عجیب سا احساس ہو رہا ہے۔'' فرزانہ نے پریشان ہو کر کہا۔

''اور مجھے بھی۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

پھر وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے....

☆☆☆

چور دروازہ

اب انہوں نے جیل سے باہر نکلنے کی کی.... انہیں کسی نے نہ روکا.... نہ ہی یہ پوچھا کہ آپ تو تفتیش کرنا چاہتے تھے، پھر اب تفتیش کیے بغیر کیوں جارہے ہیں.... باہر نکل کر انہوں نے سکون کا سانس لیا:

''نہ جانے اندر مجھے کیوں خوف محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے یہ لوگ ہمیں جیل میں قید کر دینا یا مار دینا چاہتے ہیں۔''

''یہ ہمارا وہم بھی ہو سکتا ہے.... ورنہ یہ لوگ اس حد تک تو نہیں جا سکتے۔''

''کچھ بھی ہو ہمیں کالونتارا کا پتا تو چلانا ہی ہوگا ورنہ اس کیس میں ہم مکمل طور پر ناکام رہیں گے اور کالونتارا کے بارے میں بہر حال جیل کے لوگ ہی بتا سکتے ہیں۔''

''تب پھر اس کی ترکیب آپ مجھ سے پوچھ لیں... اس طرح ان

لوگوں سے شاید ہم کچھ معلوم نہ کرسکیں...

دیکھ لیں جیلر صاحب گھر کا کہہ کر گئے اور گھر نہیں گئے ...اب آپ انہیں کہاں کہاں تلاش کریں گے....

اس طرح ہم اصل کیس سے دور نہ ہو جائیں۔''

''اچھی بات ہے.....تم ترکیب بتاؤ.....لیکن یہاں نہیں گاڑی میں ...اس لیے کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں اور جیل کی دیواریں یہاں سے دور نہیں ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''چلیے پھر۔''

وہ جیل سے کافی دور آ گئے، اب انسپکٹر جمشید نے کہا:

''ہاں! فرزانہ ترکیب بتاؤ۔''

''میرا خیال ہے...یہ کیس جیل سے ہی حل ہو گا۔''

''شاید یہی بات ہے۔'' انہوں نے سر ہلایا۔

''ترکیب بتاؤ.....'' محمود نے برا سا منہ بنایا۔

فرزانہ نے دبی آواز میں ترکیب بتا دی... اس کی ترکیب سن کر وہ مسکرا دیے، پھر انسپکٹر جمشید بولے:

''ٹھیک ہے.... ترکیب قابل عمل ہے۔''

''تو پھر شروع کریں۔''

وہ وہاں سے سیدھے گھر آئے... اب سب کے چہروں پر غضب کا میک اپ کیا گیا.... شکل وصورت سے غنڈے لگ رہے تھے .... اسی وقت ان کی گرفتاری، عدالت میں حاضری اور مجسٹریٹ کی سنائی ہوئی سزا کے کاغذات آ گئے .... جس پولیس آفیسر کو انہیں جیل تک پہنچانا تھا، وہ بھی وہیں آ گیا... اسے ساری بات پہلے ہی سمجھا دی گئی تھی .... وہ بھی ان کا خاص آدمی تھا اور اس سے کسی قسم کی دھوکا دہی کی انہیں کوئی امید نہیں تھی .... اب وہ انہیں سرکاری جیپ میں بٹھا کر

جیل کی طرف لے چلا...اس طرح کہ ان کے ہاتھوں
میں ہتھکڑیاں تھیں اور ان کے ساتھ چند مسلح کانسٹیبل بھی تھے۔

جیل کے دروازے پر انہوں نے قیدی اندر بھیج دیے، اور کاغذات
بھی عملے کے حوالے کر دیے....بس ان کا کام تو اتنا ہی تھا، ان سے
کسی نے کوئی سوال نہیں کیا، کچھ نہ پوچھا....اور وہ واپس لوٹ گئے
....ادھر انہیں نائب جیلر کے سامنے پیش کیا گیا....وہ اس کے سامنے
مجرموں کی طرح کھڑے تھے۔

''کیا کارنامے کر کے آئے ہو سور ماؤ۔''

''جی بس....معمولی چوراچکے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے بدلی ہوئی آواز
میں کہا۔

''کاغذات میں تو لکھا ہے کہ حیرت انگیز حد تک چالاک اور تیز طرار
جیب کترے ہو اور چوراچکے بھی ہو..

مضبوط ترین سیف کھولنے کے اتنے ماہر ہو کہ بس ادھر ہاتھ لگاتے ہو ادھر سیف کھل جاتی ہے۔....''

''آپ کو تو پتا ہے سر.... پولیس والے جرم کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔''

''اگر تم میری ایک سیف کھول کر دکھا دو تو مانوں گا تمہیں۔''

''دیکھیے جناب! ہم دعوی نہیں کرتے ....کوشش کر کے دیکھ سکتے ہیں۔''

''آؤ میرے ساتھ.... پہلے تمہاری مہارت دیکھ لیں....پھر تمہیں اندر بھیجیں گے۔''اس نے کہا اور انہیں ایک دوسرے کمرے میں لے آیا ...وہاں ایک غیر ملکی سیف موجود تھی.....

''پہلے تم اس کا باہر والا دروازہ کھول کر دکھا دو ذرا۔''

''مڑے تڑے چند تار ہونے چاہئیں ہمارے پاس.... ہاتھوں سے تو

خیر ہم بھی نہیں کھول سکتے، کیونکہ انگلیاں اتنی باریک نہیں ہوتیں۔''

''تم جو کہو گے، دوں گا..... لیکن اس کی چابیاں نہیں دوں گا، نہ

تالوں کے نمبر بتاؤں گا۔''

''نہ ہمیں نمبروں کی ضرورت ہے نہ چابیوں کی صرف چند تار درکار

ہیں... اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ یہاں آ کر یہی کام کرنے ہیں تو آتے ہو

ئے اپنے تار بھی ساتھ لے آتے۔'' فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

اس کی بات پر سب کو ہنسی آ گئی.... خود ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بھی ہنس پڑے

پھر اس نے کہا:

''تار میں تمہیں دوں گا۔'' یہ کہہ کر اس نے دروازے پر ٹھک ٹھک کی

.....ایک کانسٹیبل اندر آیا.....۔

''تالا کھولنے والے تار لے آؤ۔''

''جی اچھا.....۔'' اس نے کہا اور باہر نکل گیا۔

''آپ کا نام کیا ہے سر۔'' فرزانہ نے پوچھا۔

ڈپٹی نے اس کی طرف دیکھا..... پھر بولا:

''میرا نام نواز نون نوری ہے۔''

''آپ کے نام میں نون کچھ زیادہ نہیں ہیں۔'' فاروق بول اٹھا۔

''میں بدتمیزی برداشت نہیں کرتا..... نئے ہو اس لیے معاف کرتا ہوں۔'' اس کا لہجہ سخت تھا۔

''شکریہ جناب۔'' فاروق سہم گیا۔

پھر اس کا ماتحت تار لے آیا۔

''میرا خیال ہے استاد..... یہ کام میں کر لیتا ہوں۔'' ایسے میں محمود نے کہا۔

''تم سے تو خیر نہیں کھلے گا یہ..... خاص قسم کی سیف ہے۔''

''تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے۔'' محمود نے کہا۔

''بالکل ٹھیک چیلے....میں نے تم لوگوں پر بہت وقت صرف کیا ہے

....آج انہیں اپنے ہاتھ کا کمال دکھا کر

میرا دل خوش کر دو۔''

''آپ فکر نہ کریں استاد۔''

اور پھر محمود ان تاروں کے ساتھ سیف پر ڈٹ گیا....صرف ایک منٹ بعد دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی نواز نون نوری چونک اٹھا۔

''بھئی واہ.....یہ تو کمال ہو گیا...اب ذرا اندر کی درازیں کھول کر دکھا دو تو مان جاؤں گا۔''

''کوشش کرتا ہوں جناب....استاد اجازت ہے۔''

''ہاں بچو! آج استاد کی لاج رکھ لو۔''

''آپ فکر نہ کریں۔''

اور پھر اس نے ایک ایک کر کے اس کے سب خفیہ خانے کھول

دیے... اب تو وہ حیرت زدہ رہ گیا.... پھر بولا:

''کیا اس کام میں یہی ماہر ہے.... یا باقی بھی اسی طرح ماہر ہیں۔''

''اللہ کی مہربانی سے ہم سب ماہر ہیں۔''

''میرے ایک دوست کی سیف کے تالے نہیں کھل رہے..... چابیاں تبدیل ہو گئیں... اگر تم لوگ وہ کھول دو تو جیل میں تمہارا وقت اچھا گزرے گا۔''

''بھلا ہم ایسا کیوں نہیں کریں..... ضرور کریں گے۔''

خان رحمان نے پہلی بار کہا۔

''کیا تم چھ کے چھ ایک گروہ کی طرح کام کرتے رہے ہو۔''

''جی ہاں! بالکل۔''

''اچھی بات ہے.... آج رات تیار رہنا۔''

''کیا مطلب.... رات کو جانا پڑے گا۔''

''بھئی سمجھا کرو.... جیل کے قیدیوں کو ہم باہر نہیں نکال سکتے نا.... جیل میں ہی رکھ سکتے ہیں.... تم لوگوں کو اگر اپنے کام سے لے جائیں گے تو رات کے وقت.... وہ بھی چور دروازے سے۔''

''جی.... چور دروازہ.... کیا مطلب؟'' فاروق بولا۔

''حد ہوگئی.... چور دروازے کا مطلب نہیں سمجھتے۔'' محمود نے آنکھیں نکالیں۔

''جی.... جی.... سمجھ گیا۔''

اور پھر اسی رات انہیں دو بجے کے قریب جگایا گیا..... کوٹھری سے باہر نکالا گیا..... پہلے جیل کے کوارٹرز کی طرف لایا گیا.... سب لوگ ایک کوارٹر میں داخل ہوئے.... اس کے صحن میں ایک تہہ خانہ تھا.... تہہ خانے میں ایک دروازہ تھا، اس دروازے کو کھولا گیا.... اس کے آگے ایک سرنگ نظر آئی.... اب

انہیں سرنگ میں چلنا پڑا....پھر وہ ایک کمرے میں پہنچ گئے....یہ کسی گھر کا کمرہ تھا..اب انہیں اس گھر سے باہر لایا گیا

نزدیک ہی انہیں جیل کی دیوار نظر آئی....گویا جیل سے باہر نکلنے کے لیے خفیہ سرنگ بنائی گئی تھی....تاکہ جس شخص کو یہ لوگ نکالنا چاہیں، نکال دیں یا ضرورت کے وقت نکال دیں.....اور پھر واپس لے آئیں۔

اس گھر کے باہر ایک کار کھڑی تھی....انہیں اس میں بٹھایا گیا، پھر کار چل پڑی.....آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد ایک کوٹھی کی پچھلی طرف وہ کار روک لی گئی.....وہاں پہلے سے ایک شخص موجود تھا....انہیں کار سے اترنے کا اشارہ کیا گیا، اب وہ شخص انہیں اپنے پیچھے لے چلا....کوٹھی کا پچھلا دروازہ دیوار میں تھا اور چھوٹا سا تھا، وہ اس سے گزر کر کوٹھی کی چار دیواری کے اندر پہنچ گئے۔

''یہ ہم یہاں اس طرح کیوں آئے ہیں۔''

''اوہو بھئی... سمجھا کرو..... تم قیدی ہو... سزا یافتہ ہو۔''

نواز نون نوری نے جل کر کہا۔

''اوہ جی ہاں..... یہ تو ہے۔''

کوٹھی کے اندر کمروں میں سے گزر کر وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچے، یہاں ایک بھاری سیف دیوار میں گاڑی گئی تھی.....

''کیا خیال ہے... اس کو کھول سکو گے۔''

''پہلے اس کا جائزہ لینے دیں.... آپ کو جلدی تو نہیں... یہاں کوئی خطرہ تو نہیں۔''

''نہیں..... بے فکر رہو کر جائزہ لو۔'' اس نے کہا۔

اب انہوں نے سیف کا جائزہ لیا.... پھر انسپکٹر جمشید نے چند مڑے تڑے تاروں کی مدد سے کوشش شروع کی.... آخر صرف تین

منٹ بعد بیرونی دروازہ کھل گیا:

''کک....کمال ہے۔''نوازنون نوری کے منہ سے نکلا۔

''کیوں جناب!اس میں کمال کہاں سے ہو گیا۔''

''کئی ماہر اس کو دیکھ چکے ہیں....کھولنے کی کوشش کر چکے ہیں...لیکن کامیاب نہیں ہوئے.....لیکن ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا،ابھی تو صرف بیرونی دروازہ کھلا ہے...اندرونی حصے کھل جائیں تو بات ہے۔''

''وہ بھی کھل جائیں گے،آپ فکر نہ کریں۔''

اور پھر وہ خانوں پر جٹ گئے....ان کو کھولنے میں قدرے وقت لگا،دقت بھی ہوئی لیکن آخر کار ایک ایک کر کے سب کھل گئے....انہوں نے دیکھا..اس میں ہیرے جواہرات بھرے ہوئے تھے....ان کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی....

کیونکہ ان لوگوں کے ساتھ گھر کا کوئی فرد بھی نہیں تھا.....

''بس ٹھیک ہے....آؤ اب چلیں۔''

وہ کچھ نہ بولے اور ان کے ساتھ واپس لوٹ آئے....انہیں اسی راستے سے واپس لایا گیا...تھوڑی دیر بعد جیل کی اسی کوٹھریوں میں تھے ...انہوں نے ایک دوسرے کی طرف مسکرا کر دیکھا اور پھر سونے کے لیے لیٹ گئے....یہ جیل میں ان کی پہلی رات تھی..اور خوب تھی.....

دوسرے دن دوپہر کے بعد انہیں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے سامنے پیش کیا گیا...نوری صاحب نے انہیں نظر بھر کے دیکھا....پھر بولے:

''آج رات تیار رہنا۔''اس نے رازدارانہ انداز میں کہا۔

''جی اچھا۔''وہ واپس اپنی کوٹھری میں آ گئے...اس وقت انسپکٹر جمشید نے اپنی گھڑی کا ایک بٹن دبایا اور دبی آواز میں بولے:

''کیوں بھئی....باہر کیا خبریں ہیں؟''

☆☆☆

بھورا

''باہر کی خبریں بہت عجیب ہیں سر۔''

''خوب! ذرا سنا دو پھر۔''

''سر شہر کے سب سے دولت مند شخص ڈوگا کے ہاں چوری کی واردات ہوگئی، جب کہ اس کا دعوی تھا، اس نے ایسی سیف تیار کروائی ہے کہ کوئی اس کو کھول نہیں سکتا، آپ کو یہ حیرت ہوگی کہ گذشتہ رات چوروں نے اس کی سیف کا بالکل صفایا کر دیا، رات کے وقت ڈوگا فیملی سب کی سب شادی کی تقریب میں گئی تھی

گھر میں کوئی نہیں تھا..... دو چوکیدار ضرور تھے... لیکن وہ بھی اپنے کوارٹر زمیں آرام کی نیند سو گئے تھے، انہیں معلوم تھا، سیٹھ صاحب کی سیف کو کوئی کھول تو سکتا نہیں..... پھر چوکیدار کی کیا ضرورت ہے۔''

''انہوں نے چوکیداروں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔''

"انہیں ملازمت سے نکال دیا اوران کا کیا کرتے۔"

"خوب! ان چوکیداروں کی نگرانی شروع کرادو اکرام۔"

"جی! کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"بھئی تم اتنی سی بات کا مطلب پوچھ رہے ہو۔" انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"سوری سر۔" اکرام جلدی سے بولا۔

"خیر.... کوئی بات نہیں.... اب کل بات کروں گا۔"

یہ کہہ کر انہوں نے بٹن آف کر دیا... اسی وقت ڈپٹی نوارنون نوری ان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"تم لوگ کمال کے لوگ ہو... ہم چاہتے ہیں.... تمہیں جیل سے نکال دیا جائے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے... ہمیں تو سزا ہو چکی ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

''پھر بھی تمہیں نکالا جا سکتا ہے۔''

''آخر کیسے؟''

''اس بات کو چھوڑو....اگر آزادی چاہتے ہو تو بات کرو۔''

''بھلا آزادی کون نہ چاہے گا.....لیکن کیا فائدہ پولیس ہمارے پیچھے پڑ جائے گی۔''

''وہ تو اس صورت میں پیچھے پڑے گی نا.....جب جیل والے پولیس کو بتائیں گے کہ اتنے قیدی جیل سے فرار ہو گئے ہیں اور ان کے نام یہ ہیں، لیکن یہ بات ہم انہیں بتائیں گے ہی نہیں۔''

''اوہ.....اوہ لیکن پولیس کے کسی آفیسر نے آ کر پوچھ لیا کہ فلاں فلاں قیدی کہاں ہیں تو کیا کریں گے آپ۔''

''آپ اس بات کو چھوڑیں...یہ ہمارا کام ہے۔''

''تب ہمیں منظور ہے۔''

”تب پھر آج رات تیار رہنا.... آج تمہارا امتحان ہے..... اگر تم لوگ اس امتحان میں کامیاب ہو گئے تو تم آزاد... لیکن تم کام کرو گے ہم لوگوں کے لیے.....“

”ہمارا کیا جاتا ہے..... کام ہی کرنا ہے..... اگر معقول پیسے ملیں اور پولیس سے حفاظت رہے تو سودا برا نہیں۔“

”بس تو پھر آج رات دو بجے تیار رہنا۔“

”اچھی بات ہے۔“

اور پھر انہیں دو بجے کوٹھری سے نکالا گیا... اسی طرح گاڑی میں بٹھا کر ایک بڑی سی عمارت میں لے جایا گیا... وہ ایک بنک تھا.... انسپکٹر جمشید دل میں کانپ گئے کہ یہ لوگ کتنی آسانی سے سرکاری عمارت تک میں پہنچ گئے... ظاہر ہے..... بنک میں بھی انہوں نے اپنے آدمی لگوا رکھے ہوں گے....

''آج تمہیں یہ بنک لوٹ کر دکھانا ہے....اگر تم نے اس کے سیف وغیرہ کھول دیے تو پھر تم پکے ملازم۔''

''آپ کا مطلب ہے.....آپ کے ملازم۔''

''نہیں....باس کے ہم سب لوگ ایک باس کے لیے کام کرتے ہیں۔''

''او کے....ہم تنخواہ کم نہیں لیں گے۔''

''تم فکر نہ کرو.....''

''اور چوری کے مال سے حصہ بھی لیا کریں گے.....کیونکہ اصل کام تو ہم ہی کیا کریں گے۔''

''پہلے بنک....پھر دوسری باتیں....یہ تو آپس میں طے کرنے کی باتیں ہیں اور طے ہو جائیں گی....تم جیسے کام کے لوگوں کو کون چھوڑنا پسند کرے گا...ہمیں تو حیرت ہے.....تم لوگ پھنس کس طرح گئے۔''

''غلطی ہو جاتی ہے۔'' انہوں نے سرد آہ بھری۔''

پھر وہ سب بنک میں مصروف ہو گئے.... آدھ گھنٹے بعد وہ بنک کا صفایا کر چکے تھے.... نواز نون نوری اس قدر حیرت زدہ تھا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا... آخر اس نے کہا:

''جانتے ہو یہ کون سا بنک ہے۔''

''آپ ہی بتا دیں۔''

''یہ ایک غیر ملکی بنک ہے.... آج تک اس میں کوئی ڈاکا نہیں ڈال سکا ...اس کے سیف کوئی کھول نہیں سکا

اور یہ ان کا سب سے بڑا دعوی ہے۔''

''لیکن آج تو یہ ہو گیا۔''

''ہاں! اب صبح تہلکہ مچ جائے گا۔''

''لیکن ہمیں کیا فائدہ ہو گا۔''

"ابھی طے کرتے ہیں.....ایک منٹ۔"

پھر اس نے کسی سے موبائل پر بات کی.....اور خفیہ انداز میں بات کی

...وہ بھی نہ سمجھ سکے کہ کیا کہہ رہا ہے.

پھر سیف بند کر کے اس نے کہا:

"باس تم لوگوں سے ملنا چاہتا ہے۔"

ان کے دل دھڑک اٹھے...اس قدر جلد وہ باس تک پہنچ جائیں گے

.....یہ تو انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا۔

پھر انہیں ایک بند گاڑی میں بٹھایا گیا...آنکھوں پر پٹیاں باندھی گئیں

.....اور گاڑی چل پڑی....پٹیاں بندھنے کا عمل جب شروع ہوا تھا

انہوں نے گھڑیاں دیکھ لی تھیں....اور اب وہ موڑ نوٹ کرتے

جا رہے تھے.....آخر آدھ گھنٹے کے سفر کے بعد گاڑی رک گئی....

"نیچے اتر آؤ.....پٹیاں اتار دو۔"

انہوں نے خود پٹیاں اتار دیں...وہ ایک گیراج میں تھے...وہاں کئی اور گاڑیاں کھڑی تھیں...ان گاڑیوں کے نمبر انہوں نے دیکھے اور ذہن نشین کر لیے....پھر وہ ان کے ساتھ اندرونی دروازے سے نکل کر عمارت میں داخل ہوئے....یہ عمارت ہال نما تھی۔

کئی برامدے طے کرنے کے بعد.....وہ ایک کمرے کے دروازے پر آ گئے....نواز نون نوری نے پہلے تین بار آہستہ دستک دی پھر ایک بار زور سے اور اس کے بعد پھر تین بار آہستہ دستک دی دروازہ خود بخود کھل گیا اور آواز سنائی دی:

''مہربانی کر کے اندر آ جائیں۔''

وہ اندر داخل ہوئے....ان کے سامنے ایک عالی شان کمرہ تھا....لیکن اس میں کوئی نہیں تھا....ایک شاہانہ کرسی ایک بڑی اور بھاری میز کی دوسری طرف موجود تھی....میز مکمل طور پر شیشے کی تھی....

اس کے گرد کرسیاں بھی شیشے کی تھیں.....انہیں ان پر بیٹھنے کا اشارہ کیا

...وہ بیٹھ گئے.....نواز نون نوری بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا...پھر اندر

ونی دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد کا آدمی اندر داخل ہوا...اس کا جسم

پوری طرح سیاہ لباس میں چھپا ہوا تھا..... ہاتھوں پر دستانے تھے

.....آنکھوں کے لیے بنائے گئے سوراخوں پر بھی باریک جالی تھی.....تا

کہ آنکھوں کا رنگ وغیرہ بھی نہ دیکھا جا سکے.....اسے اندر آتے دیکھ کر

نواز نون نوری کسی غلام کی طرح اٹھ کر اس کی طرف لپکا اور اس کے

پیروں کو ہاتھ لگا کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

''بیٹھو نوری...تو وہ لوگ یہ ہیں۔''

''یس سر۔''

''بنک کا کیا بنا۔''

''ان لوگوں نے صرف آدھ گھنٹہ لگایا۔''

”کیا واقعی۔“

”ہاں سر.... حیرت ہوئی.... اب بنک کی تمام نقدی ہمارے گودام میں پہنچ چکی ہے۔“

”مزا آ گیا.... اب صبح اخبارات کی خبریں دیکھنے کے قابل ہوں گی .... اور اس کامیابی کا سہرا ان کے سر جاتا ہے... ان لوگوں سے کیا بات ہوئی۔“

”یہ تیار ہیں سر۔“

”تو انہیں جیل سے فارغ کرو.... ان جیسے لوگ جیلوں میں رہنے کے قابل نہیں ہوتے.... انہیں تمام قواعد بھی بتا دو... انہیں ہر طرح کی سہولت ملے گی.... جو یہ چاہیں گے.... دیا جائے گا... بس یہ پوری طرح وفادار رہیں.... اگر وفاداری تبدیل کریں گے تو سزا بھی صرف موت ہو گی۔“

"میں انہیں تمام باتیں سمجھا دوں گا سر۔"

"ٹھیک ہے.....انہیں لے جاؤ۔"

"آؤ۔" اس نے کہا۔

وہ اٹھ کھڑے ہوئے...اس نے براہ راست ان سے کوئی بات نہیں کی تھی.....نہ انہوں نے بولنے کی کوشش کی.....اس کی ضرورت بھی کیا تھی.....اپنی آواز اسے سنانے سے بچ گئے اور اس کی آواز سن لی.....

اب یہ آواز وہ جہاں بھی سنتے.....فوراً جان جاتے کہ باس یہی ہے۔

نواز نون نوری انہیں ایک کمرے تک لایا.....اور خود باہر رہ کر ان سے بولا:

"یہ تمہارا کمرہ ہے.....اب تم آرام کرو۔"

وہ اندر داخل ہوئے.....پھر اندر چند چیخیں گونجیں.....اس کے بعد دھما چوکڑی کی آوازیں آئیں.....جب خاموشی چھا گئی تو باہر سے نواز

نون نوری نے کہا:

''کیا تم نے انہیں بے بس کر لیا۔''

اندر سے کوئی آواز باہر سنائی نہ دی تو نواز نون نوری حیرت زدہ سا اندر داخل ہوا....اور اندر کا منظر دیکھ کر بری طرح اچھلا.....

چھ آدمی فرش پر لمبے لیٹے تھے اور لمبے لمبے سانس لے رہے تھے....

''یہ کیا....تم نے پروگرام کے مطابق ایک ساتھ ان پر حملہ نہیں کیا تھا۔''

''کیا تھا جناب! ان میں سے ایک نے کہا۔''

''تب پھر۔''

''یہ پوری طرح ہوشیار تھے، اس حملے سے گھبرائے نہیں فوری طور پر وار روک کر الٹا ہم پر حملہ آور ہو گئے تھے۔''

''حیرت ہے....کمال ہے.....آخر یہ لوگ کیا چیز ہیں.....آؤ بھئی

واپس۔'' اس نے کہا۔

''آؤ بھئی واپس... کیا مطلب۔''

''باس کے کمرے میں...... یہاں تو تم لوگوں کو صرف امتحان کے لیے لایا گیا تھا..... اصل بات چیت تو اب طے ہو گی....۔''

''چلیے پھر..... پہلے آپ اصل بات کر لیں۔'' انسپکٹر جمشید نے ہنس کر کہا۔

''یہاں ہنس کر بات کرنے کی اجازت نہیں۔'' نواز نون نوری نے آنکھیں نکالیں۔

''جی اچھا! پتا نہیں تھا..... اب نہیں ہنسیں گے۔'' انہوں نے ہنس کر کہا۔

اور پھر انہیں ایک بار پھر اسی کمرے میں لایا گیا.... باس کمرے میں موجود تھا اور ایک فائل پر جھکا ہوا تھا:

''یہ لوگ حاضر ہیں سر۔''

''کیا رہا۔''

''انہوں نے کانگو وغیرہ کو صرف چند سیکنڈ میں ڈھیر کر دیا۔''

''نن نہیں.....۔''اس کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

''یہی بات ہے سر...آپ بے شک انہیں بلا کر پوچھ لیں۔''

''وہ تو خیر میں ان سے پوچھوں گا.....۔''

اب ان چھ کو اندر لایا گیا...ان کے منہ لٹکے ہوئے تھے.....۔

''یہ میں نے کیا سنا ہے..چند سیکنڈ میں تم ان کے ہاتھوں ڈھیر ہو گئے۔''

''یہی بات ہے سر۔''

''کیا تم نے فوراً ان پر حملہ نہیں کیا تھا۔''

''جونہی یہ اندر داخل ہوئے....ہم نے حملہ کر دیا....لیکن یہ بھی

ہوشیار تھے... ہمارے وار روک کر خود حملہ آور ہوئے۔"

"حیرت ہے... کمال ہے..... خیر... ایک آخری امتحان۔"

یہ کہہ کر اس نے گھنٹی بجائی.... فوراً ہی چھوٹے دروازے سے ایک شخص اندر داخل ہوا:

"بھورے کو بلاؤ۔"

"یس سر۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ جلد ہی ایک بھورے رنگ کا آدمی اندر داخل ہوا۔

"ان لوگوں کو ایک نظر دیکھ لو۔"

بھورے نے ان پر نظر ڈالی اور بولا:

"دیکھ لیا باس۔"

"ان میں کوئی خاص بات نظر آئی۔"

"یس سر.... ان میں کچھ خاص باتیں ہیں۔"

”میں چاہتا ہوں ...تم ان کا مقابلہ کرو۔“

”وہ تو خیر میں کرلوں گا.....کیا آپ انہیں ملازمت پر رکھنا چاہتے ہیں۔“

”بہت خوب! گویا مجھے یہ ثابت کرنا ہے کہ یہ لوگ ملازمت کے قابل نہیں ہیں۔“

”ہاں! باس چاہتا ہے کہ پتا چل جائے.....یہ کتنے پانی میں ہیں۔“

”ابھی انہیں بتا دیتا ہوں۔“

”باس نے تمہیں صرف تین منٹ دیے ہیں۔“

”اوہ تین منٹ۔“ نواز نون نوری کے لہجے میں حیرت تھی۔

”ہاں! جناب بس دیکھتے جایئے۔“

”پھر تو شائد یہ ملازمت نہ حاصل کرسکیں۔“

”یہ ان کی قسمت.....میں کیا کہہ سکتا ہوں.....مجھے تو جو کام سونپا جائے

گا....میں تو وہی کروں گا۔'' اس نے کہا۔

''اوہ ہاں! یہ تو ہے......آ جاؤ پھر ہو جائیں دو دو ہاتھ۔''

''ہم میں سے صرف ایک مقابلہ کرے گا۔'' انسپکٹر جمشید نے اعلان کیا۔

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا.... باری باری سب کو آگے آنا ہو گا۔''

''تب میں اپنی پارٹی کے سب سے کمزور آدمی کو بھیج رہا ہوں...تم جاؤ۔'' انہوں نے فرزانہ کو اشارہ کیا۔

''مم.....میں سب سے کمزور نہیں ہوں۔''

''حد ہو گئی...میں جو کہہ رہا ہوں، تم سب سے کمزور ہو۔'' وہ غرائے۔

''اوہ! مجھے افسوس ہے۔''

''چلو نکلو....ڈرو نہیں.....یہ ہوا نہیں ہے.... یاد رکھو...ہمیں ملازمت

حاصل کرنی ہے۔''

''جی اچھا... یاد رکھوں گی۔''

اور پھر وہ باہر نکل آئے.... ایک طرف سے بھورا اور دوسری طرف سے فرزانہ.... دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو گئے، فرزانہ نے اسے اور اس نے فرزانہ کو نظروں ہی نظروں میں جانچا..... پھر بھورے نے کہا:

''تمہارے مرنے کے دن آ گئے تھے۔ اس لیے تم یہاں آ گئی ہو۔''

''یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔''

''ہمارے ہاں ایسی باتیں عام ہیں... لوگ جانتے ہیں، جو بھی بھورے کے مقابلے میں نکلا، مارا گیا۔''

''ارے تو کیا یہ مقابلہ جان سے مارنے کی حد تک ہو گا۔''

''ہاں! بالکل.... بھورا تمہیں جان سے بھی مار سکتا ہے۔''

''تب پھر ہمیں بھی اجازت ہونی چاہیے۔''

''کس بات کی۔''

''جان سے مار ڈالنے کی۔''

''ایسی کوئی پابندی یہاں نہیں ہے۔...تم اسے جان سے مار سکتے ہو تو ضرور مارو....ورنہ یہ تو مار ہی ڈالے گا اور باس کو افسوس ہو گا.....لیکن .....وہ ان امتحانات کے بغیر کسی کو ملازم نہیں رکھتے۔''

''میں حاضر ہوں۔'' یہ سن کر اس نے اپنے بدن کو ایک زبردست جھٹکا دیا...اور فرزانہ کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں۔

☆☆☆

جادو کی گولی

اپنے بدن کو جھرجھری دینے سے پہلے وہ ایک عام سا انسان نظر آ رہا تھا ،لیکن جونہی اس نے جھرجھری لی یوں لگا جیسے اس کا جسم پھیل گیا ہو، لمبا چوڑا ہو گیا کچھ کا کچھ ہو گیا، ساتھ ہی اس نے کہا:

''یہ پہلی جھری جھری ہے....اگر میں نے دوسری اور تیسری جھرجھری بھی لے لی تو شاید تم مارے خوف کے ہی مر جاؤ اور اس صورت میں مجھے مقابلے کی ضرورت زحمت بھی نہ کرنی پڑے،لیکن باس کا حکم مقابلے کا ہے،اس لیے میں جھرجھری نہیں لوں گا۔''

''آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ جھرجھری نہیں لیں گے،ویسے اس طرح جھرجھری لینا ذرا ہمیں بھی سکھا دیں۔''

اگر ہنسنے کی اجازت ہوتی تو میں تمہاری بات پر خوب ہنستا لیکن باس نے ہنسنے پر پابندی لگا رکھی ہے۔''

”آخر کیوں۔“

”بس! اس کا کہنا ہے.... کسی ہنسی کی بات پر صرف وہ ہنس سکتا ہے، اس کے لیے کام کرنے والے نہیں۔“

”یہ عجیب بات ہے۔“

”ہوگی.... ہم اس پر بحث نہیں کر سکتے.... یہاں کسی بات پر بحث کرنا بھی منع ہے۔“

”خیر.... میں مقابلے کے لیے تیار ہوں۔“

”مجھے تو تم پر ترس آ رہا ہے.... بہتر تھا کوئی بڑا مجھ سے مقابلہ کرتا۔“ اس نے کہا۔

”اور مجھے آپ پر ترس آ رہا ہے۔“ فرزانہ مسکرائی۔

”کیا مطلب..... تمہیں بھلا کیوں مجھ پر ترس آ رہا ہے۔“

”بے موت میرے ہاتھ سے مارے جاؤ گے۔“

''افسوس! میں ہنس نہیں سکتا...'' اس نے سرد آہ بھری۔

''سوری! میں اب کوئی بات نہیں کروں گی جس کو سن کر آپ کو ہنسی آئے.... آپ وار کرنا پسند کریں گے یا میں وار کروں۔''

''میں آپ کو وار کرنے کی اجازت دیتا ہوں، آپ جس طرح چاہیں، جس رخ سے چاہیں، آپ مجھ پر وار کریں۔''

''شکریہ۔'' فرزانہ نے کہا اور اپنی خفیہ جیب سے ایک گول سی چیز نکال کر ہاتھ میں لے لی....

''ارے ارے.... نہیں.... فرزانہ یہ اسے نہ دے مارنا۔''

انسپکٹر جمشید بوکھلا اٹھے... وہ اسے جان سے نہیں مارنا چاہتے.... جب کہ اس وقت فرزانہ کے ہاتھ میں بہت خطرناک چیز تھی۔''

''تو کیا آپ اس کو زندہ دیکھنا چاہتے ہیں۔'' اس نے پوچھا۔

''ہاں! بلاوجہ کسی کی جان لینا اچھا نہیں لگتا۔''

”کیا کہہ رہے ہیں.... یہ اور میری جان لے گی..... گھاس تو نہیں کھا گئے۔“

”ابھی میں نے یہ شوق نہیں پالا۔“

”کون سا شوق۔“

”یہی گھاس کھانے والا.....۔“

”تم لوگ باتیں کرتے ہو..... ابھی تک مقابلہ شروع نہیں کیا اور بات پر بات کیے چلے جا رہے ہو۔“

”فرزانہ! اس بے چارے کے ساتھ ذرا رعایت کرنا.... ایسا نہ مارنا.....۔“

”حد ہو گئی..... حد ہو گئی..... یہ چھوٹی سی گولی مجھے ڈھیر کرے گی۔“ وہ اور جھلا اٹھا۔

”دیکھا! کیا حال ہو گیا ہے بے چارے کا.... اگر تم کچھ اور دیر کرو گی تو

یہ شاید غصے سے پاگل ہو جائے۔''

''کیا کہا.... میں غصے سے پاگل ہو جاؤں گا.... تم لوگوں کی تو ایسی کی تیسی.... اب پہلے میں اس کو پیس کر رکھ دوں گا..... پھر تم لوگوں کی باری آئے گی۔''

''پیس کر رکھ دینے کی کیا ضرورت.... پھر پیس دینے کا کیا فائدہ۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''توبہ ہے... توبہ ہے۔'' اس نے اپنے بال نوچ لیے۔

''یہ پاگل ہونے کی پہلی علامت ہے.... بال نوچنا۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''نہیں چھوڑوں گا.... نہیں چھوڑوں گا۔''

''اچھا..... اچھا.....'' فاروق بولا۔

''یہ کیا... اچھا... اچھا۔'' محمود نے اسے گھورا۔

''اس نے بھی دو بار کہا.... مجھے گھورنے کی بجائے اسے گھورو۔''

''اسے گھورتے ہوئے خوف محسوس ہوتا.... کہیں کاٹ ہی نہ کھائے۔''

''کیا.... کہا.... میں اور تمہیں کاٹ کھاؤں گا....۔'' اب مارے غصے کے اس کا برا حال ہو گیا۔

اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.... فوراً اچھلا اور فرزانہ پر آیا.... فرزانہ پہلے ہی تیار کھڑی تھی اور اسے اندازہ بھی تھا کہ وہ غصے میں آ کر وار کرے گا ..... جب کہ غصہ آنے سے پہلے یہ آثار نہیں تھے ...اس لیے وہ اسے اس حالت تک لے آئی تھی .... ورنہ وہ واقعی خطرناک تھا.... غصے میں اندھا ہونے کے بعد جو چھلانگ لگائی گئی .... اس سے بچنا فرزانہ کے لیے مشکل نہیں تھا..اس نے ہاتھ میں پکڑی گولی کو بھی استعمال نہ کیا ...بس پھرتی سے ایک طرف ہٹ گئی .... وہ اپنی جھونک میں دیوار کی طرف چلا گیا.... لیکن اس نے فوراً ہاتھ آگے کر دیے.... اور خود کو

صاف بچا گیا.....اب اس کی آنکھیں کھلیں.....۔

''اوہ اوہ۔''

''اگر دو بار اوہ اوہ کہنے سے عقل آ جاتی ہے...تب تو یہ بہت آسان نسخہ ہے۔''

''حد ہو گئی...تم لوگ غصہ دلانے کی مشین تو نہیں ہو۔''

''غصہ دلانے کے انسان کہنے میں کیا حرج ہے آپ کو۔''

محمود نے مشورہ دیا۔

''میں پاگل ہو جاؤں گا۔'' اس نے اپنے سر پر دونوں ہاتھ مارے۔

''ہمارے لیے اس اسے اچھی بات کیا ہو گی۔''

''میرا خیال ہے....بھورے تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکو گے....یہ دماغ سے لڑ رہے ہیں اور تم جذبات سے ان کا طریقہ سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''مم.....میں.....میں اس نتیجے پر پہنچ چکا ہوں۔''

''تب پھر سنایا کیوں نہیں۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''کیا نہیں سنایا۔''

''نتیجہ اور کیا..... نتیجہ تو ہوتا ہی سنانے کے لیے یا پھر سننے کے لیے
.....بچپن میں ہم سکولوں کے نتیجے سننے کے لیے ذوق اور شوق سے جا
تے تھے۔'' پروفیسر داؤد نے آہ بھری۔

''لیجئے.... یہ اپنی لے بیٹھے۔'' خان رحمان نے منہ بنایا۔

''اب یہاں اور یہاں کریں

''مقابلہ اور صرف مقابلہ.... باتیں بہت ہو چکیں.... اب میں مزید کو
ئی بات نہیں سنوں گا...... خبردار اب کوئی نہ بولے.... اب صرف اور صر
ف مقابلہ ہوگا۔'' انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

فرزانہ کو ایک جھٹکا لگا.... وہ جیسے ہوش میں آ گئی.... اتنی سرد آواز سے
انسپکٹر جمشید نے انہیں یہ احساس دلایا تھا کہ وہ یہاں اپنی اصل شکل

وصورت اور آواز میں نہیں ہیں.... لہذا اپنی حرکات بند کر دو، کہیں ہمیں پہچان نہ لیا جائے اور سارا کھیل خراب نہ ہو جائے۔''

''سوری.... اب ہم کچھ نہیں بولیں گے۔'' فرزانہ نے دبی آواز میں کہا۔

''تو پھر میں چھلانگ لگا رہا ہوں۔'' بھورے نے کہا اور فوراً چھلانگ لگا دی۔

اس بار فرزانہ نے محسوس کیا.... وہ بچ نہیں سکے گی.... لہذا اس نے فوراً گولی اس کے سر کی طرف اچھال دی۔

گولی ٹھیک سر میں لگی... ساتھ ہی وہ فرزانہ تک پہنچ چکا تھا، اب فرزانہ نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی... اور اس سے دور ہٹ گئی، ادھر وہ سر پکڑے بیٹھا تھا۔

''کیا ہوا؟'' نواز نون نوری نے کہا۔

''یہ...یہ گولی عجیب سی تھی....اس کے لگنے سے چوٹ تو بالکل معمولی آئی....لیکن سر بری طرح چکرا رہا ہے۔''

''ارے تم کیوں بے وقوفوں کی طرح کھڑی ہو...موقعے سے فائدہ اٹھاؤ۔'' خان رحمان نے جھلا کر کہا۔

فرزانہ کو جیسے ہوش آ گیا....وہ اچھلی اور اپنے پاؤں کی ایک ٹھوکر رسید کر دی....وہ تیورا کر گرا اور ساکت ہو گیا۔

''یہ کیا ہوا؟'' نواز نون نوری کے منہ سے نکلا۔

''یہ وہی ہوا جو اللہ کو منظور ہوا۔'' پروفیسر مسکرائے۔

''میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ بھورا اس طرح مار کھا جائے گا۔''

اس نے حسرت زدہ انداز میں کہا۔

''تو اب سوچ لیں.....یہ کیا مشکل ہے۔''

''اچھا آؤ....اب باس کے پاس چلتے ہیں....تم نے یہ امتحان پاس کر

لیا ہے۔"

"کیا زمانہ آگیا ہے ....اب ہمیں امتحان پاس کرنے پڑ رہے ہیں۔" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"ایک آخری امتحان اور باقی ہے....اس کے بعد تم پاس ہی پاس۔"

"خالی پاس بھی کافی ہے جناب، ہم بعد والے پاس کا کیا کریں گے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"آپ شکر کریں.....صرف کئے چلا جاتا ہے....باتوں پر باتیں کیے آتا نہیں۔" محمود نے جل کر کہا۔

"جل گئے بڑے بھائی....آپ مہربانی فرما کر ذرا سی تعریف اس کی بھی کر دیں.....ورنہ میرا تو یہ جینا حرام کر دے گا۔"

فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"میں سمجھا نہیں.....۔" نواز نون نوری کے منہ سے نکلا۔

''اب ہم آپ کو کون کون سی بات سمجھائیں گے جناب!

آپ اس بات کو رہنے دیں..... بات سمجھ میں آئے نہ آئے.... بس یہ

نہ کہیں، میں سمجھا نہیں۔''

''یہ کیا بات ہوئی۔'' اس کا منہ بن گیا۔

''یہی تو مشکل ہے.... یہ کوئی بات نہیں ہوئی۔''

''اچھا چلو.... تم تو چاٹ ڈالو گے میرا دماغ۔''

اس نے جھلا کر کہا.... وہ مسکرا دیے.... پھر وہ اسی راستے سے واپس

باس والے کمرے میں داخل ہوئے

باس اس وقت اپنی کرسی پر نہیں تھا۔

''بیٹھو بھئی!.... تم لوگوں کو انتظار کرنا پڑے گا.... باس کو کسی کام سے

جانا پڑ گیا ہے شاید۔''

''ہمارا کیا جاتا ہے.... یہ لیں بیٹھ گئے۔'' محمود نے کہا۔

''بلکہ ہمارا کیا آتا ہے، اس لیے کہ یہاں نہ آتا نظر آتا ہے، نہ جاتا۔'' فاروق بولا۔

''بھائی اب چپ بھی رہو .... کیا یہاں سے بھی نکلواؤ گے ... پہلے ہی کئی بار تم جیلوں سے نکلوا چکے ہو۔''

''کیا کہا..... جیلوں سے نکلوا چکے ہو.... یہ کیا بات ہوئی۔''

''جب ہم چوری چکاری کے کاموں سے ذرا تھک جاتے ہیں تو پھر آرام کرنے کے لیے پولیس کے ہاتھ لگ جاتے ہیں، پھر وہ ہمیں جیل بھجوا دیتے ہیں ...اور ہم لمبی تان کر سوتے ہیں ....لیکن ان صاحب کو وہاں بھی چین نہیں آتا، ان کی اوٹ پٹانگ باتوں سے تنگ آکر جیل والے کہہ دیتے ہیں جاؤ بھئی.....

ہمیں معاف کرو... یہاں تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں۔''

''نن... یہ کیسے ہوسکتا ہے۔'' نواز ہکلایا۔

''کیوں جناب ہو کیوں نہیں سکتا.... اس میں ہونے کو کیا مشکل ہے۔''

''میرا اپنا تعلق جیل سے ہے بھئی.... کیا بھول گئے۔''

''او ہ سوری.... یہ تو ہم واقعی بھول گئے تھے.... لیکن وقتی طور پر۔''

''میرا خیال ہے.... آج میرا دماغ خالی ہو کر رہے گا۔''

''پھر پھروا لیجئے گا۔'' فاروق نے کہا۔

''کک.... کیا۔'' پروفیسر بے خیالی کے انداز میں بولے۔

''دماغ اور کیا.... ان دماغوں کے بھی پٹرول پمپ بن جائیں گے۔''

''حد ہو گئی.... ہے کوئی تک۔'' نواز نون جھلا اٹھا۔

''اس میں تو خیر کوئی شک نہیں ہے جناب۔''

''لیکن کس میں۔'' وہ چیخا۔

''یہ کہ اس میں کوئی تک نہیں ہے۔''

اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا....پھر جھلا کر بولا:

''میرا خیال ہے.... باس غلطی کر رہے ہیں۔''

''آپ کو یہ کیسے احساس ہوا.....اور اگر ہو ہی گیا ہے تو آپ اپنے باس کو بتا کیوں نہیں دیتے کہ وہ غلطی کر رہے ہیں۔لیکن اس سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیا غلطی کر رہے ہیں۔''

ایسے میں قدموں کی چاپ سنائی دی اور باس اندر داخل ہوا....کمرے میں یک دم سناٹا چھا گیا۔

''ہاں نواز نون نوری کیا رہا۔''

''بھورا چاروں شانے چت۔''

''نن نہیں۔''

''ہاں۔'' فاروق بولا۔

”کیا کہا۔“

”آپ کے نہیں کے جواب میں ہاں کہاں ہے۔“

”میں ایسا مذاق پسند نہیں کرتا۔“

”جی اچھا... بتا دیجیے گا..... کیسا پسند کرتے ہیں۔“

”خاموش۔“ وہ گرجا۔

فاروق نے اس وقت سہم جانے کی زبردست اداکاری کی..... جب کہ وہ خوف زدہ نہیں ہوا تھا۔

”اس لڑکی نے اس کا مقابلہ کیا تھا۔“

”بلاؤ اس خبیث کو..... مفت میں اتنی بڑی تنخواہ لیتا ہے۔“

”جی بہتر۔“ اس نے کہا اور گھنٹی بجائی۔

فوراً ہی ایک مسلح آدمی اندر داخل ہوا:

”بھورے کو لے آؤ۔“

''جی اچھا۔''اس نے دانت نکالے۔

''کیوں....تم ہنسے کیوں۔''باس نے حیران ہو کر پوچھا۔

''اندازہ ہے کہ اب بھورے کی مرمت ہو گی....بہت اکڑتا ہے۔''

''اچھا جاؤ۔''نواز نون نے فوراً کہا۔

اور پھر بھورا ڈرے ڈرے انداز میں اندر داخل ہوا۔

''یہ میں نے کیا سنا ہے بھورے۔''

''یہ....یہ جادوگر ہیں باس...پہلے انہوں نے میرے سر پر جادو کی ایک گولی ماری تھی۔''

''جادو کی گولی۔''

''ہاں! جادو کی گولی.....آپ نواز نون نوری صاحب سے پوچھ لیں۔''

''کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ان کے نام میں سے تینوں نون نکال دیے

جائیں۔'' فاروق بول پڑا۔

''تم پھر بولے۔'' نواز اس کی طرف الٹ پڑا۔

''سس.... سوری۔''

''میں مذاق پسند نہیں کرتا۔''

''شکریہ جناب.... مہربانی۔'' فاروق نے کہا۔

''اس میں شکریے کی اور مہربانی کی کون سی بات ہے۔'' باس گرجا۔

''اچھا جناب... نو شکریہ..... نو مہربانی۔''

''یہ تو ہمارے دماغ پگھلا دے گا نواز نون..... اگر یہ اب بولے تو اس کے سر پر ایک دھپ اس زور سے مارنا کہ اسے دن میں تارے نظر آ جائیں۔''

''جی اچھا... آپ فکر نہ کریں۔'' اس نے فوراً کہا۔

اب باس بھورے کی طرف مڑا:

''ہاں تو ان کے پاس کوئی جادو کی گولی تھی۔''

''جی بالکل.... آپ نواز نون نوری سے پوچھ لیں۔''

''اس نے ایک گولی بھورے کے سر پر ماری ضرور تھی.... بھورا لڑکھڑا گیا تھا.. اور بتایا تھا کہ اگرچہ اس کے سر پر چوٹ نہیں لگی، لیکن سر چکرا ضرور رہا ہے، اس پر اس لڑکی نے اس کے سر پر ٹھوکر لگائی تھی۔''

''سر پر ٹھوکر... یہ تو کافی لمبا ہے... یہ لڑکی اتنا اونچا کس طرح اچھلی ہوگی۔''

''اچھلی تھی سر... لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ بھورے کی شکست اس گولی کی وجہ سے ہوئی ہے.... ہم گولی کے بغیر بھی اسے شکست دے سکتے ہیں.... آپ اپنے سامنے مقابلہ کروالیں، ہم کوئی گولی استعمال نہیں کریں گے.... وہ گولی تو بس ایک مذاق تھا۔''

''خوب خوب! بھورے تم کیا کہتے ہو..... یاد رکھو.... اگر تم نے انکار

کیا تو پھر تمہیں موت کی کوٹھری میں ڈال دیا جائے گا۔"

"نن نہیں..... باس نہیں۔"

"مم..... موت کی کوٹھری۔" فرزانہ ہکلائی۔

"ہاں! لڑکی .... باس کی ایک موت کی کوٹھری ہے... سبھی اس سے بہت ڈرتے ہیں۔"

"تو کیا یہ لوگوں کو موت کے گھاٹ بھی اتار دیتے ہیں۔"

"اس میں کیا شک ہے۔"

"تب تو ان پر مقدمہ چلنا چاہیے۔"

"کیا بکواس ہے.... کون چلائے گا مجھ پر مقدمہ۔"

"میں چلاؤں گا۔" فاروق نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"یہ تم کن لوگوں کو لے آئے نواز۔"

"یہ لڑکا اوٹ پٹانگ باتیں کرنے کا ماہر ہے۔"

''اس کے منہ پر ٹیپ چپکا دو۔'' وہ غرایا۔

''اس کی ضرورت نہیں،'' انسپکٹر جمشید نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

''کیوں.....کیوں نہیں۔''

''میں اس سے کہہ دیتا ہوں خاموش رہو.....جب تک میں نہ کہوں .....بولنا نہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔ فاروق کے ہونٹ جیسے سل گئے.....اب انسپکٹر جمشید نے کہا:

''لیجئے جناب! ٹیپ سے بھی زیادہ پکا کام ہو گیا۔''

''خیر.....دیکھ لیں گے.....ہاں بھورے.....اب تمہاری کیا سزا ہے۔''

''میں کہہ چکا ہوں.....وہ ایک گولی تھی.....جادو کی گولی.....جس کے ذریعے انہوں نے میرے پاؤں اکھاڑے.....آپ نواز نون نوری سے پوچھ لیں۔''

''اس میں شک نہیں.....ان لوگوں نے ایک نے ایک گولی استعمال

کی تھی۔"

لیکن ہم گولی کے بغیر بھی اسے شکست دے سکتے ہیں۔"

محمود نے کہا۔

"کیا خیال ہے ..... بھورے .... جان بچانے کے لیے تمہارے پاس ایک اور موقع ہے۔"

"میں تیار ہوں باس۔"

"تو پھر آجاؤ میدان میں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور آگے بڑھ آئے۔

"کیا خیال ہے بھورے .... تم اس سے مقابلہ کر لو گے۔"

"جی ضرور ... کیوں نہیں۔"

"ایک بچی سے تو مقابلہ کر نہیں سکے۔"

"میں بتا چکا ہوں ..... ایک گولی تھی۔"

"اچھا اچھا ..... اب تم اس سے مقابلہ کرو .... دیکھو یہ کوئی گولی استعمال

نہیں کرے گا.... کیوں مسٹر تم گولی

استعمال کرو گے۔''

''جی نہیں..... آپ فکر نہ کریں۔''

''بھلا مجھے فکر کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔''

بھورا بے فکری کے عالم میں میدان میں آ گیا.....

''میں تمہیں وار کرنے کی اجازت دیتا ہوں.... اگر تم میرے جسم کو

ہاتھ لگا سکے تو میں اسی وقت اپنی ہار مان لوں گا۔''

''لیکن ہم اس طرح ہرانا ہرانا نہیں مانتے.... مقابلہ ہونا چاہیے۔''

''آپ فکر نہ کریں..... آپ کو ایک اچھا مقابلہ دیکھنے کو ملے گا۔'' انسپکٹر

جمشید نے کہا۔

اور پھر بھورے نے غصے میں آ کر ان پر وار کیا.... اس کا وار واقعی خوفنا

ک انداز کا تھا... اس کے دونوں ہاتھوں میں دو خنجر تھے.... انہیں

دونوں خنجر انسپکٹر جمشید کے جسم میں اترتے محسوس ہوئے.....لیکن وہ کمان کی طرح مڑ گئے تھے.....خنجر ان کے کپڑوں کو چھو کر رہ گئے...ساتھ ہی انہوں نے اس کی پیشانی پر مکہ دے مارا.....

یہ مکا کھا کر وہ دوسری طرف الٹ پڑا.....انہوں نے جان بوجھ کر ہلکے ہاتھ کا مکا مارا تھا...اگر وہ چاہتے تو اس کے بعد اس میں اٹھنے کی سکت نہ رہ جاتی.....وہ لڑکھڑا کر گرا لیکن پھر اٹھ بیٹھا.....

''بہت خوف دونوں کے وار خوب تھے.....بھورا ابھی کم نہیں رہا.....شاباش بھورے...تمہاری زندگی کا سوال ہے.....اگر تم نے یہ مقابلہ جیت لیا تو انعام بھی ڈبل۔''

''انعام سے زیادہ اس وقت مسئلہ زندگی بچانے کا ہے باس۔''

''ہاں! یہی میں کہتا ہوں.....خیر لڑو...تم بھی کیا یاد رکھو گے، کسی رئیس سے ملاقات ہوئی تھی۔'' اس نے شوخ انداز میں کہا۔

اب پھر بھورا وار کرنے کے لیے پر تول چکا تھا....ادھر وہ بھی تیار تھے
.....بھورا تیر کی طرح ان کی طرف آیا وہ ذرا سے ترچھے ہو گئے....بھورا
باس کی میز سے جا ٹکرایا..... کسی بھینسے کی طرح ڈکرایا اور ساکت
ہو گیا۔

''یہ کیا ہوا بھورے....اٹھو.....ورنہ تمہیں میرے ہاتھوں موت کے
گھاٹ اترنا ہوگا۔''

انسپکٹر جمشید اس کی یہ بات سن کر پریشان ہو گئے...اس وقت انہوں
نے بھورے کو اچھل کر اٹھتے دیکھا۔

''ہاں! شاباش....ایسا وار کرو کہ یہ سب داؤ بھول جائے۔''

بھورے نے اس بار بہت سوچ سمجھ کر وار کیا....سیدھا ان کی طرف آیا
اور سر کی ٹکر اس کے سینے پر دے ماری....لیکن انہوں نے فوراً دونوں ہا
تھ آگے کر دیے....اور جونہی سر ان کے ہاتھوں سے لگا انہوں نے

اسے دھکا دے دیا....اب وہ دیوار سے جا ٹکرایا:

''لگتا ہے بھورے تمہارا ستارہ گردش میں ہے۔''

بھورے نے اٹھنے کی کوشش کی ....لیکن پھر گر گیا اور بری طرح ہانپنے لگا۔

''میں دس تک گنوں گا بھورے ....اگر تم نہ اٹھے تو یہ تمہاری شکست کا اعلان ہوگا۔'' یہ کہہ کر وہ گننے لگا۔

''ایک دو .....تین .....چار .... پانچ .....چھے .....سات .....آٹھ .....بھورے ہوش کرو....موت سر پر آ گی.....میں آٹھ تک پہنچ چکا ہوں۔''

بھورے نے سر کو زوردار جھٹکا دیا.....اٹھنے کی آخری کوشش کی اور پھر فرش پر سیدھا لیٹ گیا.....

''گویا تم نے اپنی شکست کا اعلان کر دیا۔''

''ہاں باس! میں تھک گیا....میں اس شخص سے جیت نہیں سکتا... پہلے وار سے ہی میں نے جان لیا تھا کہ میں جیت نہیں سکوں گا...میرے دونوں خنجر اس کے پیٹ میں لگنے چاہئیں تھے....میرے اس وار سے کوئی نہیں بچ سکا....یہ پہلا شخص ہے....جو بچ گیا ہے....لہذا میں اب زندہ رہ کر کیا کروں گا۔''

''تب پھر تم میرے ہاتھوں مرنا پسند کرو گے یا خود اپنے ہاتھوں۔''

''باس! میں جیسا بھی ہوں....ہوں مسلمان....اور میں نے سنا ہے ...خودکشی حرام ہے....لہذا میں اپنے ہاتھوں نہیں مروں گا....آپ مجھے مارنا چاہتے ہیں،تو آپ کی مرضی....اس وقت میں اور کیا کہہ سکتا ہوں''۔

''تمہاری خواہش پوری ہو گی.....میں تمہیں اپنے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتاروں گا۔''

یہ کہہ کر باس اٹھا..... یہ لمحہ ان کے لیے بہت مشکل تھا.... ان کے سا منے ایک شخص کو موت کے گھاٹ اتارا جا رہا تھا اور وہ اسے بچا نہیں سکتے تھے لیکن پھر انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا:

''اسے معاف کر دیں باس... ہم آپ کے لیے کام کریں گے۔''

''وہ تو تم کرو گے۔''

''نہیں باس... ہماری شرط بھی ہے... آپ اسے معاف کر دیں۔''

''کیا مطلب؟'' باس کو ایک جھٹکا لگا۔

''میں نے کہا نا.... اسے معاف کر دیں۔''

''اور اگر میں اسے معاف نہ کیا تو۔''

''تب ہم آپ کے لیے کام نہیں کریں گے۔''

''یہ کیا بات ہوئی .... یہ یکا یک تم اس کے ہمدرد کیوں ہو گئے، یہ تو ابھی ابھی تمہیں موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کر رہا تھا۔''

”وہ اس کا کام تھا یا مجبوری.... لیکن میں چاہتا ہوں... آپ اسے معاف کر دیں۔“

”لیکن میں معاف نہیں کیا کرتا، اپنے فیصلے پر عمل کیا کرتا ہوں۔“

”تب پھر ہم آپ کے لیے کام نہیں کریں گے۔“

”نواز نون نوری... تم نے سنا.... انہوں نے کیا کہا ہے.... انہیں جیل میں لے جا کر الٹا لٹکا دو..... جب تک یہ میرے لیے کام کرنا منظور نہ کریں.... انہیں مارتے رہو۔“

”او کے باس......“ یہ کہہ وہ ان کی طرف مڑا۔

”کیوں اپنے لیے مصیبت مول لیتے ہو.... کیوں اس کی ہمدردی میں ظلم برداشت کرتے ہو.... اپنا فیصلہ واپس لو.... عیش کرو گے۔“

”ہماری ایک ہی شرط ہے.... بھورے کو معاف کر دیا جائے۔“

”کیا... آخر ہو کیا گیا ہے تمہیں.... تم مجھے بچانے پر کیوں تل گئے

ہو۔" بھورے نے بھی حیران ہو کر کہا۔

"حد ہو گئی... سب حیران ہو رہے ہیں..... ارے بھئی.... بس ہم اسے بچانا پسند کریں گے.... ہماری وجہ سے اس بے چارے کی جان کیوں جائے۔"

"اچھی بات ہے.... نواز نون نوری.... تم نے سنا نہیں.... انہیں لے جاؤ۔"

"جی اچھا۔" یہ کہہ کر وہ ان کی طرف مڑا۔

"چلو بھئی..... باہر نکلو۔"

"سوری.... اب ہم بھورے کو ساتھ لے کر جائیں گے۔"

"کیا کہا.... بھورے کو ساتھ لے کر جاؤ گے۔" باس دھاڑا۔

"ہاں! بھورے کو ساتھ لے کر جائیں گے۔"

"ارے تو کیا اسے جیل لے کر جاؤ گے... یہ کیا وہاں کا قیدی

ہے۔‘‘نواز نون نوری جھلا کر بولا۔

’’کیوں جناب.....قیدی کیوں نہیں ہو سکتا ہے.....کیا ہم قیدی نہیں ہیں۔‘‘

کمرے میں یک دم سناٹا چھا گیا.....پھر باس کی حیرت زدہ آواز ابھری:

’’یہ آج یہاں کیا ہو رہا ہے.....ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا۔‘‘

باس کے لہجے میں حیرت تھی۔

’’یہ کچھ سر پھرے سے لوگ ہیں باس...میرا خیال ہے.....میں انہیں ایک بار پھر جیل لے جاتا ہوں..

وہاں اس کا دماغ درست کروں گا.....جب یہ خود کہیں گے کہ اب ہم باس کے لیے کام کرنے کے لیے تیار ہیں تو ان کو آپ کی خدمت میں لے آؤں گا۔‘‘

''ان لوگوں نے پروگرام لمبا کر دیا.....خیر....اب کیا کیا جا سکتا ہے
...لیکن میں بھورے کو تو ان کے ساتھ نہیں بھیج سکتا۔''

''بھورا یہیں رہے گا آپ کے پاس۔''

''نہیں جناب! ہم بھورے کو ساتھ لے کر جائیں گے۔''

انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

اس بار ان کی آواز میں نہ جانے کیا تھا...خود بھورے نے بھی حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا۔

☆☆☆

موت کے ہرکارے

چند لمحے کے لیے وہاں سناٹا طاری ہو گیا، آخر باس کی سرد آواز گونجی:

"بہت ہو چکی ...... اب میں مزید برداشت نہیں کر سکتا ..... یہ میرا دفتر ہے نوری ..... کوئی تمہاری جیل کی کوٹھری نہیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے میز کے پائے میں لگا ایک بٹن دبا دیا ..... فوراً دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی ..... وہ اسی طرح پر جوش انداز میں کھڑے رہے ... پھر دروازہ کھلا اور باہر سے ہی کہا گیا:

"آپ کے دفتر کو اور پوری عمارت کو گھیرے میں لیا جا چکا ہے .... کوئی آ سکتا ہے نہ جا سکتا ہے .... اب ہمارے لیے کیا حکم ہے۔"

"ان لوگوں کو سبق سکھانا ہے .... ہمیں سبق سکھانے سے پہلے ان کی آنکھوں کے سامنے بھورے کو ذبح کرنا ہے۔"

"کک ..... کیا .... یہ کیا کہا آپ نے باس۔"

"ان لوگوں میں کچھ زیادہ ہی ہوا بھری ہوئی..... ان کی کچھ ہوا نکال کر انہیں میرے پاس لانا.... لیکن اس سے پہلے بھورے کو ذبح کیا جائے گا..... وہ بھی ان کی آنکھوں کے سامنے..... خبردار! یہ لوگ خطرناک ہیں کوئی ایسی ویسی حرکت نہ کرنے پائیں۔"

"آپ فکر نہ کریں سر.... ہم انہیں کچھ بھی نہیں کرنے دیں گے۔"

اور پھر وہ سب اندر آ گئے ... انہوں نے انہیں بازوؤں سے پکڑ لیا .... چند ایک رائفلیں ان کی طرف تانے بیٹھے رہے.... اب جو انہوں نے انہیں لے جانے کے لیے زور لگایا، وہ انسپکٹر جمشید کو دروازے کی طرف نہ لے جا سکے.....

"لے جاؤ بھئی..... دیکھ کیا رہے ہو۔" باس بولا۔

"ہاں! لے جاؤ بھئی..... لے جاؤ۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

انہوں نے پھر زور لگایا... لیکن انسپکٹر جمشید کو نہ ہلا سکے..... البتہ باقی

لوگوں کو ضرور وہ دروازے تک لے آئے.....

"یہ کیا.....یہ تو بدستور اپنی جگہ کھڑے ہیں۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

انہوں نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں۔

"یہ ہم کس مشکل میں پھنس گئے۔"

لیکن وہ بولے کچھ نہیں.....بس زور لگاتے رہے.....جب تھک گئے تو ہانپنے لگے.....انسپکٹر جمشید اب تک اپنی جگہ جمے رہے تھے۔

"نواز نون نوری۔" باس کی کھوئی کھوئی آواز سنائی دی۔

"یس سر۔" اس نے پریشان ہو کر کہا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔

"جو آپ دیکھ رہے ہیں سر۔"

"لیکن میں ایسا منظر نہیں دیکھ سکتا۔"

”تو آپ آنکھیں بند کرلیں۔“محمود نے کہا۔

”نوری....ان لوگوں کو میرے کمرے سے لے جاؤ....میں اب پریشانی محسوس کررہا ہوں۔“

”آپ تشریف لے جائیں سر.....میں انہیں یہاں سے خود ہی لے جاؤں گا۔“نواز نون نوری نے کہا۔

”خوب خوب! یہ ٹھیک رہے گا۔“

اور باس اٹھ کر اندرونی دروازے میں غائب ہو گیا۔

”تم اپنی زندگی کا سنہری موقع ضائع کررہے ہو دوستو!“ نواز نون نوری نے انہیں سمجھانے کے لیے کہا۔

”ہم نہیں.....آپ لوگ اور یہ باس بھی۔“انسپکٹر جمشید بولے۔

”کیا مطلب؟“

”ہمارے کہنے سے تم اس شخص کو معاف کیوں نہیں کررہے۔“

''اسی لیے تو میں نے باس کو چلے جانے کا مشورہ دیا ہے۔''

نواز مسکرایا۔

''کیا مطلب؟'' وہ چونکے۔

''مطلب یہ کہ.... اب میں اسے چھوڑ دوں گا۔''

''کیا واقعی۔''

''ہاں! باس کو بتا دوں گا... بھولے کا کام تمام کر دیا گیا ہے اور بس۔''

''لیکن آخر یہ اس دنیا میں رہے گا... کبھی یہ باس کو نظر آ گیا تو۔''

''نہیں نظر آئے گا..... جیل میں رکھیں گے .... جب اس کے بال بڑھ جائیں گے .... ڈارھی گھنی ہو جائے گی اور اسے پہچاننا مشکل ہو جائے گا... تب ہم اسے آزاد کر دیں گے .... یہ میرا تم لوگوں سے وعدہ رہا ...لہذا اب تم باس کے لیے کام کرنا منظور کر لو۔''

''اس صورت میں ہم ضرور مان لیتے ہیں۔''

''چھوڑو بھئی انہیں.....'' اس نے ان لوگوں سے کہا...جو انہیں پکڑے ہوئے تھے....وہ یک دم انہیں چھوڑ کر ایک طرف ہو گئے....ان کے چہرے پر اطمینان پھیل گیا، گویا وہ پہلے بہت مشکل میں پھنسے ہوئے تھے اور اب انہیں اس مشکل سے نجات مل گئی تھی.....

''پھر اب کیا پروگرام ہے۔''

''اب پہلے جیل چلنا ہو گا.....میں پھر یہاں آ کر باس سے بات کروں گا۔''

''چلیے پھر۔''

اور پھر وہ سب جیل میں آ گئے.....بھورے کو ان کے ساتھ ہی رہنے دیا گیا.....

''آپ.....میں آپ لوگوں کو نہیں سمجھ سکا۔'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں ..... بڑے بڑے ہمیں نہیں سمجھ سکے ..... دراصل ہم حساب کا ایک مشکل سوال ہیں۔''

''یہ کیا بات ہوئی ..... حساب کا مشکل سوال؟'' اس نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں! حساب کا مشکل سوال ..... اب رہا یہ سوال کہ یہ سوال مشکل کس طرح ہے تو اس سوال کا جواب تو میرے پاس بھی نہیں ہے۔'' فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

''کیا سوال سوال لگا رکھی ہے۔'' محمود نے جل کر کہا۔

''تو تم جواب جواب کی لگا لو۔''

''حد ہو گئی ..... یہ لوگ ہمیں کہیں چین سے نہیں رہنے دیں گے۔'' فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

''لگتا ہے کوٹھری بہت پسند آ گئی ہے۔''

''ہاں! کیوں نہیں.....اچھی بھلی تو ہے....کیا ہے اس میں۔''

''میں کہہ رہا تھا....آپ لوگ کیا چیز ہیں۔''

''انسان۔'' فاروق نے پٹ سے کہا۔

''اور وہ ہنس پڑا...پھر بولا:

''آپ جو بھی ہیں.....بہت اچھے ہیں.....آپ میرے لیے اڑ گئے ...جس میں کوئی خوبی نہیں......جو صرف ایک جرائم پیشہ ہے.....ایک جرائم پیشہ گروہ کا غلام۔'' اس کے لہجے میں بھی اب حیرت تھی۔

''یہ لوگ اب ہمیں بھی اس گروہ میں شامل کر رہے ہیں.....مہربانی فرما کر یہ بتائیں.....یہ گروہ کرتا کیا ہے۔''

''یہ پوچھیں....کیا نہیں کرتا۔'' اس نے کہا۔

''چلیے پھر پہلے یہ بتا دیں کہ یہ گروہ کیا نہیں کرتا۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''وہ پھر ہنسا.....اور کہنے لگا:

''یہ گروہ صرف اور صرف بہت بڑے لوگوں کے گھروں پر ہاتھ صاف کرتا ہے، جو ہیرے جواہرات کے بے تحاشا مالک ہوں....مطلب یہ کہ چھوٹے موٹے ہاتھ تو یہ مارتا نہیں.....اور ہر واردات کے لیے پلاننگ کرتا ہے...اپنا کوئی آدمی وہاں ملازم کراتا ہے.....ملازم کس طرح کرالیتا ہے...یہ مجھے نہیں معلوم لیکن یہ اس گھر میں اپنا آدمی پہلے بھیجتے ہیں۔''

انہیں یاد آ گیا.....نادم گیلانی کے ہاں انہوں نے صابر کو ملازم کرادیا تھا....گویا وہ ٹھیک باتیں بتا رہا تھا۔

''اچھا خیر جو آپ کو معلوم ہے....صرف وہ بتا دیں...گروہ کا باس کون ہے۔''

''اس سے آپ مل چکے ہیں۔''

”ہم نے اس کی شکل نہیں دیکھی۔“

”شکل تو نواز نون نوری نے بھی نہیں دیکھی۔“

”کیا واقعی۔“

”ہاں! باس کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں کہ باس کون ہے۔“

”لیکن بھئی....وہ آخر اس عمارت میں رہتا ہے۔“

”کیا آپ کو پتا ہے....وہ عمارت کہاں ہے۔“

”نہیں....آنکھوں پر پٹی باندھ کر لے جائے گئے تھے....پٹی باندھ کر یہاں لائے گئے ہیں۔“

”یہی حال ہمارا ہے....۔“

”یہی تو میں کہہ رہا ہوں۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”کیا کہہ رہے ہیں۔“ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

”باس جس عمارت میں رہتا ہے...اس کے بارے میں مجھے یا آپ کو

معلوم نہیں.....لیکن نواز نون نوری
کو تو معلوم ہے....کیا اس نے معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی ہو گی کہ
وہ عمارت کس کی ہے۔''
''یہ سوال تو آپ نوری صاحب سے کریں۔''
''آپ کا جواب پسند آیا۔'' فاروق مسکرایا۔
''شکریہ۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''لیکن آپ کی ایک بات نے ہمیں الجھن میں ڈال دیا ہے۔''
''کیا مطلب....کون سی بات نے۔''
''آپ تو اس گروہ کے لیے کام کرتے رہے ہیں.....پھر آپ کو کیوں
معلوم نہیں کہ وہ عمارت کہاں ہے۔''
''میں جب سے اس عمارت میں داخل ہوا تھا....آج پہلی بار وہاں
سے باہر نکلا ہوں....میں تو وہاں ایک طرح سے قید تھا.....مجھے تو ان لو

گوں نے اپنے مخالفوں اور دشمنوں کی مرمت کے لیے رکھا تھا
......میں دراصل لڑاکا قسم کا مجرم تھا......مجرموں سے لڑتا رہتا تھا....ان
کی خوب مرمت کرتا تھا....آخر ایک دن تمام جرائم پیشہ لوگوں نے
میرے خلاف جھوٹا مقدمہ درج کرا دیا.....اور جج کو رشوت دے کر
مجھے سزا بھی دلوا دی....اس طرح جیل پہنچ گیا....جیل میں نوری
صاحب نے مجھ سے ملاقات کی....میرے حالات پوچھے.....یہی
باتیں میں نے اسے بتا دیں....اس نے مجھ سے کہا....اگر میں جیل
سے نکلنا چاہوں تو ایسا ہو سکتا ہے....لیکن اس صورت میں مجھے کسی
کے لیے کام کرنا ہوگا.....بھلا جیل سے نکلنا کون پسند نہیں کرتا
جب کہ اپنی پسند کا کام بھی مل رہا ہو.....سو یہ مجھے باس کی اس عمارت
میں لے گئے.....باس سے ملاقات ہوئی...اس نے میرا چند جرائم
پیشہ سے مقابلہ کرایا.....میں نے سب کو گرا دیا بس اس دن سے اس

نے مجھے اس کام پر رکھ لیا لیکن نہ تو میں عمارت سے نکل سکا.... نہ باہر جھانک سکا..... گویا ایک جیل سے دوسری جیل میں آ گیا تھا...... ہاں یہ ہے کہ کھانا پینا اور لباس اچھا ملنے لگا تھا.... اب پھر جیل میں آ گیا ہوں۔"

"خیر.... آپ اگر جرائم چھوڑنے کا وعدہ کر لیں، تو یہاں سے ہم آپ کو نکلوا سکتے ہیں..... بشرطیکہ آپ نے باس کے کہنے پر کسی کو قتل نہ کیا ہو۔"

"میں ہاتھوں اور پیروں کی لڑائی کا ماہر ہوں.... نہ کہ پستول وغیرہ کا..... آج کل قتل پستول وغیرہ سے کیے جاتے ہیں..... نہ کہ ہاتھوں سے۔" اس نے کہا۔"

"ویسے کیا اس نے کبھی آپ کو کوئی ایسا حکم دیا کہ فلاں شخص کو جان سے مار ڈالو۔"

''نہیں! مجھ سے یہ کام نہیں لیا گیا.... لیکن باس یہ کام کراتا ہے.... اس کام کے لیے اس کے پاس اور آدمی موجود ہیں.... ان کو موت کے ہرکارے کہا جاتا ہے۔''

''کک...... کیا کہا... موت کے ہرکارے۔'' وہ چونکے۔

''ہاں! جسے قتل کرنا ہوتا ہے.... وہ اس کی طرف موت کے ہرکاروں کو بھیج دیتا ہے.... وہ اپنا کام کرکے اسے رپورٹ کرتے ہیں۔''

''او راچھا..... خیر.... ہم آپ کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کریں گے۔''

اور پھر دوسرے دن نواز نون نوری ان کے پاس آیا....۔

''ہاں! کیا پروگرام ہے.... آپ لوگ باس کے لیے کام کریں گے۔''

''ضرور کریں گے..... بس آپ بھورے صاحب کو چھوڑ دیں۔''

''کیا کہا.... بھورے صاحب.... یہ صاحب کب سے ہو گیا۔''

''جب سے یہ ہمارے ساتھ رہنے لگا ہے۔''

”حد ہوگئی.....ایک رات میں یہ صاحب بن گیا.....اچھا تو پھر کیا پروگرام ہے۔“

”آپ بس.....بھورے کو چھوڑ دیں.....پھر ہم باس کے لیے کام کریں گے۔“

”اسے تو ہم چھوڑ رہے ہیں.....آپ سے پہلے ہی کہا جا چکا ہے۔“

”لیکن یہ بے چارا باہر جا کر کرے گا.....کیا۔“

”یہ اس کا مسئلہ ہے.....میرا نہیں۔“ نواز نے برا سا منہ بنایا۔

”اچھی بات ہے.....آپ اسے رہا کر دیں۔“

”میں اسے ابھی جیل سے نکلوا تا دیتا ہوں۔“

”اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ جونہی یہ جیل سے نکلیں گے، ان پر کوئی حملہ نہیں ہوگا۔“

نوری کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا.....پھر اس نے کہا:

”بھلا ہم ایسا کیوں کریں گے۔“

”شکریہ.... جب آپ انہیں بھیج دیں گے تو ہم بھی باس کے پاس چلیں گے۔“

”خوب! میں ابھی آیا.... بھورے تم چلنے کے لیے تیار رہنا۔“

”جی اچھا۔“ اس نے فکرمندی سے کہا۔

نوری چلا گیا۔

”پریشان ہو۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”ہاں! میرا خیال ہے.... یہ لوگ مجھے باہر لے جا کر قتل کر دیں گے۔“

”اس کا امکان ہے.... لیکن ہم کوشش کریں گے کہ یہ آپ پر حملہ نہ کریں۔“

”کیا مطلب.... آپ کیسے یہ کام کریں گے۔“

انسپکٹر جمشید نے اس کی نظر بچا کر گھڑی کا ایک بٹن دبا دیا.... ظاہر ہے

یہ شخص باس کا جاسوس بھی تو ہو سکتا تھا۔

''جیل کے باہر میرا ایک آدمی پہنچ جائے گا۔''

'' کیسے پہنچ جائے گا.... اسے کیا معلوم کہ اسے جیل کے باہر پہنچنا ہے
.... پھر اسے کیا معلوم کہ اسے وہاں کرنا کیا ہے۔''

''جو میں کہہ رہا ہوں..... اسے سنو نمبرا۔''

''کیا کہا..... نمبرا۔''

''ایسے ہی منہ سے نکل گیا.... شاید میں لڑا کا نمبرا کہنا چاہتا تھا... ہاں تو جب آپ جیل کے باہر پہنچیں گے تو باہر میرے ایک دو ساتھی پہنچے ہوئے ہوں گے..... اگر آپ پر کسی طرف سے حملہ نہ ہوا.... تب وہ کوئی دخل نہیں دیں گے..... اور اگر حملہ کیا گیا تو وہ آپ کو ان سے بچا کر نکال لے جائیں گے۔''

''حملہ ہونے کی صورت میں تو میں بھی ان سے نبٹ لوں گا۔''

اس نے منہ بنایا۔

''آپ نہیں نبٹ سکیں گے، اس لیے کہ آپ ہاتھ پیر کی لڑائی کے ماہر ہیں....لیکن آپ پر حملہ کرنے والے ہاتھ پیر سے کام نہیں لیں گے ....گولی چلائیں گے....اس لیے میرے آدمی انہیں روکیں گے یا ان کا وار روکیں گے....آپ نکل جائیے گا....ویسے آپ کے لیے ایک اور پیش کش ہے۔''

''اور وہ کیا۔''

''آپ چاہیں تو میرے ان آدمیوں کے ساتھ بھی جا سکتے ہیں وہ آپ کو کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیں گے۔''

''آپ میرے لیے اتنا کچھ کیوں کر رہے ہیں.....میں آپ کا کیا لگتا ہوں۔''

''آپ اگر مسلمان ہیں تو یہ رشتہ معمولی نہیں ہے، اس رشتے سے آپ

ہمارے بھائی ہیں اور آپ کو جرائم کی دنیا سے نکالنا یا بچانا ہمارا فرض بنتا ہے...کیا یہ وجہ کافی نہیں۔''

''میں مسلمان ہوں۔'' اس نے جلدی سے کہا۔

''بس تو پھر آپ بھائی تو ہو گئے نا۔''

''اچھی بات ہے....میں آپ کے آدمیوں کے ساتھ جانا پسند کروں گا ....لیکن سوال یہ ہے کہ آپ تو جیل میں ہیں....اپنے آدمیوں کو ہدایات کیسے دے سکیں گے۔''

''یہ آپ کا نہیں میرا مسئلہ ہے۔''

''لیکن میرے ذہن میں الجھن تو ہے نا۔''

''ہم وقت آنے پر اس الجھن کو دور کر دیں گے ....اور اب خاموش ہو جائیں، نوری صاحب آرہے ہیں،
انہیں معلوم نہ ہو ....ہمارے درمیان کیا باتیں ہوئی ہیں۔''

”ٹھیک ہے..فکر نہ کریں....جب آپ میرے لیے اتنا کچھ کر رہے
ہیں....تو میں بھلا کیوں آپ کے
خلاف کوئی قدم اٹھاؤں گا۔“

”اور یاد رکھیں....اگر فائر کی آواز سنائی دے..تو دوڑنے میں دیر نہ لگا
یئے گا....ایک سفید رنگ کی کار خود آپ کے نزدیک آئے گی....ایک
لمحے کے لیے اس کے بریک لگیں گے.....دروازہ کھلے گا،بس آپ
پلک جھپکنے میں اس میں بیٹھ جایئے گا....میرے آدمی فائر کرنے
والے کو خود فائر سے جواب دیں گے...
آپ کا کام بس دوڑنا ہوگا۔“

”میں.....وہی کروں گا.....جو....“

وہ کہتے کہتے رک گیا....اس وقت تک نوری نزدیک آچکا تھا۔

”کیا تم چلنے کے لیے تیار ہو۔“

''ہاں جناب بالکل۔'' اس نے کہا۔

''آپ لوگوں کی خواہش پر ہم بھورے کو چھوڑ رہے ہیں.... آپ بھی تیار رہیں..... ہمیں ابھی باس کے پاس جانا ہے..... باس کو آپ لوگوں کا انتظار ہے۔''

''اچھی بات ہے......''

اور پھر کوٹھری کا دروازہ کھلوایا گیا.... باہر نکلنے سے پہلے بھورے نے ان پر ایک نظر ڈالی اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا:

''آپ.... آپ لوگ مجھے بہت یاد آئیں گے۔''

''ہو سکتا ہے.... ہم زندگی میں پھر ملیں۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا اور ساتھ ہی نوری کے چہرے پر نظر ڈالی...

وہاں ایک طنزیہ مسکراہٹ ناچ رہی تھی.... اور ان سے کہہ رہی تھی:

''اب تمہاری اس سے کبھی ملاقات نہیں ہو گی۔''

دل ہی دل میں وہ بھی مسکرادیے.... پھر بھورا ہاتھ ہلاتا ہوا ان سے دور ہوتا چلا گیا.....

''فرزانہ اپنے کانوں کو باہر کی طرف لگادو۔''

''جی اچھا۔''

اب انہوں نے گھڑی کو کان کے نزدیک کرکے کہا:

''تیار ہونا۔''

''یس سر۔'' گھڑی میں سے آواز سنائی دی۔

اس کا مطلب تھا، خفیہ فورس کے آدمی بھورے کو بچانے کے لیے جیل کے باہر پہنچ چکے تھے.....

کچھ دیر بعد فرزانہ کے جسم کو دو جھٹکے لگے.....آخر اس نے کہا:

''باہر صرف دو فائر ہوئے ہیں۔''

''بس ٹھیک ہے.....بھورا بچ گیا....اس پر فائر کیا گیا تھا لیکن ساتھ ہی

خفیہ فورس کے کارکن نے فائر کر دیا اور بھورا دوڑ پڑا.....خیر ابھی معلوم ہو جائے گا.....مسٹر نوری آتے ہی ہوں گے۔"

ان کا اندازہ درست نکلا....جلدی ہی نوری آتا نظر آیا، اس کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار تھے.....اس نے قدرے سخت لہجے میں کہا:

"آپ لوگوں نے پھر کیا سوچا ہے...باس کے لیے کام کریں گے یا نہیں۔"

"اب جب کہ آپ نے بھورے کو رہا کر دیا ہے.....تو ہم کیوں نہیں کریں گے۔"

"شکریہ.....چلیے پھر چلیں۔"

وہ اسی راستے سے روانہ ہوئے.....جلد ہی وہ اسی عمارت میں باس کے ساتھ موجود تھے......

"تو اب تم میرے لیے کام کرنے کے لیے تیار ہو۔"

”جی.....جی ہاں.....اور ہم اب اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔“

”لیکن اس سے پہلے تمہیں ایک امتحان سے گزرنا ہوگا....آگ کے امتحان سے۔“

”جی.....کیا مطلب؟“

☆☆☆

امتحان

''نوری...انہیں لے جاؤ......اگر انہوں نے آگ کا امتحان پاس کرلیا تو یہ ہمارے گروہ میں شامل ہو جائیں گے ورنہ پھر ہم ان سے صرف عارضی طور پر کام لیا کریں گے، مثلاً کہیں کوئی سیف نہیں کھل رہی ہوگی تو ان کو جیل سے بلوا لیا کریں گے اور اس کام کا انہیں معاوضہ دیا کریں گے۔''

''آئیں بھئی چلیں۔''

''لیکن ہمیں پتا تو چلے......یہ آگ کا امتحان کیا ہے۔''

''ابھی بتا دیتے ہیں....آئیں۔'' نوری نے کہا۔

اور پھر وہ انہیں ایک اور کمرے میں لے آیا....یہاں دیواروں کے ساتھ لمبی اور پتلی میزیں رکھی تھیں...

ان پر موم بتیاں کھڑی کی گئی تھیں۔

''یہ ہے کمرہ امتحان۔''نوری نے کہا۔

''کک.....کیا.....کمرہ امتحان.....۔''ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

کیونکہ ایک کمرہ امتحان ان کا بھی تھا.....۔

''ہاں! یہ ہے کمرہ امتحان.....باس کے گروہ میں باقاعدہ صرف وہی شامل ہو سکتے ہیں جو اس کمرے کا امتحان پاس کر لے۔''

''او کے.....ہم کوشش کریں گے.....آپ بتائیں.....امتحان ہے کیا۔''

''میزوں پر کھڑی کی گئیں موم بتیاں تم دیکھ رہے ہو.....ان کے اوپر دائرہ نما سٹینڈ بنے ہوئے ہیں......

آپ میں سے جو سب سے پہلے امتحان دینا چاہے، وہ پہلی میز کے سٹینڈ کے اوپر اپنی ہتھیلی رکھ دے.....

میں موم بتی جلاؤں گا.....دس سیکنڈ تک سٹینڈ سے نہ اٹھایا تو پہلا مرحلہ مکمل ہو جائے گا...اسی طرح دوسری میز پر یہ عمل دہرانا ہو گا.....لیکن دوسرا اسٹینڈ پہلی میز کی نسبت نیچا ہے.....پھر تیسری میز والے سٹینڈ پر ہتھیلی رکھنا ہو گی....اس کا سٹینڈ اور بھی نیچا ہے.....جس نے تیسری میز کے سٹینڈ پر بھی دس سیکنڈ تک ہاتھ رکھے رکھا...وہ امتحان میں پاس ہو جائے گا۔''

''تب پھر سب سے پہلے یہ امتحان میں دوں گا۔'' ایسے میں پروفیسر داؤد نے کہا۔

انہوں نے چونک کر ان کی طرف دیکھا.....پھر محمود نے گھبرا کر کہا:

''آپ نہیں انکل.....میں۔''

''نہیں بھئی....اپنے انکل کو ہی جانے دو۔'' انسپکٹر جمشید نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

محمود کو ایک جھٹکا لگا.....سمجھ گیا کہ وہ بھی یہی چاہتے ہیں کہ پہلے پر

وفیسر داؤد صاحب یہ امتحان پاس کریں ظاہر ہے.....اس کی کوئی وجہ

ضرور ہوگی۔

''او کے۔''محمود نے کندھے اچکائے۔

''آؤ دوستو.....مجھ سے ہاتھ ملا لو.....ہو سکتا ہے، پھر میں تم سے ہاتھ نہ

ملا سکوں.....کیونکہ ہتھیلی جلنے کا امکان موجود ہے۔''پروفیسر داؤد نے

کہا اور ان کی طرف ہاتھ بڑھا دیا....سب جلدی جلدی ان سے

ہاتھ ملانے لگے.....

''ہاہاہا۔''نوری ہنسا...پھر بولا:

''ہاتھ جلے گا...لیکن تپش اتنی ہوگی کہ نانی اماں یاد آجائیں گی۔''

''چلو یہ اور اچھا ہے۔''فاروق نے فوراً کہا۔

''کیا اچھا ہے۔''

''بہت دن ہو گئے، نانی اماں یاد نہیں آئیں۔''

''حد ہو گئی.... تم ہر وقت اسی قسم کی باتیں کیوں کرتے رہتے ہو۔''

''یہی شکایت اس سے ہمیں بھی ہے۔'' محمود نے فوراً کہا۔

فاروق اسے گھور کر رہ گیا.... اور پھر پروفیسر سب سے ہاتھ ملانے کے بعد پہلی میز پر کھڑے ہو گئے.... موم بتی جلائی گئی.... وہ دس سیکنڈ گھڑی پر دیکھتے رہے.... پروفیسر داؤد کے چہرے کی طرف بھی بار بار دیکھ رہے تھے، آخر دس سیکنڈ پورے ہو گئے:

''کمال ہے.... یہ مرحلہ تو بہت آسانی سے پورا ہو گیا.... ورنہ اکثر تو اسی پر رہ جاتے ہیں.... اب دوسری میز پر آ جائیں۔''

پروفیسر داؤد دوسری میز پر جا کھڑے ہوئے.... موم بتی جلائی گئی.... دس سیکنڈ گزر گئے اور پھر موم بتی بجھ گئی ساتھ ہی نواز نون نوری نے کہا:

''کمال ہے.....ایسا لگتا ہے جیسے ان کو تپش محسوس ہی نہیں ہو رہی۔''

''آپ خود ہاتھ رکھ کر دیکھ لیں۔''

''میں اس منزل سے گزر چکا ہوں....جتنے اس گروہ میں داخل ہیں، سب کے سب یہ امتحان پاس کر چکے ہیں۔''اس نے منہ بنایا پھر بولا:

''خیر....آگے چلو۔''

پروفیسر تیسری میز پر جا کھڑے ہوئے....اب شعلہ بہت نزدیک تھا....

''اس میز کا امتحان پاس کرنا خالہ جی کا گھر نہیں.....دو سو میں سے کوئی ایک پاس ہوتا ہے۔''

''آخر اس امتحان کی کیا ضرورت ہے۔''

''باس بہت بھاری تنخواہیں دیتا ہے...لیکن کچے پکے لوگوں کو اپنے گروہ میں شامل نہیں کرتا....اس طرح وہی لوگ امتحان میں پاس ہوتے

ہیں جو واقعی دلیر اور باہمت ہوتے ہیں۔''

پروفیسر تیسری میز بھی عبور کر گئے، ان کے چہروں پر مسکراہٹیں تیر گئیں۔

''کمال ہو گیا..... میرا خیال تھا کہ یہ پہلی میز پر سے ہی بھاگ جائیں گے، لیکن ایسا نہیں ہوا.... خیر..... اب کون آگے آئے گا۔''

''ہم سبھی تیار ہیں۔''

اس طرح ایک ایک کر کے سب پاس ہو گئے..... نواز نون نوری کی حیرت عروج پر پہنچ چکی تھی..... وہ کھوئے کھوئے انداز میں انہیں پھر باس کے کمرے میں لایا... باس وہاں موجود نہیں تھا.... اس نے ایک گھنٹی کا بٹن دبایا.... جلد ہی باس کمرے میں آ گیا۔

''ہاں! کیا رہا۔''

''حیرت انگیز باس۔''

”کیا تم نے مجھے حیرت انگیز باس کہا....وہ تو میں ہوں۔“

”میں ان لوگوں کی بات کرر ہا ہوں باس۔“

”ان لوگوں نے کیا کیا۔“

”یہ سب کے سب امتحان میں پاس ہو گئے۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“

”یہ ہو چکا ہے باس۔“

”پھر تو یہ واقعی کمال کی بات ہے اور یہ لوگ کمال کے ہیں....آج سے میں انہیں اپنے گروہ میں شامل کرتا ہوں....انہیں طریقہ کار اور تنخواہ وغیرہ سمجھا دو.....“

”جی بہت اچھا.....آپ فکر نہ کریں۔“

”بھورے کی لاش کہاں ہے۔“

”بھ....بھورا۔“ نواز نون نوری نے کانپ کر کہا۔

''ہاں کیوں.....کیا تم نے اسے موت کے حوالے نہیں کیا۔''

''میں جھوٹ نہیں بولوں گا باس...آپ سے جھوٹ بولنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔''

''کیا ہوا۔''

''میں نے سوگن کی ڈیوٹی لگائی تھی...جونہی بھورا جیل سے باہر قدم رکھے....تم پوشیدہ جگہ سے اس پہ فائر کر دینا۔''

''کیا!!!'' وہ چلائے۔

''تم لوگوں کو کیا ہوا۔''

''یہ عہدی ہے.....دھوکا ہے....ہم سے وعدہ کیا گیا تھا کہ بھورے کو رہا کر دیا جائے گا۔''

''اور اسے رہا کر دیا گیا۔''

''یہ رہا کرنا کیسا ہے...آپ نے باہر ایک قاتل کی ڈیوٹی لگا دی تھی

.....۔'' انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

''بھئی پہلے سن لو.... باس کا حکم یہی تھا کہ اسے موت کے گھاٹ اتارنا ہے.... ادھر باس چاہتے تھے کہ تم لوگ گروہ میں ضرور شامل ہو جاؤ .... اب میں کیا کرتا.. لیکن ہوا الٹ .... باہر جونہی سوگن نے گولی چلائی کسی نے اس کے ہاتھ پر چلائی .... اس طرح ایک ساتھ دو فائر ہوئے. اور ادھر بھورے نے دوڑ لگا دی۔

''پھر..... پھر کیا ہوا۔''

''وہ بچ نکلا.... باس۔'' اس نے ڈر کر کہا۔

''سوگن کہاں ہے.... وہ تو ہمارا شکاری کتا ہے.... اس کا نشانہ کیسے چوک گیا۔'' وہ غرا کر بولا۔

''اس کا اندازہ تھا.... کہ آپ اسے پوچھیں گے .... لہذا وہ ساتھ والے کمرے میں پہلے سے موجود ہے۔''

''خوب! بلاؤ اسے.....'' باس نے سرد لہجے میں کہا۔
انہوں نے نواز نون نوری کو زرد پڑتے دیکھا... پھر وہ کمرے سے نکل گیا۔
''یہ بھورا تم لوگوں کا کیا لگتا تھا۔'' باس نے جلے کٹے انداز میں کہا۔
''آپ جانتے ہی ہیں.... یہاں آنے سے پہلے تو ہم نے اسے دیکھا تک نہیں تھا۔''

''پھر اسے بچانے کے لیے کیوں ضد پر اڑ گئے۔''
''پتا نہیں کیا ہو گیا تھا ہمیں باس.... اب تو آپ ہمارے باس ہیں۔''
اسی وقت ایک چھوٹے سے قد کا آدمی اندر داخل ہوا، اس کے چہرے پر خوف ہی خوف تھا۔
''اپنی سزا ابھی سن لو.... کمرے میں اس وقت جو لوگ موجود ہیں.... ان سب کو جان سے مار ڈالو.... بس تمہیں معافی ہے.... ورنہ ان

کے ہاتھوں سے مارے جاؤ۔“

”یہ.....یہ کون لوگ ہیں۔“

”ابھی ابھی گروہ میں داخل ہوئے ہیں۔“

”آپ.....آپ کا مطلب ہے.....ان لوگوں نے امتحان پاس کرلیا ہے۔“ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

”ہاں! یہی بات ہے۔“

”کمال ہے.....خیر.....میں ان سے لڑوں گا.....کیا یہ لڑائی صرف ہاتھوں اور پیروں سے ہوگی۔“

”ہاں! صرف ہاتھوں اور پیروں سے۔“

”آپ جانتے ہیں...میں صرف ایک نشانہ باز ہوں۔“

”ہاں! میں جانتا ہوں.....لیکن یہ بے چارے صرف جیب کترے ہیں.....یہ نشانہ بازی کیا جانیں۔“

نوری بولا۔

"یہاں آپ کا خیال غلط ہے جناب۔" فاروق بول اٹھا۔

انسپکٹر جمشید گھبرا گئے..... وہ اپنی نشانہ بازی کو یہاں ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے..... لیکن اب کیا ہوسکتا تھا.....

تیر کمان سے نکل چکا تھا... کیا مطلب؟" باس نے حیران ہو کر کہا۔

"ہم نشانہ باز بھی ہیں. ہم نے اس قسم کی بہت مشق کی ہے۔" فاروق بولا۔

"یہ اور اچھی بات ہے.... باس ان سے کہیں یہ مجھ سے ڈوئل لڑ لیں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں..... اگر انہیں اعتراض نہ ہو۔"

"میں ڈوئل لڑنے کے لیے تیار ہوں۔" فاروق بولا۔

"اس کی کوئی ضرورت تھی بھلا.. ہاتھ پیر کی لڑائی میں ہم اسے

چٹکیوں میں گرا لیتے۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"لیکن میرا جی چاہ رہا تھا، اس سے نشانہ بازی کرنے کو۔"

"لیکن اس کمرے میں ڈائل نہیں ہو سکتی.... گولی ہم میں سے کسی کو لگ سکتی ہے۔" باس نے کہا۔

"تب پھر؟"

"تب پھر یہ کہ ہمیں کھلے میدان میں یا کسی ہال میں جانا ہوگا، اور ہم فی الحال ایسا نہیں کر سکتے.... لہذا جو کرنا ہے.... اس کمرے میں کر دیا اسے مار ڈالو یا اس کے ہاتھوں مر جاؤ۔" باس نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

"تب پھر ہاتھ پیر کی لڑائی ٹھیک رہے گی۔" انسپکٹر جمشید نے جلدی سے کہا۔

"لیکن باس! یہ ناانصافی ہے۔"

''کیا مطلب؟''

''یہ اتنے سارے ہیں، میں اکیلا ہوں۔''

''ہاں! یہ تو ہے۔''

''ہم میں سے صرف ایک اس سے مقابلہ کرے گا.....کوئی ایسی بات نہیں۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

''ٹھیک ہے...تم میں سے ایک آگے آجائے....سوگن اس سے مقابلہ کرے گا۔''

''سوگن جس سے مقابلہ کرنا چاہے...ہم اس کو میدان میں بھیج دیتے ہیں۔''

''میں....میرے مقابلے میں اس لڑکی کو بھیج دیا جائے....اور باس اگر میں نے اس لڑکی کو جان سے مار ڈالا تو آپ مجھے معاف کردیں گے....پھر میری جان نہیں لیں گے۔''

''بہت چالاک ہو.... اس گروہ کے کمزور ترین فرد سے لڑنا چاہتے ہو
، یہ بھی کوئی انصاف نہیں۔''

''کوئی بات نہیں باس... چلنے دیں. اس نے ہم میں سے خطرناک تر
ین کو چنا ہے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''کیا مطلب؟'' اس نے چونک کر کہا۔

''یہ لڑکی ہم میں سے سب سے زیادہ خطرناک ہے۔''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے۔''

''ابھی آپ دیکھ لیں گے۔''

''اچھی بات ہے... سو گن.... اب لڑائی شروع کرو... میں اتنا زیادہ
وقت باتوں میں برباد نہیں کر سکتا....

ویسے جب سے یہ لوگ آئے ہیں... وقت زیادہ ہی برباد ہو رہا ہے
... کیا خیال ہے.. نوری تم نے بھی اس بات کو محسوس کیا ہو گا۔''

''جی ہاں! باتیں بہت کرتے ہیں۔'' نواز نے منہ بنایا۔

''لیکن صرف یہ۔'' محمود نے فاروق کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اچھا اب بس۔'' فاروق جل گیا۔

پھر سوگن اور فرزانہ کمرے کے درمیان میں آ گئے... کمرہ بڑا تھا اور وہ خوب اچھل کود کر سکتے تھے.... باقی لوگ دیوار سے جا لگے۔

سوگن فرزانہ کو اپنے سامنے دیکھ کر ہنسا اور بولا:

''یہ لوگ کہہ رہے ہیں، یہ لڑکی خطرناک ترین ہے... اور میں محسوس کر رہا ہوں.... یہ آسان ترین شکار ہے۔''

''یہ نہ بھولو سوگن.... یہ لوگ امتحان پاس کر کے آئے ہیں۔''

''اس پر مجھے حیرت ہے باس۔''

''اچھا لڑائی شروع کرو۔''

سوگن نے نپے تلے انداز میں فرزانہ پر حملہ کیا... اس کے ہاتھ اور پیر

ایک ساتھ حرکت میں آئے تھے....

ساتھ ہی اس کے دائیں ہاتھ میں خنجر نظر آیا:

"یہ....یہ...یہ کیا۔" فرزانہ نے یک دم ترچھا ہوتے ہوئے کہا اور سوگن اپنی جھونک میں آگے نکل گیا۔

"یہ لو تم بھی چاقو۔" محمود نے فوری طور پر ایڑی سے چاقو نکال کر اس کی طرف اچھال دیا.... فرزانہ نے چاقو دبوچ لیا... ساتھ ہی وہ کھل گیا ....خنجر کے مقابلے میں وہ بہت چھوٹا تھا... سوگن اس کو دیکھ کر ہنسا:

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔"

"اتنا چھوٹا چاقو پہلی بار دیکھا ہے.... یہ بھلا کس کام کا۔" اس نے کہا۔

"اس وقت تک تم کتنے آدمیوں کو قتل کر چکے ہو گے بھلا۔"

فرزانہ نے پوچھا۔

''یہ کس لیے پوچھا۔''

''جاننا چاہتی ہوں... تمہیں جان سے مار سکتی ہوں یا نہیں۔''

''ہاہاہا... تم اور مجھے جان سے مارو گی... لڑکی ہوش کی دوا کرو۔''

''اب ان حالات میں ہم ہوش کی دوا کہاں سے لائیں.... ہاں بے ہوشی کی دوا کہتے ہو تو لے آتے ہیں۔'' فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

''یہ صاحب کوئی صاف اور سیدھی بات نہیں کر سکتے۔'' باس نے منہ بنایا۔

''جی نہیں... اس کے لیے یہ ہیں۔'' اس نے باقی سب کی طرح اشارہ کیا۔

باس برا سا منہ بنا کر رہ گیا.... ادھر سوگن نے خنجر کا وار فرزانہ کے سینے پر کیا.... وہ فوراً اوپر اچھلی اور اس کے سر پر سے ہوتی ہوئی اس کی کمر پر آ گئی.... ساتھ ہی دایاں پاؤں اس کی کمر پر رسید کر دیا.... وہ دھڑام

سے اوندھے منہ گرا.... ساتھ ہی وہ پھر اچھلی اور اس کی کمر پر گری .... اس کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکل گئی ..... وہ بالکل ساکت ہو گیا۔

باس اور نوری دھک سے رہ گئے۔

"یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔" باس بولا۔

"اور آپ کیا چاہتے تھے فرزانہ نے منہ بنایا۔

"کم از کم یہ لڑائی کچھ دیر تو جاری رہتی۔"

"یہ بات آپ پہلے بتا دیتے .... اب کیا ہو سکتا ہے ..... اب تو یہ ڈھیر ہو گیا۔"

"نوری! اس کو اٹھاؤ اور باہر پھنکوا دو۔"

"کیا کہہ رہے ہیں باس ... یہ تو ہمارے خلاف ایک ثبوت بن جائے گا۔"

''موت کے کنوئیں میں گرادو۔''

''ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔''

''ویسے کیا یہ مر چکا ہے۔''

''جی نہیں...ابھی زندہ ہے۔''

''خوب! ہمارے نزدیک یہ مر چکا ہے....اور اب ان لوگوں کو لے جاؤ....کاشف والی سیف کھلوانے کی تیاریاں مکمل ہیں....وہاں میدان بالکل صاف ہے۔''

''بہت بہتر۔''اس نے کہا اور گھنٹی بجائی..فوراً چند مسلح افراد اندر آئے۔''اسے اٹھا کر موت کے کنوئیں میں ڈال دو.....اور تم لوگ میرے ساتھ چلو۔''

وہ سب گیراج میں آئے....وہاں کھڑی گاڑیوں میں سے ایک بڑی گاڑی کے پچھلے حصے میں بیٹھے.....گاڑی چل پڑی....جلد ہی وہ ایک

بڑی عمارت کے باہر رکے.....ان کے لیے دروازہ کھول دیا گیا اور گاڑی اندر داخل ہوگئی.....''کیوں رمضانی.....گھر کے سب لوگ آج کہاں ہیں۔'' ''شادی میں گئے ہیں جناب۔''

''خوب! ان لوگوں کی سیف تک رہنمائی کرو۔''

''آؤ بھئی۔''

پھر انہیں سیف کے سامنے لا کھڑا کیا گیا.....وہ اس پر جٹ گئے.....جلد ہی سیف کھل گئی.....اور اس کا مال تھیلیوں میں بھرا جانے لگا۔

''کمال ہے۔'' رمضانی کے منہ سے نکلا۔

''کیسا کمال۔'' انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکل گیا۔

رمضانی بہت زور سے اچھلا.....اس کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں.....پھر وہ بول اٹھا: ''ن.....نہیں.....نہیں۔''

☆☆☆

نئے ساتھی

انہوں نے حیران ہو کر رمضانی کی طرف دیکھا.... نو از نون نوری کے چہرے پر بھی حیرت نظر آئی:

''کیا ہوا بھئی ....خیر تو ہے۔''

''نن ..نہیں ....نہیں۔''

''کیا نہیں نہیں لگا رکھی ہے.... چلو مال تھیلے میں بھرو۔''

''جج ....جی اچھا۔''

اور پھر وہ تیزی سے تھیلے میں چیزیں رکھنے لگا....۔

''تم نے بتایا نہیں.... تمہیں کیا ہوا۔'' انسپکٹر جمشید نے الجھن کے عالم میں کہا۔

''نن نہیں....نہیں۔'' اس نے پھر خوف زدہ ہو کر کہا۔

''ایسا لگتا ہے....اس پر کسی چیز کا اثر ہو گیا.... یا کسی بات سے ڈر گیا

ہے۔“

”لیکن اسے بتانا تو چاہیے کہ ہوا کیا ہے۔“

”بتاؤ رمضانی..... کیا بات ہے۔“

”کچھ نہیں ہوا..... میرا دماغ چل گیا ہے۔“

”اچھا اب خاموش ہو جاؤ اور کام کرو۔“

جب سیف خالی کر دی گئی تو وہ تھیلے اٹھائے باہر آ گئے اور بند گاڑی میں بیٹھ گئے.... تھیلے اس عمارت میں پہنچا دیے گئے، اب ان کی آنکھوں پر پٹی نہیں باندھی گئی تھی، گویا امتحان پاس کرنے کے بعد انہیں باقاعدہ گروہ میں شامل کر لیا گیا تھا۔

”رمضانی کا نہیں نہیں کرنا سمجھ میں نہیں آیا۔“ راستے میں انسپکٹر جمشید نے نواز سے کہا۔

”پتا نہیں اسے کیا ہو گیا تھا.... میں خود حیران ہوں۔“

”لیکن آپ نے اسے بتانے سے بھی تو روک دیا تھا۔“

”اب وہ وہاں سے فارغ ہو کر گھر جائے گا....وہاں گروہ کا کوئی کا
رکن موجود ہوگا....وہ اسے باس کے پاس لے جائے گا....اس جگہ
رمضانی اس نہیں نہیں کی وضاحت کرے گا۔“

”اوہ! اس کا مطلب ہے....آپ نے ہماری موجودگی کی وجہ سے
اسے وضاحت کرنے سے روکا تھا۔“

”یہی سمجھ لو....ابھی تم گروہ میں نئے ہو نا....ساری باتیں تمہارے سا
منے نہیں لائی جا سکتیں....ایک دو سال تک تم گروہ کے لیے کام کرو
گے تو پھر تم سے اتنا پردہ بھی ختم کر دیا جائے گا۔“

”اچھی بات ہے....میری سمجھ میں ایک بات نہیں آئی....آپ لوگ
اتنی آسانی سے اتنے بڑے گھرانوں میں اپنا آدمی کیسے ملازم کروا لیتے
ہیں....اور پھر وہ گھر میں جگہ بنا لیتا ہے....آخر ایک دن گھر کا صفایا

کرانے میں مددگار ثابت ہو جاتا ہے....ایسا کس طرح ہوتا ہے۔"

"یہ کام باس کا ہے.... پتا نہیں وہ کس طرح کرتے ہیں....ہمیں تو صرف یہ حکم ملتا ہے کہ فلاں کارکن کو فلاں گھرانے میں ملازمت کی درخواست کے ساتھ بھیج دو....وہ وہاں جا کر کہہ دے کہ جان صاحب نے بھیجا ہے۔"

"جان صاحب ؟"

"ہاں! یہ شاید باس کا ہی نام ہے.... یا باس کسی اور کا نام کام میں لاتا ہے....اس بارے میں مجھے بھی معلوم نہیں .... باس ساری باتیں ہر ایک کو نہیں بتاتے۔"

"کیا آپ جانتے ہیں.... باس کون ہے۔"

"نہیں ...اور نہ جاننے کی خواہش ہے....نہ اس قسم کی کوئی کوشش کی ہے....اس قسم کی کوشش کرنے والوں کو باس بالکل پسند نہیں کرتا

...لہٰذا تم لوگ بھی کبھی یہ جاننے کی کوشش نہ کرنا کہ باس کون ہے... کیا کرتا ہے.... کیسے کرتا ہے.... بس جتنا حکم ملے، اتنا کام کرنا، یہاں ہر کوئی اپنے حصے کا کام کرتا ہے... دوسرے کے حصے کے بارے میں نہ تو کسی کو بتاتا ہے.... نہ کوئی جاننے کی کوشش کرتا ہے.. اس لیے کہ تنخواہیں اس قدر زیادہ ہیں کہ کوئی غیر متعلق بات میں پڑنے کو تیار نہیں...۔"

"ہوں ٹھیک ہے.....۔" یہ کہہ کر انہوں نے کندھے اچکا دیے۔

ایسے میں موبائل کی گھنٹی بجی.... نوری نے سیٹ آن کر کے کان سے لگا لیا:

"نواز نون نوری بات کر رہا ہوں۔"

"جی.... کیا فرمایا.... اوہ نہیں.... اچھا خیر۔"

اس نے سیٹ بند کیا اور برا سا منہ کر بولا۔"

''مجھے اس قسم کے احکامات سے بہت الجھن ہوتی ہے۔''

''اب کیا ہوا؟''

''باس کا حکم ہے... سب لوگ واپس اس کے پاس پہنچ جائیں.... حسا
ب کتاب میں گڑ بڑ ہے... اگر اسی وقت یہ گڑ بڑ دور نہ کی گئی تو گڑ بڑ کر
نے والا پکڑا نہیں جائے گا۔''

''حساب کتاب میں گڑ بڑ.... کیا مطلب؟'' خان رحمان نے چونک کر
پوچھا۔

''گڑ بڑ کی وضاحت تو باس ہی کریں گے۔''

اور پھر گاڑی باس کی عمارت میں داخل ہو گئی.... جلد ہی وہ سب باس
کے کمرے میں تھے.... وہاں سبھی تھے، یہاں تک کہ رمضانی بھی تھا۔

''مال تھیلوں میں کس نے بھرا تھا۔''

''جی رمضانی نے۔'' نوری نے بتایا۔

''ہاں رمضانی...وہ نیلے رنگ کا ہیرا کہاں ہے۔''

''مجھے نہیں معلوم باس....میں نے تو سارا مال بھر کر نوری صاحب کو دے دیا تھا۔''

''اس کا مطلب ہے....کوئی ہیرا غائب ہے۔''نواز نون نوری نے کہا۔

''ہاں بالکل....میرا حساب کتاب کچا نہیں ہوتا۔''

''لیکن جناب! آپ کو کیا معلوم....وہاں کتنے ہیرے تھے، کتنے زیورات تھے، کتنی نقدی تھی....''انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاہاہا....بے وقوف انسان....میں ایسے ہی اس گروہ کا باس نہیں بن گیا۔''

''آپ....آپ نے مجھے بے وقوف کہا۔''انسپکٹر جمشید جھلا کر کہا۔

''یہ تم مجھ سے کس لہجے میں بات کرر ہے ہو....نئے ہو اس لیے

معاف کر رہا ہوں... ورنہ اس لہجے میں بات کرنے والا یہاں موت کی نیند سلا دیا جاتا ہے۔"

"سلا دیا جاتا ہوگا....اگر آپ مجھ سے کام لینا چاہتے ہیں تو ہم پر رعب جھاڑنے کی کوشش نہ کریں۔"

انہوں نے اور زیادہ جھلا کر کہا۔

باس کا چہرہ تن گیا....پھر وہ سانپ کی طرح پھنکارا:

"نہیں نوری....یہ جو کچھ ہیں....جتنے کارآمد ہیں....میں انہیں معاف نہیں کر سکتا....یہ میرے لیے کام کریں یا نہ کریں۔"

"ٹھیک ہے باس! آپ کی مرضی۔"

"اب بتاؤ رمضانی....نیلے رنگ کا ایک بڑا سا ہیرا کہاں ہے۔"

"مم....میں نے نہیں لیا باس۔"

"دیکھو! کیوں اپنی جان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہو....اپنے ہاتھ

سے ہیرا دے دو گے تو سزا تو تمہیں پھر بھی ملے گی، لیکن اگر تم نے نہ دیا اور ہم نے تلاشی کے دوران برامد کر لیا تو پھر سزا بہت سخت ملے گی۔"

"نہیں باس نہیں.... میں نے ہیرا نہیں چرایا اور نہ ہیرا میرے پاس ہے۔"

"رمضانی ایسا آدمی نہیں ہے باس۔" نواز نون نوری نے کہا۔

"لیکن ایک بڑا نیلے رنگ کا ہیرا دیکھ کر اچھے اچھے بے ایمان ہو جاتے ہیں... یہ تو پھر رمضانی ہے۔"

"لیکن باس! آپ کے خوف کی وجہ سے اس گروہ میں کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔"

"تب پھر تم بتاؤ.... ہیرا کہاں ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ ہیرے کے بارے میں آپ کو کیسے پتا چلا۔"

"یہ معلومات تمہیں کون دیتا ہے.... کہ کہاں جانا ہے.... کیسے جانا ہے سیف کون سے کمرے میں ہے۔"

"آپ.... آپ دیتے ہیں۔"

"جب میں اتنی معلومات دیتا ہوں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ مجھے اور باتیں بھی معلوم نہ ہوں..... جب تم لوگوں کو بھیجتا ہوں.. تو ہر طرح کی معلومات مجھے ہوتی ہیں۔"

"تب پھر ایک ہی بات کہی جا سکتی ہے۔" نوری بولا۔

"اور وہ کیا....؟"

"یہ کہ ہیرا ہمارے نئے ساتھیوں میں کسی کے پاس ہے۔"

"اوہ.... اوہ ہاں.... ضرور یہی بات ہے۔" باس چونکا۔

"جی نہیں..... یہ بات نہیں ہے۔" انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"نواز نون نوری.... تلاشی لوان کی۔"

''یہ آپ ہم سے زیادتی کر رہے ہیں، ہم بالکل نئے ہیں، دل بر داشت ہو جائیں گے۔''محمود نے کہا۔

''کوئی پروا نہیں.....''اس نے کندھے اچکائے۔

اور پھر ان سب کی باری باری تلاشی لی گئی .... پروفیسر داؤد کی باری آئی تو انہوں نے گھبرا کر کہا:

''کم از کم میری تلاشی نہ لیں۔''

''وہ کیوں؟''نوری صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

''جب آپ کا ہاتھ میرے جسم کو لگے گا تو گدی گدی ہو گی اور میں بے تحاشا ہنسوں گا.....اس طرح باس کو غصہ آجائے گا...پھر نہ کہیے گا۔''

''وہ تو نہیں نکلے گا.....کیونکہ مجھے ہیروں کا کوئی شوق نہیں ہاں میرے اس دوست کو ضرور ہے..لیکن ان کے پاس نکلا ہی نہیں۔''انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

''حد ہو گئی.....تم چپ نہیں رہ سکے۔''

''رہنے کو رہ سکتے ہیں.....لیکن کیا فائدہ.....پھر لوگ کہتے ہیں، تم چپ کیوں ہو.....کچھ بول نہیں سکتے۔''

فاروق نے منہ بنایا۔

''باس! اس کے پاس بھی ہیرا نہیں ہے۔''

''تب پھر ہیرا کہاں گیا.....نہ رمضانی کے پاس نکلا.....نہ ان لوگوں کے پاس سے.....وہاں بس تم لوگ ہی گئے تھے.....نگرانی پر مامور تو باہر ہی رہے...ڈرائیور بھی باہر ہی رہا تھا.....ہیرا کہاں گیا۔''

''ہو سکتا ہے ہیرا خود ہیرے کے مالک نے چوری ہونے سے پہلے نکال لیا ہو۔'' نواز نون نوری نے خیال ظاہر کیا۔

''ہاں! اس کا امکان ہے۔''

''تب پھر وہ ہیرا ان ہیروں میں تو تھا ہی نہیں۔''

''یہی تو مشکل ہے....وہ ہیرا ان ہیروں میں تھا۔''

''آپ ....آپ یہ بات اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں

۔''انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

''ویسے نوری....تم برا تو نہیں مانو گے۔''

''کس بات کا باس۔''

''اگر میں یہ کہوں....کہ تم بھی تلاشی دے دو.....کیونکہ ان لوگوں کے

ساتھ وہاں اور بس تم ہی تھے....

باقیوں کی تلاشی لی جا چکی ہے....اور تمہاری تلاشی باقی ہے۔''

''اس میں نہ ماننے والی کون سی بات ہے.....آپ تلاشی ضرور لیں

....بلکہ مجھے تو خوشی ہو گی.....''

''اور تمہاری تلاشی لے گا کون۔''

''مجھے اجازت دیں۔''انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''ہاں ٹھیک... ارے ہم نے ان لوگوں کے نام نہیں پوچھے۔''

''نواز نون نوری نے ان کے فرضی نام بتا دیے۔

اب انسپکٹر جمشید اس کی تلاشی لینے کے لیے آگے بڑھے.....۔

☆☆☆

نہیں.....نہیں...نہیں

انہوں نے اس کی خوب اچھی طرح تلاشی لی...پھر بولے:

''نہیں جناب! ان کے پاس بھی ہیرا نہیں ہے۔''

نواز نون کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔

''اور یہ اچھا ہوا...ورنہ نوری کو موت کے گھاٹ اتارتے وقت مجھے افسوس ہوتا، خیر اس کا مطلب یہی ہے کہ گھر کے مالک نے وہ ہیرا کسی ضرورت کے تحت نکال لیا تھا، اس بات کا افسوس رہے گا کہ نیلا ہیرا بچ گیا

جب کہ یہ چوری اصل میں اسی کے لیے تھی...اب تم لوگ جاؤ۔''

وہ وہاں سے نکل آئے.....سیدھے جیل پہنچے.....انہیں کوٹھری میں بند کرنے کے بعد نوری نے کہا:

''کیا خیال ہے آپ کا ہیرا کہاں گیا۔'' انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

''وہی بات درست ہے....جو باس نے بتائی ہے۔''

''جی نہیں......'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''جی نہیں....کیا مطلب۔''

''مطلب یہ کہ ہیرا چرایا گیا تھا۔''

''کیا...کیا کہا تم نے۔'' وہ بری طرح اچھلا۔ رمضانی بھی اچھل پڑا ....وہ ان کی کوٹھری کے باہر نوری کے ساتھ کھڑا تھا....

''ہاں! ہیرا چرایا گیا تھا......''

''کس نے چرایا تھا...کیا میں نے۔'' نوری نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

''نہیں....رمضانی نے۔''

''ارے باپ رے......'' رمضانی کے منہ سے نکلا۔

''نن نہیں۔'' نوری کے منہ سے نکلا۔

''ہاں! یہی بات ہے۔''

''تب پھر اس کی تلاشی لینے پر وہ نکلا کیوں نہیں... تلاشی تو خود میں نے لی تھی۔'' نوری نے کہا۔

''سیف کے سامنے جب یہ تھیلے میں مال ڈال رہا تھا، اس نے سب کی نظر بچا کر ہیرا جیب میں رکھ لیا تھا۔''

''اوہ نہیں۔'' نوری حیرت زدہ رہ گیا۔

''اسے کیا پتا تھا کہ باس کو ایک ایک ہیرے کے بارے میں معلوم ہے... اس نے سوچا.... ایک ہیرا مفت ہاتھ آئے گا.... لیکن میں نے موقع پا کر ہیرا اس کی جیب سے نکال لیا۔''

''کیا.... نہیں۔'' نوری بولا۔

''بالکل یہی ہوا ہے جناب۔''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے، کیا میں نے تمہاری تلاشی نہیں لی تھی۔''

''بالکل لی تھی... لیکن آپ ہیرا برامد نہیں کر سکے تھے، ہیرا اب بھی میر ے پاس ہے... لیکن آپ اس کو تلاشی نہیں کر سکتے۔''

''کیا کہا۔''

''نہیں .... نہیں نہیں۔'' رمضانی مارے خوف کے چیخ اٹھا۔

''پھر نہیں نہیں کا دورہ پڑ گیا... خاموش رہو۔''

''نہیں نہیں نہیں۔'' رمضانی چیخا۔

''ہاں ہاں ہاں۔'' فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

''یہ کیا بات ہوئی۔'' نوری اس کی طرف الٹ پڑا۔

''تین نہیں کے جواب میں تین ہاں .... یہ بات یہ ہوئی۔''

''کیا میں ایک بار پھر تلاشی لے کر دیکھوں۔''

''دس بار کوشش کر لیں ..... ہیرا آپ کو نہیں ملے گا۔''

''اور پھر تم ہیرا اپنے پاس سے نکال کر دکھاؤ گے۔''

"ہاں! کیوں نہیں۔"

"لیکن اگر ایسا ہوا... تو ہم باس کو کیا جواب دیں گے۔"

"میں نے تو یہ رمضانی کو بچانے کے لیے کیا ہے... ورنہ یہ تو مارا گیا تھا، اگر اس کے پاس سے ہیرا نکل آتا۔"

"ہاں ہاں ہاں۔" رمضانی بول اٹھا۔

"اللہ کا شکر ہے.... تم نے ہاں تو شروع کی، میں تو سمجھا تھا... اب ساری زندگی تم نہیں نہیں کرتے رہو گے۔"

"یار تم چپ رہو۔" محمود جھلا اٹھا۔

"آپ بھی تلاشی لے لیں۔"

نواز نون نوری نے انسپکٹر جمشید کی خوب اچھی طرح تلاشی لی، پھر پورے یقین کے ساتھ اس نے کہا:

"نہیں بھئی.... ہیرا کم از کم تمہارے پاس نہیں۔"

''تو کیا نکال کر دکھادوں۔''

''ہاں ضرور.....۔''

انسپکٹر جمشید نے اپنا رخ ان کی طرف سے پھیر لیا اور پھر جب منہ ان کی طرف کیا تو ہیرا ان کے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔

''ارے! یہ کیا.....۔'' نوری بری طرح اچھلا۔

''یہ ہیرا ہے جناب.... کم از کم ایک کروڑ کا۔''

''نہیں نہیں نہیں۔''

''اب شاید رمضانی کی روح آپ میں حلول کر گئی۔''

''وہی.....وہی...وہی۔'' رمضانی بول اٹھا۔

''یار تمہیں کیا ہے.... پہلے نہیں نہیں کر رہے تھے.... پھر ہاں ہاں ہا ں پر آگئے.... اب وہی وہی کرنے لگے۔''

''اب میں یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں... تم مارے گئے۔'' رمضانی

نے اس بار پرسکون ہو کر کہا۔

”کیا کہا.....ہم مارے گئے ...کون مارے گئے۔“نواز نون نوری نے کہا۔

”ہم مارے گئے ...میں بھی اور آپ بھی اور باس بھی اور باس کے ساتھی بھی۔“

”کیا اوٹ پٹانگ بکواس کر رہے ہو۔“

”یہ اوٹ پٹانگ بکواس نہیں .....حقیقت ہے .....ہم مارے گئے .....افسوس۔“

”لیکن تم تو باس کے کمرے میں ہی مارے گئے تھے .....اب افسوس کیسا۔“

”ہاں! یہی بات بھی ہے .....لیکن اس وقت بچنے کی کوئی امید نہیں ...لیکن ساتھ ہی میرا شک پختہ ہوتا جا رہا تھا.....یقین میں بدلتا جا رہا

تھا۔"

"کون سا شک۔" نوری چلا اٹھا۔

"جب میں سیف سے مال نکال رہا تھا تو پہلی بار میں نے نہیں نہیں نہیں ان کی آواز سن کر کہا تھا.....۔"

اس نے انسپکٹر جمشید کی طرف اشارہ کیا۔

اس بار انسپکٹر جمشید زور سے اچھلے.....ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں...وہ بول اٹھے:

"کیا مطلب بھئی.....تم نے تو مجھے حیرت زدہ کر دیا اور ایسا پہلی بار ہو رہا ہے۔"

"مجھ میں ایک بات قدرتی طور پر پائی جاتی ہے..دنیا کا کوئی شخص بھی اگر اپنی آواز بدل کر بولے تو میرے کانوں میں اس کی اصل آواز آتی ہے.....لہذا جب آپ نے وہاں بات کی تو آپ کی اصل آواز

میرے کانوں میں آئی....اور چونکہ میں آپ کی آواز بہت مرتبہ سن چکا تھا اس لیے میں چونک اٹھا اور میرے منہ سے نہیں نہیں نکل گیا۔''

''اوہ....اوہ اوہ۔'' انسپکٹر جمشید حیرت زدہ رہ گئے۔

''یہ....رمضانی....یہ کون ہے۔''

''یہ وہ ہیں....جن کا نام سن کر آپ کا پتا پانی ہو جائے گا، آپ پر گھڑوں پانی پڑ جائے گا....آپ کے اوسان خطا ہو جائیں گے۔''

''کک....کیا کہا....اوسان گھاس چرنے چلے جائیں گے....بھئی واہ ....بہت خوب...تم تو اچھے بھلے ادیب بن سکتے تھے، مصنف بن سکتے تھے....پھر یہ پیشہ کیوں اختیار کیا۔''

''پہلے ادیب ہی بنا تھا...کہانیاں اور افسانے لکھ لکھ کر رسائل کے دفاتر کو بھیجتا تھا...وہ چھاپتے بھی تھے....

لیکن پیسے اتنے کم دیتے کہ پیٹ بھی نہیں بھرتا تھا....جب اس طرح

بالکل گزر بسر نہ ہوئی..تب میں نے اور کئی کام کیے.....جب کچھ نہ بنا
تو مایوس ہو کر ایک دن چوری کر بیٹھا.....پکڑا گیا اور جیل پہنچ گیا
.....جیل میں نوری صاحب نے کہا کہ وہ مجھے جیل سے نکال سکتے ہیں
.....یا کم از کم کبھی جیل کے باہر اور کبھی اندر رکھیں گے...زندگی خوب گزر
رے گی.....اس طرح میں ان کے گروہ میں شامل ہو گیا.....لیکن میرا
کام صرف اتنا تھا کہ یہ مجھے کسی گھر میں بھیج دیتے تھے کہ وہاں جاؤ
.....ملازمت کی درخواست دو.....تمہاری درخواست منظور ہو جائے
....پھر تم وہاں رہ کر اپنا اعتماد جماؤ.....خوب ایمانداری دکھاؤ...اور گھر
کے بارے میں تمام تر معلومات حاصل کرو.....چاہے اس میں تمہیں
چھ ماہ کیوں نہ لگ جائیں۔''

''لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''کیا کیسے ہو سکتا ہے۔''

''اتنے سارے لوگ یہ جیل سے کس طرح فارغ کر دیتے ہیں ....انہیں کوئی نہیں پوچھتا....کیا جیل میں قیدیوں کا کوئی حساب نہیں رکھا جاتا۔''

''اس سوال کا جواب تو یہی دے سکتے ہیں۔''

''پہلے یہ بتاؤ رمضانی ....یہ کون ہے۔''نوری نے سرسراتی آواز میں کہا۔

اب اس کا چہرہ زرد پڑتا جا رہا تھا.....

''مہربانی فرما کر آپ ہی انہیں اپنا نام بتا دیں....ورنہ یہ مجھ پر بگڑیں گے۔''

''کس بات پر بگڑیں گے۔''

''اس پر کہ یہ بات میں نے وہیں کیوں نہ انہیں بتا دی .....جب سیف سے مال نکال رہا تھا۔''

''اب ان کے بگڑنے سے تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔''

''خیر .... مجھے کیا.... بتا دیتا ہوں .... ہاں تو نوری صاحب سن لیں

.... یہ انسپکٹر جمشید ہیں۔''

''کیا!!!! نہیں!!!'' وہ پوری قوت سے چلایا۔

''ہاں جناب! بالکل یہی بات ہے.. اور یہ ان کے ساتھی خان رحمان

، پروفیسر داؤد اور یہ محمود، فاروق اور فرزانہ ان کے بچے ہیں۔''

''نن .... نہیں .... نہیں نہیں۔'' وہ مارے خوف کے بولا۔

''اب کچھ بات بنی۔'' فاروق مسکرایا۔

''بات تو بہت پہلے بننا شروع ہوگئی تھی ..... جب ہم نے جیل میں

آنے کا پروگرام ترتیب دیا تھا۔''

''افسوس! ہم پھنس گئے... لیکن باس نکل گیا۔''

''باس نکل گیا... کیا مطلب .... کیسے نکل گیا۔''

”وہ یہاں ہونے والی ساری گفتگو سن چکا ہے.....یہ دیکھیں میرے پاس ایک الہ.....اس آلے کا دوسرا حصہ باس کے پاس ہے...یہ آلہ مجھے اسی لیے دیا گیا ہے۔“

”کوئی بات نہیں.....اب وہ بچ نہیں سکتا...ہم اس کا سراغ بھی لگا لیں گے۔“

”کک.....کیسے لگا لیں گے.....وہ سات پردوں میں چھپا ہوا ہے.....آج تک اس کا اصل چہرہ کسی نے نہیں دیکھا۔“

”ہم اس عمارت کا جائزہ لیں گے.....وہ کس طرف سے آتا ہے.....کس طرف سے جاتا ہے.....اتنا مجھے یقین ہے کہ اس عمارت میں ایک عدد خفیہ راستا ضرور ہے۔“

”تب پھر آپ اس تک نہیں پہنچ سکتے.....وہ اب تک نہ جانے کہاں کا کہاں پہنچ چکا ہوگا۔“

''وہ ہم کرلیں گے .....آپ صرف یہ بتا دیں.....آپ تو صرف مال لو
ٹنے والے لوگ ہیں....نادم گیلانی کو کیوں قتل کیا گیا تھا۔''
''ایسا غلطی سے ہوا... پروگرام رات کا تھا....لیکن صابر نے دن میں
کام کی ٹھان لی....شاید وہ بھی غداری پر اتر آیا تھا....اس نے سوچا تھا
....اس کے ہیرے لے کر غائب ہو جائے ....اس طرح اسے باس
سے

نجات مل جائے گی اور وہ کہیں دور درواز علاقے میں جا رہے گا
.....لیکن باس کم ہوشیار نہیں ....وہ اپنے آدمیوں کی نگرانی بھی کراتا
ہے....سو صابر کی بھی نگرانی ہو رہی تھی .....اس طرح وہاں انسپکٹر مانی
کو فوری طور پر بھیجا گیا.....جب وہ ہاتھ صاف کر رہا تھا انسپکٹر مانی وہا
ں پہنچ گیا....اسی وقت نادم گیلانی کی آنکھ کھل گئی....انسپکٹر نے صابر کو
حکم دیا کہ نادم گیلانی کا کام تمام کردے.....ورنہ ہم نہیں بچیں گے

....سواس نے فائر کر دیا.... انسپکٹر مانی ہیرے لے کر چلا گیا اور اسے ہدا
یت کر گیا کہ پستول اپنے کمرے میں چھپا دے.... یہ ہے کہانی۔"

"لیکن اصل کہانی باقی ہے... ہمیں باس کو گرفتار کرنا ہے۔"

"ضرور کریں ...اب مجھے کسی معاملے سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی
...اب تو جیل میں ہی رہنا ہوگا۔"

رمضانی نے سرد آہ بھری۔

"بے وقوف انسان ....تم ہمیں بھی لے بیٹھے۔" نوری نے جل کر کہا۔

"ہمارا تو یہی اصول ہے جناب ....ہم تو ڈوبے ہیں صنم ....تم کو بھی
لے ڈوبیں گے۔"

اب انسپکٹر جمشید نے گھڑی منہ کے قریب کر کے کہا:

"کہاں موجود ہو۔"

"جیل کے ارد گرد سر۔"

”جلد معلوم ہو جائے گا۔“

اور پھر وہاں خفیہ فورس، اکرام، اس کا عملہ اور آفیسرز حضرات پہنچ گئے ....ان میں آئی جی اور جیل کے سپرنٹنڈنٹ غانی بھی تھے ....ان سب کے چہروں پر حیرت ہی حیرت تھی .....

”اب مالک! یہ سب کیا ہو رہا ہے ...اور ہمیں پتا تک نہیں .... کس قدر اندھیر نگری کی باتیں ہیں۔“

”چلیے دفتر چل کر ساری کہانی سناؤں گا۔“

اور پھر ان لوگوں کو گرفتار کر کے دفتر لایا گیا ...وہاں ساری تفصلات سنی گئیں ....

”لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ اس وقت پروفیسر داؤد نے کہا۔

”کیا کیسے ہو سکتا ہے انکل۔“

”سپرنٹنڈنٹ جیل غانی صاحب اس تمام چکر سے بے خبر ہوں۔“

”ہاں! قدرتی طور پر یہ سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ جیل میں یہ سب کچھ ہوتا رہا اور غانی صاحب کو پتا تک نہیں چلا ... بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔“

”ممکن ہے جناب۔“ نوری نے کہا۔

”پہلی بات تو یہ کہ یہ کام صرف رات کو کیا جاتا تھا..... غانی صاحب اس وقت گھر میں سوئے ہوتے تھے

میں نے ان سے کہہ رکھا تھا.... رات کی آپ فکر نہ کیا کریں.... میں نیند نہ آنے کا مریض ہوں... اس لیےمیں رات کی مستقل ڈیوٹی میرے ذمہ ہے.... آپ تو میری اس بات سے بہت خوش تھے......“

”ہاں واقعی... یہی بات ہے۔“

”لیکن جن لوگوں کو یہ جیل سے فارغ کر دیتے تھے... ان کی کمی کس طرح پوری کرتے تھے۔“

''ہم فرضی کام نہیں کرتے تھے.... عدالتوں سے انہیں فارغ کرا لیتے

تھے... یا جیل میں انہیں رعائتوں پر رعائتیں دیتے تھے... ان کی سزا

ئیں کم کرتے بالکل ختم کر دی جاتی تھیں.... ایسے کئی چکر بھی لوگ چلا

لیتے ہیں... جیلوں میں آج کل بہت کچھ ہوتا ہے۔''

''یہ سب تو ہوا.... لیکن اس بات کا کیا کیا جائے اور اس کے تمام ساتھی

بھی ابھی آزاد ہیں۔'' آئی جی بولے۔

''اب ہم اس پر کام کریں گے.... اکرام نوری کو لے جاؤ.... یہ ہمیں

اس عمارت تک لے جائیں گے....

وہاں سے انگلیوں کے نشانات اٹھا لو.... ہم بھی آتے ہیں.... وہاں ضر

ور کوئی خفیہ راستا موجود ہے۔''

''اچھی بات ہے سر۔'' اکرام نے کہا اور نوری کو لے کر چلا گیا......

آئی جی اور جیلر کے رخصت ہو جانے کے بعد وہ بھی اس عمارت میں

پہنچ گئے....اب یہ عمارت سونی تھی.... باس صاحب کسی پنچھی کی طرح اڑ گئے تھے....اور جاتے ہوئے اپنے تمام ساتھیوں کو بھی لے گئے تھے....ظاہر ہے....اب یہ کام وہ کسی اور عمارت میں شروع کرنے والے تھے....اور اگر وہ اس کا سراغ نہ لگا پاتے تو اپنا کام نئی جگہ سے شروع کرنے میں انہیں کسی قسم کی کوئی دقت نہ تھی....کیونکہ صرف نوری، رمضانی اور چند دوسرے افراد کی گرفتاری سے گروہ کو کوئی فرق نہیں پڑا تھا....اور دراصل یہ کام رمضانی کی وجہ سے ہوا تھا؛....ورنہ انسپکٹر جمشید تو بھرپور انداز میں وار کرتے ... باس کو سنبھلنے کا موقع نہ دیتے....۔

''چلو بھئی ... یہاں کوئی خفیہ راستا تلاش کرنا ہے...اور میرا خیال ہے ...وہ خفیہ راستا یہاں کسی نزدیکی گھر میں کھلے گا.... پہلے وہ اس گھر میں آتا ہوگا....وہاں سے ہوتا ہوا اس عمارت میں آتا ہوگا۔''

''خفیہ راستا اگر یہاں ہے تو بچ کر کہاں جائے گا۔''

''کک.... کون بچ کر کہاں جائے گا۔'' پروفیسر داؤد بے خیالی کے عالم میں بولے۔

''جی.... خفیہ راستا اور کون؟''

اب انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا.... جلد ہی وہ راستا انہیں مل گیا راستا ایک کمرے کے فرش میں تھا اور صرف ساتھ والے مکان میں کھلتا تھا.... لیکن اس مکان کا صدر دروازہ دوسری سڑک پر کھلتا تھا اور یہ مکان بند پڑا رہتا تھا.... اس کا مالک اس کو کب کا فروخت کر کے جا چکا تھا.... نئے مالک نے اس کو خرید اضرور تھا لیکن نہ اس میں رہائش اختیار کی تھی.. نہ اس کو کرائے پر دیا تھا... لیکن اب پتا چلا کہ باس نے اس کو آنے جانے کا راستا بنایا ہوا تھا... اور بس.... وہ ظاہر ہے.... میک اپ میں اپنی گاڑی پر دوسری سڑک پر آتا تھا.

مکان کا تالا کھولتا تھا اور اس مکان کے ذریعے اس عمارت میں آجاتا تھا.....۔

راستا وہ تلاش کر چکے تھے، اکرام انگلیوں کے نشانات اٹھا رہا تھا .....کیونکہ باس کے ساتھیوں کی انگلیوں کے نشانات تو وہاں سے مل ہی سکتے تھے۔

ایسے میں انہیں وہاں سے ایک چیز ملی ...وہ اس کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔

☆☆☆

کیا...

وہ چیز کسی کی بچپن کی ایک تصویر تھی... یہ اس میز کی دراز میں سے ملی تھی جس میز کو باس استعمال کرتا رہا تھا۔

''کیا یہ اس گروہ کے باس کی بچپن کی تصویر ہے۔''

''اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔''فرزانہ نے پرجوش انداز میں کہا۔

''تب تو ہم نے باس کی تصویر حاصل کر لی۔''فاروق بولا۔

''لیکن بھئی...بچپن کے نقوش بڑی عمر میں وہ نہیں رہ جاتے۔''

''پھر بھی آثار تو مل جاتے ہیں...یہ دیکھیں....تصویر کے بائیں کان کی لو پر ایک باریک سا سیاہ تل ہے..

ابھرا ہوا نوک دار تل.....کیا وہ تل اب بھی باس کے کان پر نہیں ہوگا۔''

''ضرور ہوگا....لیکن اس کا فائدہ تو ہمیں اسی صورت میں ہوگا نہ جب ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ باس کون ہے.....اور جب تک یہ معلوم

نہیں ہو جاتا، اس وقت تک یہ تصویر بھی بے کار ہے۔" فاروق نے
تیز تیز کہا۔
"بہر حال! یہ تصویر ہمارے کام آئے گی.....میں حیران ہوں اس قدر
راہم چیز باس یہاں کس طرح چھوڑ گیا۔"
"اچھے اچھوں سے غلطی ہو جاتی ہے۔"
"مجھے تو ایسا لگتا ہے.....ہم باس کو تلاش نہیں کر سکیں گے.....اور وہ اس
عمارت سے فرار ہوا ہو گا.....ادھر اس نے باس والی حیثیت بالکل ختم
کر دی ہو گی...اپنے گروہ کو اس نے پیغام دیا ہو گا کہ فی الحال چھپ
جاؤ...جب دوبارہ کام شروع ہو گا.....انہیں بلا لیا جائے گا۔"
"کوئی پروا نہیں.....ہم اس کا سراغ لگا کر رہیں گے.....وہ ہمارے ہا
تھ سے بچ نہیں سکے گا.....اکرام انگلیوں کے نشانات ملے ہیں یا

"ہاں! بہت سے نشانات موجود ہیں۔"

"بس تو پھر ریکارڈ کے ذریعے ان کا پتا چلا لو... سب کے نام پتے نوٹ کرلو.... ایک ہی وقت میں ہر طرف چھاپے مارو.... دیکھو.... اس طرح کتنے لوگ اس گروہ کے ہاتھ لگتے ہیں..... بچے کھچے بھی پکڑ لیے جائیں گے۔"

"او کے سر.... میں جلد آپ کو رپورٹ کروں گا۔"

اور پھر وہ اپنا کام ختم کر کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے، اس کیس میں اس وقت جو کام وہ کر سکتے تھے.... کر چکے تھے.... اب صرف باس پر ہاتھ ڈالنا باقی تھا.... انسپکٹر جمشید اپنے طور پر، اپنے طریقے کے مطابق اس کی منصوبہ بندی کرنا چاہتے تھے... اور یہ کام وہ گھر بیٹھے بھی کر سکتے تھے..... جونہی انہوں نے گھنٹی بجائی.

بیگم جمشید نے دروازہ کھول دیا:

''ہے کوئی تک؟'' وہ تنک کر بولیں۔

''بالکل نہیں بھابھی.....'' پروفیسر بولے۔

''میں تو ہوں.....میں کیوں نہیں ہوں۔'' انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

''مم.....میرا مطلب ہے.....تک.....تک نہیں نہیں۔''

''ہاں! وہ واقعی نہیں ہے.....نہ کھانے کا ہوش، نہ پینے کا.....کوئی ان سے پوچھے.....یہ کب سے گھر سے نکلے ہوئے ہیں.....کتنے گھنٹوں کے بعد آئے ہیں۔''

''بھئی کوئی کیوں پوچھے بیگم.....تم خود ہی پوچھ لونا۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''کیا.....الٹا میرا مذاق اڑا رہے ہیں.....یعنی اس وقت تک میں نے کم از کم چار مرتبہ کھانا تیار کیا.....اب پانچویں بار تیار کرنے کی سوچ رہی تھی۔''

''صرف سوچ رہی تھیں بھابھی .... تیار کیوں نہیں کیا۔'' خان رحمان نے منہ بنایا۔

''گویا چار بار کا کھانا بھی ناکافی ہے۔''

''یہ تو میں نے نہیں کہا... میرا مطلب تھا.... جہاں چار تیار کر چکی تھیں .... وہاں پانچواں بھی ہو جاتا.... ذرا مزا رہتا۔'' پروفیسر بولے۔

''پانچ طرح کے کھانوں سے بھی ذرا مزا رہتا....'' خان رحمان نے انہیں گھورا۔

''آنکھوں ہی آنکھوں میں کھا تو نہیں جائیں گے۔'' پروفیسر داؤد نے گھبرا کر کہا۔

''کیا... وہ پانچ کھانے؟'' خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

''نہیں.... مجھے....'' وہ جل گئے۔

''آپ بھی کوئی کھانے کی چیز ہیں۔'' خان رحمان نے برا سا منہ بنایا

اور وہ مسکرانے لگے۔

''میرا خیال ہے... اب آپ اندر آ ہی جائیں.... میں وہ چاول کھانے گرم کیے دیتی ہوں۔''

''شکریہ بیگم.... تمہیں ہمارا اتنا تو خیال آیا.... ورنہ ہم تو سوچ رہے تھے..... آج باہر ہی کھڑے رہنا پڑے گا۔''

پھر وہ اندر داخل ہوئے.... چاول کھانے واقعی بہت مزے کے تھے

ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا:

''آج تو بیگم تم نے میرا اصول توڑ دیا۔''

''یہ کیا بات ہوئی.... اصول تمہارا اور توڑیں بھابھی صاحبہ.... یہ تو نہیں ہو سکتا۔''

''میرا اصول نہیں معلوم ہے..... میں ایک وقت میں صرف ایک طرح کا کھانا کھانا پسند کرتا ہوں..... دسترخوان پر ایک سے زیادہ کھانے

پسند نہیں کرتا۔''

''گھر میں اگر مہمان ہوں تو ایک سے زیادہ کھانے پکانے میں کوئی حرج نہیں۔'' بیگم تڑ سے بولیں۔

''ہاں! یہ بات معقول ہے۔''

کھانے کے بعد انہوں نے کچھ دیر آرام کیا.... ابھی اٹھے ہی تھے کہ اکرام کا فون موصول ہوا وہ کہہ رہا تھا:

''سر.... پندرہ کے قریب کارکن ہم نے گرفتار کر لیے ہیں اور ان کی مدد سے جلد ہی باقی لوگ بھی گرفتار ہو جائیں گے۔''

''اچھی خبر ہے... ان میں سے کوئی باس کے بارے میں کچھ بتا پایا ہے یا نہیں۔''

''یہ بات سن کر وہ ہنس پڑتے ہیں.... جیسے کہہ رہے ہوں.... اس سے زیادہ بے وقوفانہ سوال بھی کوئی ہو سکتا ہے....''

''مطلب یہ کہ ان میں سے کوئی باس کے بارے میں نہیں جانتا۔''

''جی نہیں۔''

''خیر انہیں دفتر لے آؤ.... میں وہیں ان سے بات کروں گا۔''

''اور میں دفتر سے ہی بات کرر ہا ہوں.... یہ لوگ یہیں موجود ہیں۔''

''خوب! ہم آ رہے ہیں۔''

وہ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے... انہیں ایک بار پھر تیار دیکھ کر بیگم جمشید بول اٹھیں:

''ہے کوئی تک۔''

''تک تو واقعی کوئی نہیں ہے..... البتہ مجبوری ہے....اور تم جانتی ہو بیگم کہ مجبوری کا نام شکریہ۔''

''اب آپ شکریے کو بھی درمیان میں کھینچ لائے۔'' بیگم جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

اور وہ مسکراتے ہوئے باہر نکل آئے .... دفتر پہنچے تو اکرام ان کا انتظار کر رہا تھا۔

''کہاں ہیں وہ لوگ۔''

''جی حوالات میں۔''

''اتنے لوگوں کو دفتر میں لانا ٹھیک نہیں .... ہم خود ہی ان کے پاس چلتے ہیں۔''

''آئیے۔'' اس نے کہا اور انہیں حوالات میں لے آیا، دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوئے ... وہاں پر پندرہ آدمی بے فکری سے لیٹے ہوئے یا بیٹھے ہوئے تھے ..... کوئی گنگنا رہا تھا تو کوئی ہاتھ پاؤں ہلا رہا تھا انہیں دیکھ کر بھی وہ جوں کے توں رہے .... حرکت کرنے کی کوشش نہ کی۔

''صاحبو! آپ اتنے بے فکرے کیوں ہیں۔''

''وہ جو ہمارا باس ہے نا.... ہمیں چھڑانے میں بہت ماہر ہیں، ادھر ہم پکڑے جاتے ہیں.... ادھر ہماری ضمانت ہو جاتی ہے۔''

''اوہ اچھا.... یہ بات ہے، لیکن بھئی میری درخواست ہے کہ تم فکر مند ہو جاؤ۔'' وہ مسکرائے۔

''کیا کہا آپ نے.... ہم فکر مند ہو جائیں، وہ کس خوشی میں۔''

''اس بار آپ کی ضمانت نہیں ہوگی۔''

''ایسا تو آج تک نہیں ہوا جناب! پھر آج کیوں ہوگا۔''

''اس لیے کہ مجھ غریب کے ہتھے تم لوگ پہلی بار چڑھے ہو.... اس لیے آج پہلی بار ایسا ہو جائے گا۔''

''اگر ہماری ضمانت نہ ہوئی تو ہم ضرور فکر مند ہو جائیں گے، آپ فکر نہ کریں۔''

''تم اس باس کے لیے کب سے کام کر رہے ہو۔''

''بیس سال سے۔''

''اوہ.....اوہ....اور اس دوران تم جب بھی پکڑے گئے....چھڑا لیے گئے۔''

''ہاں! بالکل....اگر کبھی جیل چلے گئے تو جیل سے چھڑا لے لیے جاتے ہیں.....ہمارا باس کمال کا باس ہے۔''

''او کے پہلے تم مایوس ہو لو.....پھر میں بات کروں گا تم سے.....لیکن میرا خیال ہے....تم اپنے باس کے بارے میں تو کچھ بھی نہیں بتا سکو گے۔''

''جی نہیں...اس لیے کہ ہم باس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔''

''اس کا مطلب ہے....باس کو تو تم پر کوئی اعتبار نہیں....فرض کیا...وہ دھندا ختم کر دے اور اچانک کہیں چلا جائے گا.....تم تو پھر اس سے جاؤ گے....کیونکہ اس کے بارے میں تو تم کچھ جانتے ہی نہیں۔''

''ایسا نہ آج تک ہوا ہے... اور نہ ہو گا.... آپ کی خوش فہمیاں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔''

''او کے.... دیکھیں گے بھئی.... دیکھیں گے.... بہت جلد تم بھی دیکھو گے.... آؤ اکرام چلیں.... یہ ہمیں کچھ نہیں بتا سکتے۔''

انہوں نے منہ بنا کر کہا اور جانے کے لیے مڑے:

''ٹھہریے۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

وہ ان کی طرف واپس مڑے... جس نے آواز لگائی تھی، اس کے نزدیک جا کر بولے:

''ہاں..... کہو.... کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''میں آپ کو ایک بات ضرور بتا سکتا ہوں... لیکن بتاؤں گا اس وقت جب مایوس ہو جاؤں گا اور پھر آپ مجھ سے کچھ نرمی کا وعدہ کریں گے۔''

"تم کب تک مایوس ہو جاؤ گے۔" انہوں نے پوچھا۔

"اگر آج ہماری ضمانت نہ ہو سکی.....تو۔"

"او کے.....میں وعدہ کرتا ہوں...آج آپ کی ضمانت نہیں ہو گی۔"

"یہ نہیں ہو گا۔" باقی بولے۔

"او کے.....دیکھا جائے گا۔"

اور پھر وہ دفتر کی طرف بڑھ گئے.....

"اکرام.....کوئی بھی آئے.....ضمانت کے احکامات نہیں مانو گے.....میں دیکھ لوں گا.....عدالتی کارروائی کو آخر میں بھی وکیل ہوں.....ہمیں بتائے بغیر اور پوچھے بغیر غیر قانونی طور پر کوئی جج ان کی ضمانت نہیں لے سکتا.....میں نے اس مرتبہ ان پر ایسی دفعہ لگائی ہے۔"

"او کے سر۔"

جونہی وہ دفتر میں داخل ہوئے.... زور سے اچھلے.... وہاں چوٹی کا ایک وکیل براجمان تھا۔

''میں آپ کا ہی انتظار کر رہا تھا۔'' انہوں نے چھوٹتے ہی کہا۔

''وہ تو ظاہر ہے... میرے دفتر میں میرا نہیں تو کیا میرے فرشتوں کا انتظار کیا جائے گا۔''

''یہ ہے ان لوگوں کا ضمانت نامہ ..... جنہیں آج آپ نے پکڑا ہے۔''

''یہ ضمانت کب اور کس نے لی۔''

''آج ہی لی اور جج نصر جان نے لی۔''

''کیا....'' وہ بڑی طرح اچھلے۔

☆☆☆

اوہ اوہ اوہ

چند لمحے تک وہ وکیل کی طرف خالی نظروں سے گھورتے رہے:

''آپ میری طرف اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں۔''

''وکیل صاحب.....آپ نے ان پر لگائی گئی دفعہ پڑھی۔''

وکیل کے چہرے پر پہلی بار گھبراہٹ نظر آئی....پھر اس نے دبی آواز میں کہا:

''ہاں پڑھی۔''

''کیا اس دفعہ کی موجودگی میں دوسرے فریق کو عدالت میں بلائے بغیر ضمانت لی جاسکتی ہے....یعنی ان سے پوچھے بغیر کہ ان لوگوں کی ضمانت لے لی جائے تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا۔'' انسپکٹر جمشید نے منہ بنا کر کہا۔

''ہاں جناب! یہی بات ہے۔''

”تب پھر ان جج صاحب نے ضمانت کس طرح لے لی۔“

”یہ تو آپ ان سے پوچھیں۔“

”تو پھر چلیے.... پہلے ان سے پوچھ لیتے ہیں۔“

”پہلے ان لوگوں کو تو رہا کریں.....عدالت کے حکم کی تعمیل تو کریں۔“ وکیل نے کہا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے....پھر ان کے پاس جانے کی کیا ضرورت رہ جائے گی۔“

”اس طرح آپ پر توہین عدالت کا مقدمہ بن جائے گا۔“

”بننا ہی چاہیے....لیکن مجھ سے پہلے آپ نے اور آپ کے بعد جج صاحب نے خود عدالت کی توہین کی ہے....قانون کے خلاف ضمانت لی ہے...قانونی تقاضا پورا نہیں کیا گیا۔“

اس کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔

''وہ دراصل اس سلسلے میں ہمارا موقف یہ ہے کہ ان پر یہ دفعہ لگتی ہی نہیں۔''

''یہ دفعہ اس پر نہیں لگتی....تو پھر بھی عدالت پہلے ہمیں بلاتی اور پوچھتی ....ان پر یہ دفعہ کس طرح لگائی گئی ہے۔''

''اچھی بات ہے....میں آپ کے ساتھ جج صاحب کے پاس چلنے کے لیے تیار ہوں....اگر وہاں ضمانت کا فیصلہ ہو گیا تو میں یہاں آجاؤں گا....ورنہ اپنے گھر چلا جاؤں گا۔''

وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے ؛...سب لوگ جج صاحب کے گھر پہنچے ....جج نصر جان سے ایک ملاقات ان کی پہلے ہو چکی تھی.....انہوں نے پریشانی کے عالم میں ان کا استقبال کیا....ان کا رنگ سفید پڑ چکا تھا.....

''جج صاحب...ان لوگوں نے انہیں رہا نہیں کیا....آپ کا حکم نہیں مانا

.....اب ان پر تو ہیں عدالت کا

مقدمہ چلنا چاہیے۔''

''مجھے اب ان معاملات سے دلچسپی نہیں رہ گئی.....میں تنگ آ گیا ہوں اور روز روز ان کے جھگڑوں سے انہوں نے ایک بار پھر میرے بیٹے کو اغوا کر لیا ہے.....کیا میں ہی رہ گیا.....اغوا کے لیے...میں نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا ہے.....آپ لوگ پہلے میرا بیٹا تلاش کر کے دیں.....ویسے میں نے اس کی گمشدگی کی رپورٹ بھی درج کرا دی ہے۔''

''اوہ...اوہ.....اوہ۔'' انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

''اس میں حیران ہونے کی کون سی بات ہے۔'' جج نے پوچھا۔

''آپ نے استعفیٰ دینے میں جلدی کی.....اب یہ کیس آپ تو نہیں سن سکیں گے...اور آپ کی جگہ نئے جج بھی کل سے پہلے نہیں آئیں

گے .....لہذا جب تک نئے جج بیٹھیں گے ....ہم اپنا مقدمہ لے کر
ان کے پاس چلے جائیں گے ...کیا خیال ہے وکیل صاحب اب تو
آپ ہمارا ساتھ دیں گے۔''

''میں پہلے بھی آپ کا ساتھ دے رہا ہوں ....کیا میں آپ کے ساتھ
یہاں نہیں آیا....حالانکہ میں چاہتا تو آپ کے دفتر سے ہی ڈی آئی جی
صاحب کے دفتر جاتا اور انہیں بتاتا کہ میرے پاس عدالت کی طرف
سے ضمانت کے کاغذات ہیں ...لیکن آپ کے انسپکٹر جمشید ان احکا
مات کو مان نہیں رہے....یہ تھی تعاون کرنے کی بات۔''

''خیر....آپ کا شکریہ....آؤ بھئی چلیں۔''

اور وہ وہاں سے نکل آئے ....لیکن ان کے ساتھ باہر نہیں نکلا تھا.....شا
ید جج صاحب سے کچھ کہنے کے لیے رک گیا تھا۔

''یہ مرحلہ تو ہوا طے....اور ہمارے مجرم کا دور دور تک پتا نہیں۔''

''فکر نہ کرو... اس کے گرد میرا جال تنگ ہوتا جا رہا ہے۔''

''لیکن ابا جان، ہمیں تو جال نظر بھی نہیں آ رہا۔''

''آنے لگے گا.... فکر نہ کرو۔''

اور وہ گھر آ گئے... انسپکٹر جمشید فون پر جٹ گئے ...وہ بار بار ادھر ادھر فون کرتے رہے اور وہ بیٹھے بور ہوتے رہے... ان کے والد جب مجرم کے گرد جال تیار کرتے تو اسی طرح فون پر فون کرتے تھے....

آخر رات کے وقت وہ پھر حوالات کے سامنے پہنچ گئے:

''ہاں! بھئی.... وہ تمہاری ضمانت نہیں ہوئی۔''

''ہاں! ہم مایوس ہوتے جا رہے ہیں۔''

''جو جج صاحب آپ کی ضمانت لیا کرتے تھے.... انہوں نے استعفیٰ دے دیا ہے۔''

''کیا نہیں۔''

''ہاں! یہی بات ہے....اب تم لوگ کیا کہتے ہو۔''

''ہم جو بتا سکتے ہیں...بتانے کے لیے تیار ہیں۔''

''لیکن ان میں تو کوئی خاص بات نہیں بتا سکتا ہے...دوارے آتے ہی ہونا۔''

انہوں نے اس کی طرف دیکھا....جس نے انہیں روک کر کہا تھا

.....اگر وہ مایوس ہو گیا تو وہ ایک بات ضرور بتا سکتا ہے۔''

''ہاں میں وہی ہوں....آپ مجھے کیا رعایت دیں گے۔''

''یہاں یہ بات کرنا مناسب نہیں، اکرام اسے دفتر لے آؤ۔''

جلد ہی وہ دفتر میں موجود تھا.....

''میں تمہاری سزا میں کمی کرا سکتا ہوں.....تمہیں بالکل نہیں چھڑا سکوں گا...کیونکہ تم لوگوں کی جرائم کی تفصیلات بہت طویل ہیں۔''

''چلیے اتنا بھی کافی ہے....باس کے بارے میں ایک بات بتا سکتا

ہوں اور مجھے امید ہے.... آپ کے لیے کام کرنا ثابت ہوگا.....وہ یہ کہتا۔'' وہ کہتا کہتا رک گیا، اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

''کیا بات ہے.... تم خوف زدہ ہو گئے.... تمہیں یہاں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔''

''لیکن باس کا کہنا ہے... اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں... وہ ہر جگہ آسانی سے پہنچ جاتا ہے۔''

''ایسے لوگ رعب ڈالنے کے لیے ایسی باتیں کیا ہی کرتے ہیں، یہاں اس کا دور دور تک پتا نہیں... بتاؤ وہ کیا بات ہے۔''

''باس دائیں ٹانگ سے ہلکا سا لنگڑا ہے.....''

''کیا!!!!'' وہ ایک ساتھ بولے۔

''ہاں! جناب یہی بات ہے۔''

”لیکن تم یہ کس طرح کہہ سکتے ہو ....کیا تم نے اسے چلتے پھرتے دیکھا ہے....جہاں تک معلوم ہوا ہے...

وہ دوسری سڑک پر ساتھ والے مکان کے دروازے پر آکر اترتا ہے ....اور اندر داخل ہو کر خفیہ دروازہ کھول لیتا ہے..وہاں سے اندرونی کمرے سے گزر کر اس کمرے میں آتا ہے....گویا اس دوران تو اسے چلتے پھرتے تو دیکھا ہی نہیں گیا..پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ لنگڑا ہے۔“

”میں نے ایک بار اسے چہل قدمی کرتے دیکھ لیا تھا۔“

”لیکن کیسے۔“

”اس نے مجھے کسی کام سے کمرے میں طلب کیا....میں اندر داخل ہوا تو وہ خیالات میں بے حد گم تھا....

اور کمرے میں ٹہل رہا تھا، اسے کمرے میں میری موجودگی کا پتا ہی نہ

چلا....اور ٹہلتا رہا....اس وقت میں نے دیکھا.....اس کی دائیں ٹانگ میں ہلکی سی لنگڑاہٹ تھی۔"

"اس میں شک نہیں، اگر یہ بات درست ہے...تو ہمارے لیے بہت کام کی بات ہو سکتی ہے اور کوئی خاص بات۔"

"جی بس...میں تو یہی بتا سکتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے....اگر مجرم پکڑنے کے سلسلے میں ہمیں یہ بات کام آئی تو ضرور میں تمہاری سزا میں کمی کرا دوں۔"

"بہت بہت شکریہ جناب۔"

اور پھر اسے واپس بھیج دیا گیا.....اس کے بعد انسپکٹر جمشید نے ان سے کہا:

"اس وقت تک اس کیس میں جتنے لوگ سامنے آئے ہیں، ان سب کے نام ایک کاغذ پر لکھ دو ذرا۔"

"جی اچھا۔" وہ سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور نام لکھنے لگے.....پھر انسپکٹر جمشید نے اکرام کو بلایا اور ناموں کی وہ فہرست دیتے ہوئے بولے:

"مجرم ان میں سے ایک ہے....ان سب کو چلتے ہوئے دیکھنا ہے ....اور معلوم کرنا ہے....ان میں سے دائیں ٹانگ سے ہلکا سا کون لنگڑا کر چلتا ہے۔"

"جی اچھا....لیکن اس کام میں کچھ وقت لگے گا سر....کیونکہ ہم ان سے فوراً کہہ نہیں سکیں گے کہ چل پھر کر دکھاؤ....۔"

"کوئی بات نہیں....بس تم یہ بات معلوم کرلو...آج نہیں تو کل تک تو معلوم ہو جائے گا۔" وہ بولے۔

"جی ہاں! بالکل معلوم ہو جائے گا۔"

اکرام چلا گیا....اب ان کے پاس کرنے کے لیے کوئی کام نہیں تھا ....انتظار کرنا تھا....اور اپنے جال کا اندازہ لگانا تھا اور یہ کام وہ گھر

بیٹھے بھی کر سکتے تھے ....انسپکٹر جمشید ایک بار پھر ادھر ادھر فون کرنے لگے۔رپورٹیں لینے کے لیے انہیں نوٹ کرنے لگے ....آخر دوسرے دن اکرام نے انہیں فون کیا اور بولا:

''نہیں سر...کسی کی دائیں ٹانگ میں لنگڑا پن نہیں ہے۔''

''کیا واقعی !!'' وہ حیران ہو کر بولے۔

''جی ہاں !اس میں شک نہیں۔''

''تب پھر ہم فہرست میں تمام نام شامل نہیں کر سکے ....اچھا میں دیکھتا ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ ان کی طرف مڑے:

''یہ تم نے فہرست کس طرح تیار کی تھی ....میرا خیال ہے ....ایک دو نام تم چھوڑ گئے۔''

''تو پھر ان کا کوئی تعلق کیس سے نہیں ہو گا۔''

''کیس سے تو تعلق ضرور ہوگا....لیکن تم نے یہ خیال کر لیا ہوگا کہ اس کا کیس سے کوئی تعلق ہی نہیں۔''

''اوہ....نہیں۔''

''تم وہ نام لکھ کر مجھے دو....جو اکرام کو لکھ کر دیے تھے۔''

''جی اچھا۔'' وہ ایک ساتھ بولے۔

اور پھر انہوں نے ناموں کی فہرست ایک بار پھر بنا دی....انہوں نے اس فہرست کو غور سے دیکھا...

پھر بولے:

''یہ تو واقعی درست فہرست نہیں....اس میں ایک دو نام رہ گئے ہیں ....لکھو....میں بتا دیتا ہوں....کس کس کا نام رہ گیا ہے۔''

انہوں نے چند نام اور نوٹ کیے....پھر نئی فہرست اکرام کو بھیجی گئی

کرائی تھی۔''

''میں دیکھنا چاہتا ہوں....اس کے بغیر مجرم تک پہنچتا ہوں یا نہیں۔''

''اوہ اوہ...لیکن ہم کیا کریں۔''

''صبر کرو....غور کرو اور اندازہ لگاؤ.....مجرم کون ہے۔''

''اچھی بات ہے....ہم ایسا کریں گے.....آؤ بھئی....غور کریں ....اندر چل کر۔''محمود نے کہا۔

''غور کرنے کے لیے اندر جانے کی کیا ضرورت ہے...یہیں غور کر لو۔''

''نہ جی.....ہم لائبریری میں زیادہ بہتر طور پر غور کر سکتے ہیں۔''

''اچھا جاؤ.....میں تمہاری کارکردگی دیکھنا چاہتا ہوں۔''وہ مسکرائے۔

تینوں اٹھ کر اندر جانے لگے تو پروفیسر داؤد نے کہا:

''اب میں اور خان رحمان یہاں بیٹھ کر کیا کریں گے....کیوں نہ ہم

بھی ان کے ساتھ غور میں شامل ہو جائیں۔''

''چلیے ....آپ بھی غور کی دعوت قبول کر لیں۔''انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

وہ دونوں بھی مسکراتے ہوئے اندر چلے گئے...انہوں نے لائبریری کا

دروازہ بند کرلیا:

''ابا جان! ہم سے آگے نکل جائیں گے اس طرح۔''فرزانہ بولی۔

''ہم انہیں آگے نکلنے سے روک بھی کیسے سکتے ہیں....آج تک ایسا ہوا

کب ہے...کہ ہم نے انہیں آگے نہ نکلنے دیا ہو۔''

فاروق نے منہ بنایا۔

''لیکن کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔''

''جب کہ میرا خیال ہے.....اب تک ابا جان مجرم کو پہچان چکے ہیں

...اب تو وہ اس کے گرد گھیرا تنگ

کر رہے ہیں جیسا کہ ان کی عادت ہے۔''

''لیکن یہ انصاف نہیں.....لنگڑا کر چلنے والے کا نام ہم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے...اس کا نام ہمیں بھی بتا دیا جاتا۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

نہیں.....یہ ناانصافی نہیں ہے...ناانصافی تب ہوتی جب ابا جان خود تو اکرام سے نام پوچھ لیتے اور ہمیں نہ بتاتے....انہوں نے تو اکرام کو ہمارے سامنے یہ ہدایت دی ہے کہ وہ اس کا نام انہیں نہ بتائے.....

اپنے پاس لکھ کر رکھے....تاکہ جب وہ مجرم کے چہرے سے نقاب الٹیں تو اس وقت اس سے کہہ سکیں کہ وہ مجرم کا نام پہلے سے جانتے ہیں۔''

''لیکن ہم عقل تو دوڑا سکتے ہیں....تمام حالات ہمارے سامنے ہیں۔''

''کیس کافی الجھا ہوا ہے....بہت سے نام سامنے آئے ہیں، کس کس کو کس کس سے الگ

کریں۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''ارے واہ.... میں نے ترکیب سوچ لی... مزا آ گیا۔''

فرزانہ چلائی۔

''ترکیب سوچ لی..... مزا آ گیا۔'' فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں! آ گیا۔''

''آتے ہوئے نظر تو نہیں آیا۔''

''آ جائے گا.... آنکھیں کھول کر دیکھو۔'' فرزانہ نے جل کر کہا۔

فاروق نے آنکھوں کو خوب کھول کر ادھر ادھر گھمایا، پھر اس نے کہا:

''مجھے افسوس ہے.... مجھے تو اب بھی کچھ نظر نہیں آ رہا۔''

''تب پھر تم عقل کی آنکھوں سے کام لو۔''

''اوہو! جلدی بتاؤ فرزانہ.... کیا کہنا چاہتی ہو..... مارے بے چینی کے برا حال ہے۔'' خان رحمان نے بے تابانہ انداز میں کہا۔ ''ہم

رمضانی کو بھول گئے۔"

"یہ تو خیر بالکل غلط ہے.....ہم تو نہیں بھولے رمضانی کو تم بھولی ہو گی۔"

"حد ہو گئی.....ہم سب کے سب بھول گئے...دیکھو نا....اس نے ابا جان کی بدلی ہوئی آواز تک پہچان لی

اب ہم اسے پردے کے پیچھے بٹھا کر تمام متعلقہ لوگوں کی آوازیں اسے سنوا سکتے ہیں.....جس کی آواز پر وہ اچھل پڑے بس وہی مجرم ہے۔"

"اوہ اوہ اوہ۔"

☆☆☆

تجربے کا انتظام

''اس میں شک نہیں ....ترکیب زور دار ہے اور اس پر عمل بھی کیا جا سکتا ہے.....لیکن ابا جان نہ جانے کس رخ سے سوچ رہے ہیں اور وہ ہم سے اتفاق کرتے ہیں یا نہیں۔''

''ہاتھ کنگن کو آرسی کیا....ابھی معلوم کر لیتے ہیں...یہاں کون سا کچھ خرچ ہو رہا ہے۔'' محمود نے فوراً کہا۔

''بھئی تم خرچ کی پروانہ کیا کرو۔'' خان رحمان نے منہ بنایا۔

اور وہ مسکرانے لگے ....پھر باہر نکل کر انسپکٹر جمشید کے پاس آگئے ....وہ ابھی تک فون پر جٹے ہوئے تھے،

انہوں نے فون کا ریسیور رکھا....محمود نے کہا:

''ابا جان! ہم نے ایک ترکیب سوچی ہے....امید ہے، آپ بھی پسند کریں گے۔''

”سوچی کس نے ہے۔“ انسپکٹر جمشید نے مسکرائے۔

”یہ بھی بھلا کوئی پوچھے کی بات ہے.....ظاہر ہے....فرزانہ نے سوچی ہوگی۔“

”خیر بتاؤ....مناسب ہوتو اس پر عمل کیا جائے گا۔“

”ہم رمضانی کو پردے کے ایک طرف بٹھا دیتے ہیں ....دوسری طرف آپ کیس سے متعلق ہر آدمی سے سوالات کریں جس کی آواز پر رمضانی چونک اٹھے....بس سمجھ لیں....وہی مجرم ہے۔“

”ترکیب اچھی ہے...تجربہ کیا جاسکتا ہے....لیکن پہلے اس بات پر غور کرنا ہوگا کہ رمضانی نے اس سلسلے میں جھوٹ تو نہیں بولا تھا۔“

وہ بولے۔

”میرے خیال میں جمشید...اس کی ضرورت نہیں۔“

پرفیسر داؤد نے خیال انداز میں کہا۔

’’جی....کیا مطلب؟ کس کی ضرورت نہیں۔‘‘

’’اس کی کہ ہم پہلے رمضانی سے بات کریں....اسے کچھ بتائیں نہ ...بس دوسری طرف بات چیت شروع کی جائے....اور ادھر ہم اس کے چہرے پر خفیہ جگہ بیٹھ کر نظر رکھیں گے....جس کی آواز پر وہ چونک اٹھا...

بس وہی مجرم ہے۔‘‘

’’ہاں! یہ زیادہ بہتر رہے گا۔‘‘

’’تب پھر...کیا اس پر عمل کیا جائے۔‘‘

’’ہاں! کرنا ہی ہوگا۔‘‘

’’گویا آپ کچھ نہیں کریں گے۔‘‘

’’کیوں نہیں کروں گا.....اس تجربے میں میں تم لوگوں کا پوری طرح ساتھ دوں گا۔‘‘

"تب تو امید ہے..... کام بن جائے گا۔"

"بلائیں پھر سب کو۔" فرزانہ نے پر جوش انداز میں کہا۔

انسپکٹر جمشید نے اسی وقت اکرام کو دفتر آنے کی ہدایت کی .... جلد ہی اکرام ان کے سامنے موجود تھا:

"ہم نے ایک پروگرام ترتیب دیا ہے، پہلے سن لو .... پھر عمل شروع کرتے ہیں۔ رمضانی ایک ایسا شخص ہے کہ اس کے سامنے کوئی میک اپ میں ہو اور آواز بدل کر بات کرے... تب بھی وہ فوراً جان لیتا ہے کہ دراصل کون بات کر رہا ہے ..... خود ہمیں اس کا تجربہ ہو چکا ہے .... میری آواز اس نے نہ جانے کب اور کہاں سنی ہو گی .... لیکن مدت بعد بھی جونہی اس نے میری آواز سنی تو فوراً جان لیا کہ یہ دراصل میں

ہوں کوئی جرائم پیشہ نہیں ..... اسی لیے سیف میں سے جواہرات تھیلے

میں بھرتے وقت اس کے منہ سے بے اختیار یہ نکل گیا تھا..نہیں نہیں نہیں ...اب دیکھو.... باس کی آواز تو یہ مسلسل سنتا رہا ہے...احکامات وصول کرتا رہا ہے....لہذا اہم کیس سے متعلق سب لوگوں کو یہاں بلا لیتے ہیں....ایک کمرے میں اب سب کو بٹھا کر ان سے باری باری چند باتیں پوچھیں گے...جب کہ رمضانی کو ساتھ والے کمرے میں بٹھائیں گے....جہاں سے اس کمرے میں ہونے والی بات چیت صاف سنائی دے رہی ہو گی...اب جس کی آواز سن کر اس کے چہرے پر حیرت ابھری وہ اچھل پڑا....بس وہی اس کیس کا مجرم ہے...کہو، کیسی ترکیب ہے۔''

''اس میں شک نہیں.....ترکیب بہت اچھی ہے....لیکن سر، عدالت میں اس کے خلاف کیا ثبوت پیش کریں گے....اصل مسئلہ یہ پیدا ہو گا....مار پیٹ کر جرم کا اقبال ہم کراتے نہیں۔''

''اور نہ کرائیں گے .....ہم تو دو + دو = چار والا معاملہ کرتے ہیں
.....ساری دنیا اس ثبوت کو واضح طور پر درست تسلیم کرتی ہے.....جو
ہم پیش کرتے ہیں اور ان شاء اللہ اس بار بھی ایسا ہی ہوگا۔''انسپکٹر
جمشید
مسکرائے۔

''لیکن کیسے؟''

''یہ تم مجھ پر چھوڑ دو..... پہلے اس تجربے کا انتظام کرو۔''

''بہت خوب! میں انتظام کیے دیتا ہوں.....بتائیے.....کس کس کو بلانا
ہے۔''

''پہلے نمبر پر نادم گیلانی کے بیٹے خادم گیلانی اور اس کے بھائی عاصم
گیلانی کو بلانا ہے.....پھر صابر کو،
رایان کو.....جس نے نادم گیلانی کے ہیرے خریدے تھے اور نہ رقم ادا

کی تھی اس نے ظاہر ہے ایک دو دن پہلے ہیرے آ کر دیکھے تھے، اعجا
زعرف جوزی کو۔''

''جی.....کیا مطلب....کیا اس کے باس ہونے کا بھی امکان ہے۔''

''بھئی ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔'' یہ کہتے وقت انسپکٹر
جمشید مسکرائے....باقی لوگ بھی مسکرا کر رہ گئے۔

''نعیم اینڈ کو کے مالک نعیم کو...اس سے بھی نادم گیلانی کا کاروباری
تعلق تھا پھر نصیر جان کو۔'' وہ بولے۔

''بھلا نصیر جان کو بلانے کی کیا ضرورت۔''

''پھر وہی بات....اگر چہ اس کے ذریعے باس اپنے آدمیوں کی
صرف ضمانت کراتا ہے...جیسے بھی کراتا ہے.....لیکن کہانی جب بیان
کی جائے گی تو اس کا بھی ذکر آئے گا، لہذا ذرا مزار ہے گا۔''

''اچھی بات ہے....اگر مزے کے لیے بلانا ہے تو اور بات ہے

وہ مسکرادیا۔''

''اور جناب سپرنٹنڈنٹ جیل مسٹر غانی، جیل کا انسپکٹر نوازش، نوازنون نوری ان سب کو جمع کرو۔''

''نوازنون نوری کی کیا ضرورت ہے.....صاف ظاہر ہے.....وہ تو باس ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ وہ تو آپ کو باس کے سامنے لے گیا تھا.....لہذا وہ خود باس نہیں ہو سکتا۔

''میں نے کہا ہے...ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا...اور ہاں اس وکیل کو بھی۔''

''اوہ سوری.....میں چلا.....یہ تمام انتظامات کرنے کے لیے، جب سب لوگ آ کر کمرے میں بیٹھ جائیں گے...اور آپ بھی وہاں پہنچ جائیں گے...تب میں رمضانی کو سب سے آخر میں دوسرے کمرے میں لاؤں گا۔''

''ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔''

اور پھر اکرام چلا گیا.....دوسرے دن وہ ان کے کمرے میں داخل ہوا.....

''چلیے سب لوگ اس خاص کمرے میں موجود ہیں....اس کمرے میں بس آپ لوگوں کی کمی ہے....اور اس ساتھ والے کمرے میں رمضانی۔''

''رمضانی کے ساتھ کون بیٹھے گا۔''

''کوئی بھی نہیں.... باقاعدہ فلم تیار کریں گے.....لہذا ہم فلم میں اسے اچھلتے ہوئے دیکھ لیں گے۔''

اکرام نے کہا۔

''یہ اور بہتر رہے گا۔'' محمود نے خوش ہو کر کہا۔

''اس میں اس قدر خوش ہونے کی کیا ضرورت ہے۔''

''ہم بھی سب کے ساتھ بیٹھیں گے....ورنہ رمضانی کے پاس بیٹھ کر بور ہی ہونا پڑتا۔''

''چلو بھئی چلیں....اِدھر اُدھر کی باتوں سے بچیں۔''

''یہ آپ نے آزاد اشاعری کب سے شروع کر دی۔'' فاروق نے حیران ہو کر کہا۔''

''خود بخود شروع ہو گئی....یہ دنیا خیالوں میں کھو گئی۔''

''واہ! یہ بعد والا جملہ...میرا مطلب ہے مصرعہ آپ کہاں سے اٹھالا ئے۔'' محمود نے حیران ہو کر کہا۔

''یار تم لوگوں کے ساتھ تو ہوں...اٹھانے کے لیے کب کہیں گیا ہوں۔'' انہوں نے جھلا کر کہا۔

اور وہ مسکرا دیے....پھر اس کمرے میں داخل ہوئے..وہاں سب مو جود تھے، لیکن سب کے سب برے برے منہ بنا رہے تھے۔

''یہ سب کیا ہے انسپکٹر جمشید۔''

''مجرم کو پکڑنے کا منصوبہ۔'' وہ بولے۔

''مجرم کو پکڑنے کا منصوبہ! اور کیا ہم آپ کو مجرم نظر آ رہے ہیں۔''

''آپ سب نظر نہیں آتے ...آپ میں سے کوئی ایک ضرور مجرم ہے۔''

''کیا!!!'' وہ سب حیرت زدہ انداز میں بولے۔

''ہاں! کوئی ایک ضرور مجرم ہے۔''

''تب پھر آپ اسی کو بلاتے۔'' وکیل نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''یہاں سب کی موجودگی ضروری ہے۔''

''بھلا بتائیں...میری موجودگی کیوں ضروری ہے...میرا اس معاملے سے بس اتنا تعلق ہے کہ میں نے انسپکٹر مانی کی ضمانت کرائی تھی....کیا اتنی سی بات میں آپ کا مجرم ہو سکتا ہوں۔''

''جی ہاں! کیوں نہیں۔'' محمود مسکرایا۔

''کیا مطلب..... کیا کہا... کیوں نہیں..... گویا میں مجرم ہو سکتا ہوں۔''

''ہاں! ہم نے یہی کہا ہے... آپ میں سے کوئی نہ کوئی ضرور مجرم ہے
..... کون ہے... یہی پتا لگانے کے لیے آپ سب کو یہاں بلایا گیا ہے
... اگر آپ کو ناگوار گزرا ہے... اور آپ اس معاملے میں تعاون نہیں
کرنا چاہتے تو آپ جا سکتے ہیں..... لیکن اس صورت میں آپ کو قانونی
نوٹس جاری کیے جائیں گے اور پھر آپ کو آنا پڑے گا۔''

''خیر..... اب تو ہم آ گئے ہیں..... آپ پوچھ لیں..... جو پوچھنا ہے
.....۔'' جیلر نے برا سا منہ بنایا... ساتھ میں انہیں گھورا بھی۔

''آپ کے تیور سب سے زیادہ خوفناک ہیں۔'' انسپکٹر جمشید
بولے۔

''اس لیے آخر میرا اس معاملے سے کیا تعلق ہے۔''

''آپ کو اب تک یہ بات تو معلوم ہو چکی ہے کہ اس معاملے میں سب سے زیادہ پھنسے ہوئے نواز نون نوری ہیں ...اور وہ آپ کے ما تحت ہیں ....کیا خبر اس کیس کے مجرم آپ ہی ہوں اور نواز نون نوری کے ساتھ مل کر یہ سب کام کر رہے ہوں ....کیونکہ جو آسانی آپ کو حاصل ہے وہ اس معاملے میں کسی کو نہیں۔''

''حد ہو گئی یعنی کہ....آپ تو ہم سب کو مجرم بنانے چلے ہیں۔''

''بس جناب آپ لوگ زیادہ تاؤ نہ کھائیں....میں آپ میں سے ہر ایک سے چند سوالات کروں گا....

آپ جواب دیتے جائیں.....اس طرح بہت جلد آپ لوگوں کو فارغ کر دیں گے ....صرف ایک کو روک لیں گے ...اور وہ ایک ہو گا ہمارا مجرم۔'' یہ کہتے وقت وہ مسکرائے۔

''چلیے پھر سوالات کریں۔''

''اکرام! میں سوالات شروع کرنے لگا ہوں۔''

''چند منٹ سر۔'' یہ کہہ کر اکرام کمرے سے نکل گیا۔

''یہ کیا بات ہوئی۔'' جج نصیر جان نے کہا۔

''جی....کون سی بات۔''

''آپ نے اپنے ماتحت سے کہا.....میں سوالات شروع کرنے لگا ہو

ں....اور وہ یہ کہہ کر چلے گئے....چند منٹ سر۔''

''کوئی کام آپڑا ہوگا۔''

''ہم کیا آپ کے ملازم ہیں....کہ یہاں بیٹھے آپ کے فارغ ہونے

کا انتظار کریں۔'' نعیم نے جھلا کر کہا

''نہیں.....آپ ملازم ہرگز نہیں ہیں....لیکن آپ صرف یہ بتادیں کہ

ہر کام کرنے میں چند منٹ کی دیر تو ہی جاتی ہے نا۔''

''اچھا جناب! آپ کرلیں.....جو کرنا ہے۔'' غانی نے جل کر کہا۔

جلد ہی اکرام کی واپسی ہوئی ....اس کا چہرہ دودھ کی طرح سفید تھا ....اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی انسپکٹر جمشید اچھل کر کھڑے ہو گئے:

''کک....کیا ہوا اکرام۔''

''وہ...وہ سر وہ۔''

اس کے منہ سے پورا جملہ کوشش کے باوجود نہ نکل سکا....اور پھر تو وہ تیزی سے باہر نکل آئے....

''ہاں!اب بتاؤ....کیا بات ہے۔''

☆☆☆

لوہے کا چنا

''سر.....رمضانی کو قتل کر دیا گیا ہے۔''

''کیا!!!'' ان کے منہ سے نکلا..... مارے حیرت کے ان کا برا حال ہو گیا۔

''یہ.....یہ کیسے ہو گیا۔''

''ابھی میں نہیں دیکھ سکا.....میں تو اسے حوالات سے نکالنے گیا تھا.....وہ وہاں مردہ پڑا ملا.....اس کا رنگ نیلا ہو گیا ہے.....مطلب یہ کہ زہر دیا گیا ہے۔''

''تب تو حوالات کی نگرانی کرنے والے کے ذریعے یہ کام کیا گیا ہے۔''

''جی نہیں.....وہ بہت ایمان دار آدمی ہے.....اسی لیے تو میں نے وہاں کسی اور کی نگرانی کی ضرورت محسوس نہیں سمجھی تھی.....اگر اس پر اعتبار نہ

ہوتا تو ضرور کسی اور کو مقرر کرتا۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"اف مالک... یہ کیا ہوا.... گویا مجرم نے خود کو چھپانے کے لیے یہ ایک چال چلی ہے... اور وہ اس میں پوری طرح کامیاب رہا ہے۔"

"جی ہاں... یہی بات ہے۔"

"تب پھر اکرام..... ان لوگوں کو اس وقت یہاں بٹھانا فضول ہے.... کیا میں انہیں واپس بھیج دوں؟"

"ہاں! اب یہی کرنا ہوگا۔"

"خوب! میں کسی کے ہاتھ یہ پیغام بھیج دیتا ہوں.... یہ لوگ پہلے ہی بہت جھلائے ہوئے ہیں اب اور جھلا جائیں گے۔"

"بہتر یہ ہوگا کہ آپ خود ان سے بات کریں۔"

"اچھا خیر... یہ مشکل کام بھی میں کیے دیتا ہوں.... لاش کا معائنہ ہم کریں گے۔"

انہوں نے کہا اور پھر اس کمرے میں آئے۔

''کیا بات ہے جناب! کیا کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے جج نصر جان نے برا سا منہ بنایا۔

''ہاں صاحبو... ایک سنگین واردات ہو گئی ہے.... آپ لوگوں کے سامنے ایک صاحب کو پیش کرنے کا پروگرام تھا..... وہ بتاتا کہ آپ میں سے مجرم کون ہے.... لیکن مجرم نے حوالات میں بند اس شخص کو قتل کر دیا ہے۔''

''کیا!!!'' وہ ایک ساتھ چلائے۔

''جی ہاں! یہی بات ہے..... لہذا آپ لوگ اس وقت جا سکتے ہیں ...آپ کو بہت جلد دوبارہ بلایا جائے گا۔''

''اب ہم نہیں آئیں گے.... ہم آپ کے ملازم نہیں ہیں۔'' نصیر جان بولا۔

''خیر کوئی بات نہیں.....دیکھا جائے گا۔''

''اور آپ ہمیں نوٹس دے کر بھی بلوانے کی کوشش نہ کیجئے گا، کیونکہ ہم بھی آخر وکیل ہیں۔''

''اس میں تو شک نہیں کہ آپ بھی وکیل ہیں..تو کیا وکیل ہونے کے ناطے آپ کو معلوم نہیں کہ...قانونی تقاضے پورے کرنے پڑتے ہیں.....اگر آپ کو نوٹس ملا تو آپ کیسے نوٹس وصول کرنے سے انکار کر سکتے ہیں۔''

''قانون کے ذریعے۔'' وہ مسکرایا۔

''کیا مطلب.....؟'' انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر پوچھا۔

''کچھ نہیں....دیکھا جائے گا۔''

انہوں نے سر جھٹک دیے اور باہر نکل گئے۔

''یہ کیا سر...یہ تو سب کے سب ناراض ہو گئے۔''

"کوئی بات نہیں، دیکھا جائے گا۔"

"اب وہ حوالات کی طرف بڑھے.... حوالات کے دروازے پر جو شخص ڈیوٹی دے رہا تھا، وہ اس وقت اکرام کے آدمیوں کے قبضے میں تھا، اس کی آنکھوں میں خوف تھا.... انسپکٹر جمشید نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور آگے بڑھ گئے....

لاش حوالات کے فرش پر پڑی تھی.... جسم نیلا تھا، منہ سے جھاگ نکل کر سوکھ چکا تھا.... جھاگ بھی نیلا تھا....

دروازے کے پاس باہر کی طرف ایک رومال پڑا تھا.... انہوں نے رومال پر ایک نظر ڈالی.... لاش کو غور سے دیکھا، پھر بولے:

"اس کا مطلب ہے.... کوئی اسے ملنے کے لیے آیا تھا، کیا تم نے ڈیوٹی پر موجود شخص کو ہدایت نہیں دی تھی کہ اس سے کسی کو ملنے نہ دیا جائے۔"

”یہ ہدایت بہت سختی سے دی تھی سر.....اسی لیے تو اب وہ ہمارے قابو میں ہے۔“

”ہوں! اور یہ رومال، کیا قاتل کا ہے۔“

”ڈیوٹی پر موجود ملازم کا کہنا ہے، رومال اس کا نہیں ہے....حوالات سے باہر گرا ہوا ہے...اس لیے قاتل کا ہی ہو سکتا ہے...لیکن مقتول بھی بہر حال اس سے ملنے کے لیے سلاخوں کے پاس آیا تھا، اور اگر رومال اس کے ہاتھ میں تھا تو یہ اس کا بھی ہو سکتا ہے....لیکن رومال پر آرائین لکھا ہوا ہے ....رمضانی کے نام کا پہلا حرف آر ضرور ہے ....لیکن اس کے نام کا دوسرا حصہ معلوم نہیں ....اور قاتل کا نام ہم جانتے نہیں، اس لیے یقین سے نہیں کہا جا سکتا ہے کہ رومال قاتل کا ہے یا مقتول کا۔“

”اس نے کیا بتایا؟“

''وہ ایک لمبے قد کا شریف صورت آدمی تھا.... یہ اس کا کہنا ہے

....اس نے آ کر کہا...میں اس کا بھائی

ہوں.....بہت دور سے آیا ہوں....مہربانی فرما کر چند منٹ کی

ملاقات کی اجازت دے دو...اس نے انکار کیا اور کہا حکم نہیں ہے

.....سختی سے تاکید کی گئی ہے کہ اس سے کسی کو ملاقات نہ کرنے دی

جائے...اس لیے وہ منتیں کرنے لگا....اس دل پسیج گیا اور ملاقات کی

اجازت دے دی....وہ صرف ایک منٹ اندر رکا....پھر اس نے اسے

باہر آتے دیکھا...اس وقت اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ اندر کیا کر آیا

ہے....چنانچہ اس نے نہ تو اندر جا کر دیکھا ہی نہیں کہ وہ اندر کیا کر گیا

ہے.....میں جب اسے نکالنے کے لیے آیا تب پتا چلا۔''

''تم نے اس سے سوالات کیے اکرام۔''

''جی ہاں۔''

"پھر کیا یہ اپنے بیاں میں سچا ہے۔"

"نظر یہی آتا ہے سر۔"

"لیکن ایسا نہیں ہے۔" وہ مسکرائے۔

"جی کیا مطلب؟"

"آؤ دکھاتا ہوں۔"

اب وہ اس کے پاس آئے.....

"ہاں! تو کیا ہوا تھا.....ذرا پھر سے بتانا....."

"میں بتا چکا ہوں سر...اور میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے بتانے کے لیے۔"

"میں پھر سے سننا چاہتا ہوں۔" وہ سرد لہجے میں بولے۔

"جی اچھا...وہ شخص یہاں آیا.....لمبے قد کا شریف صورت آدمی تھا ....آ کر...."

''پہلے اس کا حلیہ بتاؤ۔'' انہوں نے فوراً کہا۔

''جی اچھا...قد کی طرح اس کا چہرہ بھی لمبا تھا آنکھیں بڑی بڑی اور سیاہ تھیں، پیشانی بہت چوڑی تھی....رنگ سیاہی مائل تھا اور بال گھنگریالے تھے۔'' یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

''آخر اس نے کیا کہا؟''

''یہ کہ حوالات میں بند رمضانی اس کا بھائی ہے...بھائی ہونے کے ناطے، اسے بہر حال اس سے ہمدردی ہے....اس لیے وہ چند منٹ کے لیے اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہے....میں نے اسے بتایا کہ اس سے ملاقات کی اجازت نہیں ہے....اس پر وہ منتیں کرنے لگا....میں نے اس سے کہا کہ اس طرح میں پھنس جاؤں گا، کہنے لگا...ایک دو منٹ کی بات ہے....تم نہیں پھنسو گے....اور اس طرح میں نے انسانی ہمدردی کی وجہ سے اسے اندر جانے دیا...وہ صرف ایک منٹ رکا اور

پھر چلا گیا۔"

"تمہیں اس نے کسی رقم کی پیش کش تو نہیں کی تھی۔"

"جی نہیں...ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔"

"اکرام! تم نے اس کی تلاشی لی۔"

"جی نہیں سر۔"

"تلاشی لے لو۔"

"جی اچھا۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ کر اس کی تلاشی لی لیکن کچھ نہ ملا

....اکرام نے انکار میں سر ہلایا

انہوں نے کہا:

"او کے.....ٹیلی فون آپریٹر کو بلاؤ۔"

"جی کیا مطلب.....ٹیلی فون آپریٹر...اس کی کیا ضرورت پیش آ گئی

۔"

''یار تم بلاؤ۔'' انہوں نے منہ بنایا۔

جلد ہی آپریٹر وہاں آ پہنچا:

''یس سر۔''

''اکرام اس کا نام کیا ہے۔'' انہوں نے ڈیوٹی پر موجود ملازم کی طرف اشارہ کیا۔

''ادریس خالد۔''

''ہاں تو ادریس خالد کا کوئی فون کہیں سے آیا تھا تھوڑی دیر پہلے۔''

''جی ہاں.....اس کی بیوی کا فون آیا تھا.....میں نے اسے بلوا کر بات کرادی تھی۔''

''خوب خوب! یہ ہوئی نا بات، اکرام....فوراً اس کے گھر چھاپہ مارو ....تلاشی لو.....جا کر۔''

''جی....کیا مطلب؟'' اکرام حیرت زدہ رہ گیا۔

''بھائی جو کہہ رہا ہوں نا.... بس وہ کرو۔''

اکرام نے دوڑ لگا دی... آدھ گھنٹے بعد اس کی واپسی ہوئی ...اس کی چہرے پر بلا کی حیرت تھی.... آتے ہی بول پڑا:

''آپ...آپ واقعی کمال کرتے ہیں۔''

''تو میرا اندازہ درست تھا۔''

''کوئی ایسا ویسا سر.... پچاس ہزار روپے ملے ہیں.....اس کی بیوی کوئی وضاحت نہیں کر سکی .....صرف اتنا بتا سکی کہ کوئی لمبے قد کا آدمی آیا تھا...وہ یہ رقم یہ کہہ کر دے گیا ہے کہ یہ ادریس خالد نے بھیجی ہے اور یہ کہ وہ فون پر اسے بتا دے کہ میں نے رقم پہنچا دی ہے....مہربانی فرما کر آپ میرے سامنے ہی فون کر دیں، چنانچہ اس کی بیوی نے اس کے سامنے اسے فون کیا.....اس طرح آپریٹر نے اسے بلوایا اور اس نے فون سنا....اس کے بعد وہ لمبا آدمی وہاں آیا تو اس نے اسے

روکنے کی کوشش نہ کی .... گویا پہلے بھی وہ آ چکا تھا اور اس سے سودا کر کے گیا تھا۔"

"ہوں! بے وقوف آدمی تم نے یہ نہ سوچا کہ کوئی ایک دو منٹ کی ملاقات کے پچاس ہزار روپے کیوں دینے لگا۔"

"میری عقل ماری گئی تھی جناب۔" اس نے کہا۔

"تب پھر اب تم بھی مارے جاؤ گے .... اکرام اسے اسی حوالات میں بند کر دو .... اور ہاں رومال اسے دکھاؤ۔"

اکرام نے رومال اس کے چہرے کی طرف لہرایا:

"یہ رومال کس کا ہے۔"

"میں نہیں جانتا .... یہ میرا نہیں .... اب نہ جانے قاتل کا ہے یا مقتول کا۔"

"اس لمبے آدمی کو دیکھو تو پہچان لو گے۔"

’’جی ہاں بالکل۔‘‘

’’پہلے تو اس کے واقف نہیں تھے۔‘‘

’’بالکل نہیں... میں نے آج اسے زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا۔‘‘

’’خوب خوب! لے جاؤ بھئی اسے .... اس جیسے لوگ کام خراب کرتے ہیں .... مجرم صاحب تو آسانی سے ہاتھ آ رہے تھے ..... ان کے ذریعے اس نے رمضانی کو ختم کرا دیا .... خیر یہ اسی طرح لکھا تھا، اب ہم دوسری طرح اس پر ہاتھ ڈالیں گے۔‘‘

’’دوسری طرح کس طرح۔‘‘ فاروق نے پوچھا۔

’’ذرا سے نامکمل جملے میں دو مرتبہ طرح کا لفظ استعمال کر ڈالا ہے کوئی تک۔‘‘ محمود نے منہ بنایا۔

’’تم نے کون سا نیک کام کیا .... اس ذرا سی بات میں ایک لمبا چوڑا جملہ کہہ ڈالا۔‘‘ فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

''پیچھے تو خیر تم بھی نہیں رہی ہو فرزانہ۔'' خان رحمان ہنسے۔

''توبہ ہے انکل.... آپ نے تو مجھے بھی گھسیٹ لیا۔''

نن نہیں.... یہ دیکھو میرے ہاتھ خالی ہیں۔'' خان رحمان نے فوراً کہا۔

''مجرم صاحب اس وقت ملک سے فرار کی پوری تیاریوں میں ہوں گے۔'' انسپکٹر جمشید نے گویا انہیں خبردار کیا۔

''یہ تو اور اچھی بات ہے... اس کو پہچاننے، اس کا سراغ لگانے کی کوئی ضرورت نہیں رہ گئی.... ان لوگوں میں سے جو بھی ملک سے باہر جانے کی کوشش کرے اسے گرفتار کرلیں۔''

''اس سے پہلے ان پر پابندیاں لگانا ہوں گی کہ وہ ملک سے باہر نہیں جاسکتے.... اور یہ پابندی ہم نے ابھی ان پر لگائی نہیں صرف میں نے رایاں کو پابند کیا تھا۔''

”ہاں! یہ بھی ہے۔“

”دوسری بات! عدالت صرف اس ثبوت کے ذریعے کسی شخص کو سزا نہیں دے گی.... کہ وہ ملک سے باہر جا رہا تھا.... اس کا وکیل کہہ دے گا.... میرا موکل کاروباری آدمی ہے.... اکثر ملک سے باہر جاتا رہتا ہے.. سو یہ کون سا جرم ہو گیا.... جب کہ قانون نے انہیں ملک سے باہر جانے سے منع بھی نہیں کیا تھا۔“

”اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اس بار کا مجرم لوہے کا چنا ثابت ہو رہا ہے۔“

”خیر ایسی بات بھی نہیں... ہم نے جن لوگوں کو یہاں بلایا تھا.... مجرم بہر حال ان میں سے ایک ہے... لہذا میں ان سب کی نگرانی کرا رہا ہوں.....۔“

”لیکن انہوں نے کوئی حرکت نہ کی.... کہیں آنے جانے کی کوشش نہ

کی....تو ہماری نگرانی کیا کرے گی۔“

”ہاں! یہ ہے....اور میں نے ترکیب سوچ لی ہے.....میں مجرم کو گھبراہٹ میں مبتلا کرنے جا رہا ہوں....

جونہی وہ گھبراہٹ محسوس کرے گا....کوئی نہ کوئی حرکت ضرور کرے گا....اور وہ حرکت اسے لے بیٹھے گی۔“

”یہ بھی صرف ایک خیال ہے....ایک اندازہ ہے...اور اندازاور اندازاور خیال غلط ہو سکتے ہیں پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔“اس میں شک نہیں۔“ ”پھر کیا کیا جائے۔“خان رحمان نے فوراً کہا۔

”یہ تم بتاؤ....نادم گیلانی تمہارے دوست تھے۔“

”ارے باپ رے.....میں بتاؤں۔“

”وہ مارا.....“فرزانہ زور سے اچھلی۔

☆☆☆

سامنے کی ترکیب

''اللہ کا شکر ہے....اس کیس میں کسی نے کچھ تو مارا..... ہاں تو فرزانہ ذرا بتانا.....کیا مارا۔'' فاروق نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

فرزانہ نے اسے تیز نظروں سے گھورا پھر بولی:

''بہت آسان، بہت سادہ اور بالکل سامنے کی ترکیب ہے۔''

''بس....سامنے کی ترکیب....یہ تو کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے۔''

''دھت تیرے کی.....اٹھالائے ناول کا نام.....۔'' محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

''پہلے ترکیب....کک.....کہیں وہ فرزانہ کے دماغ سے نکل نہ جائے جب کہ ان حالات میں ہم واقعی ایک ترکیب کی شدید ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔'' خان رحمان ڈرے ڈرے انداز میں بولے۔

''حد ہو گئی.....فرزانہ کا دماغ ہے یا چھلنی....آپ تو اس طرح ڈر رہے ہیں.....جیسے یہ بھولنے کی مشین ہے۔'' فاروق ہنسا۔

''اے خبردار! میرا مذاق اڑانے کی کوشش نہ کرنا وہ لتے لوں گی کہ دن میں تارے نظر آجائیں گے۔''

فرزانہ نے تیز ترین لہجے میں کہا۔''

''جنگ تلی کھڑی ہے۔'' پروفیسر داؤد نے خبردار کیا۔

''نہیں ہونے دوں گا میں ان میں جنگ..یہ وقت دشمن سے لڑنے کا ہے .....اگر ہم آپس میں لڑتے رہے تو دشمن سے کون لڑے گا۔'' انسپکٹر جمشید نے تلملا کر کہا۔

''جی میں۔'' اکرام بولا۔

ان سب کو ہنسی آگئی۔

''ہاں! فرزانہ جلدی کرو۔''

''قاتل کا رومال ہمارے پاس ہے....قاتل خود یہاں موجود بھی تھا
.....یہ رومال ہم اپنے کتے کو سنگھا دیتے ہیں....بس کتا تیر کی طرح
اس کی طرف جائے گا۔''

''اس میں شک نہیں.....ترکیب بہت اچھی ہے.....سامنے کی ہے
...لیکن اس سے صرف رمضانی کا قاتل ہاتھ لگ سکتا ہے....اصل مجرم
تک ہم پھر بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔''انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

''چلیے پہلے اس تک تو پہنچیں.....کیا خبر.....وہ باس کا کوئی نزدیکی
آدمی ہو....ان حالات میں اس نے کسی خاص آدمی کو ہی بھیجا ہوگا۔''

''بالکل ٹھیک ہے.....اکرام کتا لے آؤ۔''

''جی اچھا۔''اس نے کہا اور چلا گیا۔

جلد ہی وہ کتے کے ساتھ واپس آیا.....رومال اسے سنگھایا گیا، وہ تو
فوراً دوڑنے کے لیے تیار ہو گیا....وہ سب گاڑی میں بیٹھے اور اس

کے پیچھے روانہ ہو گئے.... کیا اب تیر کی طرح جا رہا تھا۔

''لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔''

''قاتل یہاں تک پیدل تو آیا نہیں تھا..... کتے کا سفر حوالات سے شروع ہوا ہے.... اور یہ تیر کی طرح جا رہا ہے..... راستے میں اس نے کہیں رک کر سونگھنے کی کوشش بھی نہیں کی..... میرا مطلب ہے.... رمضانی کا قاتل کیا حوالات تک پیدل آیا ہو گا۔''

''اوہ ہاں واقعی..... نہ وہ پیدل آیا.... نہ پیدل گیا..... تب یہ کیونکر بھاگا جا رہا ہے۔''

''اس سوال کا جواب تو میں بھی نہیں دے سکتا۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''اللہ کا شکر ہے..... کوئی سوال تو ایسا ملا..... جس کا آپ جواب نہیں دے سکتے۔''

''تب یہ پاگل ہو گیا ہے..... اور ہمیں بھی پاگل کر دے گا..... اسے بلا

لو جمشید۔''

''لیکن کیا خبر.....قاتل پیدل ہی آیا ہو.....اور ایسا اس نے جان بوجھ کر کیا ہو.....اب اسے یہ خیال تو آیا نہیں ہوگا کہ کتے کے ذریعے اس کا سراغ لگانے کی کوشش کی جائے گی۔''

''میرا خیال ہے.....ہم کتے کو چھوڑ دیتے ہیں.....دیکھا جائے گا۔'' خان رحمان نے کہا۔

''ہاں ٹھیک ہے۔''

اور پھر کتا ایک گھر کے دروازے پر جا رکا۔

''یہاں......یہاں کون رہتا ہے اکرام۔''

''مم.....میں نہیں جانتا.....قاتل ضرور اپنا کام کر کے کسی ایسی جگہ جائے گا......جہاں اس کے جانے کے بارے میں کوئی سوچ نہ سکے، اب کتے کو اکرام تم قابو کر لو.....ورنہ یہ اس کی بوٹیاں اڑا دے گا

....محمود دروازے پر دستک دو۔"

"جی اچھا۔" اس نے کہا اور گاڑی سے اتر کر دستک دی۔

جلد ہی دروازہ کھلا.....ایک ایسا شخص نظر آیا....جسے انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا....البتہ وہ تھا لمبے قد کا۔

"فرمایئے۔" اس نے کہا.....ایسے میں اس کی نظر کتے پر پڑی....کتا بری طرح زور لگا رہا تھا....لیکن اکرام نے اسے قابو میں کر رکھا تھا ....اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا:

"یہ....یہ کتا مجھ پر جھپٹ پڑنا چاہتا ہے....ایسا کیوں ہے۔"

"اس لیے کہ آپ اپنا رومال وہاں چھوڑ آئے تھے...کتا آپ کا رومال سونگھ چکا ہے....ویسے آپ نے بڑی غلطی کی....پیدل کیوں آئے حوالات سے یہاں تک۔" انسپکٹر جمشید نے نرم گرم انداز میں کہا۔

وہ بہت زور سے اچھلا....اس کا رنگ اڑتا نظر آیا:

”کیا مطلب.... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔“

”یہ رومال آپ کا ہے۔“

”نہیں.... بالکل نہیں۔“

”تب پھر ہم کتے کو چھوڑ دیتے ہیں.... اگر رومال آپ کا نہیں ہے تو آپ کو کچھ نہیں کہے گا.... اور اگر آپ کا ہے تو یہ آپ کا کوئی لحاظ نہیں کرے گا.... چیر پھاڑ کر کھا جائے گا۔“

”نن.... نہیں۔“ وہ چیخا۔

پھر اس نے یک دم اندر داخل ہو کر دروازہ بند کرلیا:

”اس سے کیا ہو گا.... کتا آپ کو نہیں چھوڑے گا..... بہتر یہ ہے کہ آپ باہر آ جائیں۔“

”نہیں آؤں گا.... نہیں آؤں گا۔“

”رمضانی کے قتل کا اقرار کرتے ہو۔“

"بالکل نہیں۔"

"اسے تو اب پکڑنا ہوگا.... فاروق دیکھو.... کوئی پائپ ورنہ پھر میں دروازہ توڑتا ہوں۔"

"آپ نے اس جملے کو یوں کیوں نہ کہا.... میں دروازہ توڑتا ہوں.... نہ ٹوٹا تو فاروق تم پائپ پر چڑھنا۔"

اس نے منہ بنایا۔

"جاؤ یار.... تنگ نہ کرو۔"

"جی اچھا۔"

فاروق چلا گیا.... جلد ہی وہ چھت پر نظر آیا:

"اب کیا کروں۔"

"زینہ بند پڑا ہے۔"

"ہاں بالکل۔"

''رسی باندھ کر لٹک جاؤ... پستول ہاتھ میں لے لو۔''

''ہاتھ میں نہیں.. منہ میں .... ہاتھوں سے تو رسی تھامنا ہوگی۔'' اس نے بنایا۔

اور وہ مسکرا دیے ..... پھر اندر فائر کی آواز سنائی دی... جلد ہی دروازہ کھل گیا اور لمبا آدمی ہاتھ اٹھائے کھڑا نظر آیا .... فاروق نے اس کی طرف پستول تان رکھا تھا... اب اکرام نے اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگا دی۔

''ہاں تو .... رمضانی کو کیوں قتل کیا۔''

''نہیں کیا، میں نے قتل نہیں کیا۔''

''رمضانی کو جانتے بھی ہو یا نہیں۔''

''ہرگز نہیں ...... میں کسی رمضانی کو نہیں جانتا۔''

''یہ تو ہر بات سے انکاری ہے ..... کمرۂ امتحان میں لے جانا ہوگا۔''

''وہ:....وہ کیا ہوتا ہے۔'' اس نے مارے خوف کے کہا۔

''وہاں تمہارا امتحان لیا جائے گا..... بچپن میں امتحان دیتے رہے ہو یا نہیں۔'' فاروق نے بھنائے ہوئے انداز میں کہا۔

''آپ بلاوجہ مجھے کسی معاملے میں گھسیٹ رہے ہیں۔''

''کتے کو بلاوجہ کا مطلب بھی نہیں آتا۔'' فاروق نے جھلا کر کہا۔

اور انہیں ہنسی آگئی.... پھر اسے کمرۂ امتحان میں لایا گیا..... پہلے شکنجے میں پہلا بٹن دباتے ہی اس نے

آسمان سر پر اٹھالیا اور آخر بول اٹھا۔

''بند کرو... بند کرو... بتاتا ہوں۔''

''بہت عقل مند ہو... پہلے نہیں بتا سکتے تھے۔'' محمود مسکرایا۔

اور پھر شکنجہ روک دیا گیا..... لیکن اسے اس پر سے اتارا نہیں گیا،۔

''ہاں! اب بتاؤ۔''

"باس نے حکم دیا تھا... فوراً جاؤ اور رمضانی کا کام تمام کر کے آؤ۔"

"گویا تم باقاعدہ باس کے گروہ میں شامل ہو۔"

"ہاں! لیکن وہ مجھے گروہ سے بالکل الگ رکھتا ہے.... میں گروہ کے لوگوں کے سامنے نہیں آتا... نہ گروہ کے افراد مجھے جانتے ہیں، البتہ میں ان سب کو جانتا ہوں... اس لیے کہ ان میں سے جس کا کام تمام کرانا ہوتا ہے..... میری ڈیوٹی لگائی جاتی ہے۔"

"گویا اس نے بتایا تھا کہ رمضانی اس وقت کہاں ہے۔"

"ہاں بالکل..... معلومات وہ مکمل دیتا ہے۔"

"کیا تم یہاں سے حوالات تک پیدل گئے تھے۔"

"گیا ٹیکسی میں.... آیا پیدل۔" اس نے کہا۔

"لیکن کیوں.... تم پیدل کیوں آئے۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

''اس خوف سے کہ اگر فوری طور پر قتل کا پتا چل گیا تو پولیس کی گاڑیوں میری تلاش میں نکل کھڑی ہوں گی وہ یہ سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ رمضانی کا قاتل پیدل گیا ہے۔''

''اوراچھا...تو یہ بات تھی....خیر....باس تمہیں پتا کس طرح دیتا ہے۔''

ظاہر ہے..فون پر....میرے پاس موبائل فون ہے۔''

''خوب! باس کون ہے۔''

''یہ کوئی نہیں جانتا....باس کے سوا کوئی بھی نہیں۔'' اس نے پرزور انداز میں کہا۔

''ہوں! اگر یہ بات غلط ثابت ہوئی تو پھر ہم تم سے کوئی نرم سلوک نہیں کریں گے۔''

''یہ بات غلط نہیں ہے...اور میں آپ سے نرم سلوک کی امید کیوں

رکھوں.... باس مجھے چھڑا لے گا....

بس اسے پتا لگنے کی دیر ہے.... پھر ضمانت میں دیر نہیں لگے گی.....‘‘

’’خیر.... پہلے تم ضمانت کا انتظار کر لو.....جب مایوس ہو جاؤ گے

....تب بات کر لیں گے۔‘‘

’’اس صورت میں بھی میں باس کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکوں

گا۔‘‘

’’دیکھا جائے گا...کب تک مایوس ہو جاؤ گے تم..... باس کو کیسے پتا

چلے گا کہ تم پکڑے گئے ہو۔‘‘

’’بہت جلد! اس لیے کہ اس نے ابھی مجھ سے رپورٹ نہیں لی، جونہی

فون کرے گا...اور میں جواب نہیں دوں گا.....اسے پتا چل جائے گا

.....بس اس کے صرف ایک گھنٹے بعد ضمانت نامہ لے کر وکیل آپ

کے پاس پہنچ جائے گا۔‘‘

''آپ کو شاید نئے حالات معلوم نہیں۔''

''نئے حالات ... کیا مطلب؟''

''نواز نون نوری کو جانتے ہو۔''

''ہاں! کیوں .... باس کا دایاں ہاتھ تو وہی ہے۔''

''اسے ہم گرفتار کر چکے ہیں ... کئی اور ساتھیوں کو گرفتار کر لیا ہے ..... باقی بھی جلد گرفتار ہوں گے۔''

''اوہ! نہیں۔''

''ہم یہ باتیں بغیر کسی بنیاد کے تو کر نہیں سکتے .... کچھ معلومات ہیں، تبھی کر رہے ہیں۔''

''ہاں! یہ تو ہے۔'' اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''اور اب تمہارا باس تمہیں بچانے کے لیے وکیل کو نہیں بھیج سکے گا ..... اس لیے کہ وکیل اس وقت غائب ہے .... اس نے خطرہ بھانپ لیا

تھا.....“

”نن نہیں۔“اس نے مارے خوف کے کہا۔

”شاید اب تم خوب محسوس کرر ہے ہو...کیا خیال ہے....کچھ بتانا پسند کرو گے۔“

”نہیں ...مجھے کچھ معلوم نہیں .....میں تو بس ایک طرف ہو کر کام کرتا ہوں....ان کے ساتھ کسی کام میں شامل نہیں ہوتا۔“

”لیکن جس کے بارے میں باس حکم دیتا ہے ....اسے تم زہر ضرور دیتے ہو....اور ہاں...تم سے یہ نہیں
پوچھا کہ زہر دیتے کیسے ہو؟“

”بلو پائپ کے ذریعے .... پائپ ہونٹوں میں دبا کر چلا جاتا ہوں .....“

”اب ہم تمہارے جسم میں بلو پائپ کی سوئی اتاریں گے۔“

''نن نہیں .....نہیں۔'' وہ چیخا۔

''لیکن کیوں نہیں.... سوال تو یہ ہے کیا تم نے اس سے پہلے بہت سے لوگوں کے جسموں میں باس کے حکم سے سوئیاں نہیں اتاریں۔''

جواب میں اس کے منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکا..... پھر انسپکٹر جمشید نے کہا:

''عدالت نے اگر تمہاری موت کا فیصلہ دیا تو میں جج صاحب سے درخواست کروں گا کہ تمہیں بلو پائپ کے ذریعے موت کے گھاٹ اتارا جائے۔''

''نن نہیں۔'' وہ چیخا۔

''واہ! دوسروں کو پلک جھپکنے میں موت کے گھاٹ اتا دینے والا آج موت سے اس قدر ڈر رہا ہے..... تم نے یہ نہ سوچا.... کبھی مجھے بھی کوئی اس طرح مار سکتا ہے..... اکرام اسے لے جاؤ۔''

ایسے میں ان کے موبائل کی گھنٹی بجی ....انہوں نے فون سنا، دوسری طرف سے ان کی خفیہ فورس کا ایک

کارکن بات کر رہا تھا:

''ہاں کیا رپورٹ ہے۔''

''سر بہت حیرت انگیز بات معلوم ہوئی ہے۔''

''ارے بھائی بہت دیر سے کسی حیرت انگیز اطلاع کا ہی تو انتظار تھا۔''

''تب پھر سینے۔''

یہ کہہ کر اس نے وہ بات بتا دی.....انسپکٹر جمشید بہت زور سے اچھلے۔

☆☆☆

''کیا!!!''

انہوں نے فوراً اکرام سے رابطہ کیا.....۔

''ہاں! اکرام تم کہاں ہو۔

''جی راستے میں۔''

''ٹھیک ہے؛...اسے دفتر پہنچا کر ان سب لوگوں کو پھر جمع کر دو ....جنہیں اس دن جمع کیا تھا۔''

''کیوں سر....کیا کوئی خاص بات معلوم ہوئی ہے۔''

''ہاں! بہت زیادہ خاص،۔''انہوں نے پر جوش انداز میں کہا۔

''او کے سر؛....میں دو گھنٹے کے اندر ان سب کو جمع کرتا ہوں۔''

''کوئی آنے میں رکاوٹ ڈالے تو اسے نوٹس تھما دینا....کیونکہ ان میں وکیل بھی ہیں اور جج بھی اور ہیروں کے سوداگر بھی۔''

''جی بہتر....آپ فکر نہ کریں۔''

دو گھنٹے بعد وہ سب لوگ اسی کمرہ میں موجود تھے.... ان سب کے چہروں پر شدید ناگواری تھی.... البتہ نادم گیلانی کے بچوں کے چہروں پر ناگواری نہیں تھی.... اور سسپنس محسوس ہو رہا تھا.... شاید وہ یہ جاننے کے لیے بے چین تھے کہ ان کے والد کا قاتل ان لوگوں میں سے کون ہے.... آخر انسپکٹر جمشید نے بات شروع کی:

''سب سے پہلے تو میں آپ کو یہ بتا دوں کہ اس وقت یہاں جتنے لوگ موجود ہے، ان میں سے کوئی ایک نادم گیلانی کا قاتل ہے۔''

''نن نہیں۔'' وہ سب ایک ساتھ بولے۔

''جی ہاں! یہی بات ہے.... لیجئے.... پہلے میں نام گنوا دوں کہ یہاں کون کون موجود ہیں.... پہلے نمبر پر نادم گیلانی کے بیٹے خادم گیلانی اور عاصم گیلانی موجود ہیں، دونوں نوجوان ہیں.... پھر یہاں انسپکٹر کاشف موجود ہیں.... ملازم صابر موجود ہیں.... اعجاز جوزی موجود

ہیں.... اس سارے معاملے میں ان کے اغوا نے بہت الجھن پیدا کی

.... لیکن آج انہیں یہ الجھن دور کرنا ہوگی۔‘‘

’’جی.... کیا مطلب؟‘‘

’’آپ کو کیوں اغوا کیا گیا تھا... اگر آپ یہ بتا دیں تو سب مسائل حل

ہو سکتے ہیں۔‘‘

’’م.... مجھے نہیں معلوم۔‘‘

’’دیکھئے جناب! یہ نہیں ہو سکتا۔‘‘

’’کیا نہیں ہو سکتا۔‘‘

’’یہ کہ آپ کو اغوا کی وجہ معلوم نہ ہو.... کوئی بات ضرور ہے، اور وہ آپ

کو بتانا ہوگی.... ورنہ پھر ہم آپ پر بھی سختی کریں گے.... آپ کی والد

کی وجہ سے ہم نے آپ کو کچھ نہیں کہا... پہلے اگر آپ کسی خوف کی وجہ

سے کچھ نہیں بتا سکے تو اب آپ کو بے خوف ہو کر بتا دینا چاہیے۔‘‘

"جی.....جی اچھا.....بتا دیتا ہوں پھر۔" اس نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"میں نے کہا نا...اب ڈرنے کی ضرورت نہیں۔"

"اچھی بات ہے...مجھے اغوا کر کے پہلے ایک عمارت میں لے جایا گیا تھا.....وہاں پستول کے زور پر نعیم اینڈ برادرز کے بارے میں تمام تر معلومات حاصل کی گئی تھیں...پھر مجھ سے کہا گیا...میں ان باتوں کا نعیم صاحب سے ذکر نہ کروں۔"

"اوہ...اوہ۔" نعیم اچھل پڑا۔

"پھر...پھر کیا ہوا.....۔"

"میں نے دل میں سوچا کہ جاتے ہی نعیم صاحب کو سب کچھ بتا دوں گا.....لیکن یہ اس عمارت سے مجھے تھانے میں لے آئے اور مار پیٹ شروع کر دی.....دراصل یہ مجھے اس حد تک خوف میں مبتلا کر دینا

چاہتے تھے کہ میں نعیم صاحب کو کچھ نہ بتاؤں .... اگر چہ ان لوگوں سے آپ نے مجھے چھڑایا تھا .... لیکن پھر بھی میں خوف کی وجہ سے کچھ نہ بتا سکا ......"

"اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس مرتبہ انہوں نے نعیم اینڈ برادرز کے ہیروں پر ہاتھ صاف کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔"

"نن نہیں۔" وہ بری طرح اچھلا۔

"اور نعیم صاحب آپ کے ہاں کوئی شخص نیا نیا ملازم ہوا ہے۔"

"جی .... جی ہاں! بالکل ہوا ہے۔"

"اس کی سفارش کس نے کی۔"

"سفارش؟" نعیم نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہاں! اس نے سفارش کی ہے کہ آپ اسے ملازم رکھ لیں۔"

"انسپکٹر کاشف نے۔"

''کیا!!!''

وہ سب پکار اٹھے ....اب سب کی نظریں انسپکٹر کاشف خان پر جم گئیں۔

''اب مسٹر کاشف خان! آپ کیا کہتے ہیں۔''

''مم .....میں نے کوئی سفارش نہیں کی۔''

''مسٹر نعیم! کیا سفارش کے لیے انہوں نے رقعہ لکھا تھا۔''

''جی.....جی نہیں....فون کیا تھا۔''

''ہاہاہا...فون تو کوئی بھی میری آواز بنا کر بھی کرسکتا تھا۔''

''جی نہیں...اس کے بعد پھر میں نے خود انہیں فون کیا تھا کہ میں نے فیروز کو ملازم رکھ لیا ہے...انہوں نے میرا شکریہ ادا کیا تھا۔''

''مسٹر کاشف خان....اب آپ کیا کہتے ہیں۔''

''یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔''

''لیکن جب نادم گیلانی کا قتل ہوا.... آپ نے اس وقت وہاں سے ایک عدد ہیرا چرایا تھا.... کیا یہ بھی غلط ہے۔''

''آپ نے خود میری انگوٹھی میں نگ کی جگہ ہیرا لگا دیا تھا۔''

''خوب خوب! آپ کافی ترقی کریں گے.... ابھی آپ سے بات کرتا ہوں.... اکرام ان کا خاص خیال رکھا جائے۔''

''آپ فکر نہ کریں سر؛.... اس وقت یہ پوری عمارت سادہ لباس والوں کے گھیرے میں ہے۔''

''کیا مطلب ہم سب مجرم ہیں۔'' رایان نے جھلا کر کہا۔

''نہیں.... کوئی ایک مجرم ہے.... یا پھر کوئی ایک آدھ اس کا معاون .... جیسے انسپکٹر کاشف خان۔''

''نہیں نہیں... میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔''

''اچھا! آپ خاموش بیٹھیں.... اگر آپ کا کوئی تعلق ثابت نہ ہوا تو

آپ کو صرف ہیرے کی چوری کے جرم میں سزا ملے گی.... لیکن سفارشی فون والا معاملہ پھر بھی آپ کے ذمے ہوگا۔''

''بہت بہتر۔'' اس نے منہ بنایا۔

''نعیم صاحب آپ فوراً میرے ایک دو ماتحتوں کو ساتھ لے کر جائیں اور اس ملازم کو یہاں لے آئیں...

ویسے وہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے... اس لیے میرے ماتحت اسے جس طرح لائیں، آپ اعتراض نہ کیجئے گا۔''

''جی اچھا۔''

انہوں نے دو خفیہ کارکنوں کو اس کے ساتھ ہدایات دے کر روانہ کر دیا.... پھر باقی لوگوں سے بولے:

''معاف کیجئے گا.... یہ معاملہ درمیان میں آ ٹپکا... اس کا کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا۔''

''ہم اتنے فارغ نہیں ہیں۔'' انسپکٹر نوازش نے کہا۔

''مجبوری ہے.... آپ لوگوں کو انتظار کرنا ہوگا۔''

''آخر اس معاملے سے میرا کیا تعلق ہے۔'' جج نصیر جان نے پوچھا۔

''یہی میں پوچھنا چاہتا ہوں۔'' سپرنٹنڈنٹ جیل نے تیز آواز میں کہا۔

''آپ کی جیل کے ذریعے ہی تو سارا کام ہو رہا تھا.... لہذا آپ کو ذمہ دار تو ٹھہرایا جائے گا.... چاہے آپ باس نہ بھی ہوں۔'' وہ مسکرائے۔

''حد ہوگئی.... آپ تو مجھے باس بنائے دے رہے ہیں۔''

''اور میرا کیا قصور ہے؟'' جج نصیر جان نے چمک کر کہا۔

''آپ ان لوگوں کی ضمانتیں لیتے رہے ہیں۔''

''میں بتا چکا ہوں، ان لوگوں نے میرے بیٹے کو اغوا کر لیا تھا۔''

''ہاں! یہ بات آپ نے بتائی تھی... لیکن آپ کو بھی شک سے بری قرار نہیں دیا جا سکتا۔''

''حد ہو گئی......'' وہ جھلا اٹھے۔

''بس تھوڑی دیر صبر کر لیں.... پھر آپ کو فارغ کر دیا جائے گا.... انسپکٹر جمشید نے معذرت کے انداز میں کہا۔

''اچھا خیر......'' ان سب نے کندھے اچکا دیے۔

جلد ہی خفیہ کا رکن نعیم اینڈ برادرز کے ملازم کو وہاں لے آئے... نعیم بھی اپنی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا:

''تو یہ ہیں وہ صاحب... کیا نام ہے بھئی آپ کا۔''

''جی... فیروز۔'' وہ بولا۔

''آپ کو نعیم صاحب کے ہاں ملازمت کرنے کے لیے کس نے بھیجا تھا۔''

''کسی نے بھی نہیں...میں خود ان کے پاس گیا تھا۔'' اس نے منہ بنایا۔

''ادھر دیکھیے.....انسپکٹر کاشف خان بیٹھے ہیں۔'' انہوں نے اسے توجہ دلائی۔

اس نے چونک کر انسپکٹر کاشف کی طرف دیکھا.....اس کا رنگ اڑتا نظر آیا:

''کیا تم ان کا رقعہ لے کر نہیں گئے تھے۔''

''جج.....جی ہاں...وہ تو میں لے گیا تھا۔''

''کیسے پتا چلا تھا کہ نعیم صاحب کو ایک عدد ملازم کی ضرورت ہے۔''

''ان کا ملازم زخمی ہو گیا تھا....وہ ٹھیک ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔''

''کس سے پتا چلا۔''

''اس ملازم سے۔''

''کیا آپ اور وہ ایک دوسرے سے واقف ہیں۔''

''جی ہاں! ملازم ملازم عام طور پر ایک دوسرے کے واقف ہوتے ہیں نا۔''

''خوب! تو جب تم نے دیکھا.....ان کا پہلا ملازم زخمی ہو گیا ہے اور ٹھیک نہیں ہو رہا تو آپ ان کے ہاں ملازمت کے لیے پہنچ گئے .....ٹھیک۔''

''جی ہاں! بالکل ٹھیک۔''

''انسپکٹر کاشف خان سے رقعہ آپ نے خود لکھوایا یا انہوں نے خود لکھ کر دیا.....یہ خیال آپ کو کس نے دلایا کہ انسپکٹر کاشف خان کا رقعہ لے کر جاؤ گے تو کام جلد بن جائے گا۔''

وہ فوری طور پر جواب نہ دے سکا.....''

''ہم جواب سننا چاہتے ہیں۔''

''میری ان کی علیک سلیک ہے....میں نے ان سے ذکر کیا تھا کہ نعیم اینڈ برادرز کے ہاں ملازمت کرنا چاہتا ہوں....بس انہوں نے مجھے رقعہ لکھ دیا.....یہ کہہ کر کہ ان کی ان سے جان پہچان ہے۔''

''ہوں اچھا....بات تو سیدھی ہوگئی....اگر تم جھوٹ نہیں بول رہے تب۔''

''بھلا میں کیوں جھوٹ بولوں گا۔''

''خوب! نعیم صاحب...آپ کے پہلے ملازم کا نام کیا ہے۔''

''جی خاور......''

''اچھا.....یہ کہاں زیر علاج ہے بھلا۔''

''سول ہسپتال میں...وارڈ نمبر ایک میں۔''

انسپکٹر جمشید نے اسی وقت ہسپتال کے نمبر ملائے...اپنا تعارف کرایا اور بولے:

''ذرا جلدی وارڈ نمبر ایک کے خاور سے بات کرا دیں ....وہ زخمی ہے۔''

''جی اچھا۔'' دوسری طرف سے کہا گیا۔

پھر خاور کی آواز سنائی دی:

''آپ کا نام خاور ہے۔''

''جی ہاں!'' دوسری طرف سے کہا گیا۔

''آپ نعیم اینڈ برادرز کے گھر میں ملازم تھے۔''

''جی ہاں۔''

''آپ کیسے زخمی ہوئے تھے۔''

''ایک رات میں کام سے فارغ ہو کر اپنے کوارٹر میں داخل ہوا تو اندر کوئی چھپا ہوا تھا...اس نے میرے سر پر کوئی چیز دے ماری....میرا سر پھٹ گیا....ابھی تک ٹھیک نہیں ہو سکا۔''

''کیا آپ فیروز...کو جانتے ہیں۔''

''فیروز......کون فیروز۔''

''وہ بھی گھریلو ملازم ہے....آپ سے ملتا جلتا رہتا ہے۔''

''جی نہیں....میں کسی فیروز کو نہیں جانتا۔''

''اچھی طرح سوچ کر بتائیں....کیونکہ فیروز کا کہنا ہے کہ وہ آپ کا واقف ہے..آپ اس کے واقف ہیں....ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہتے ہیں۔''

''جی نہیں...یہ بات بالکل غلط ہے....میں کسی فیروز کو نہیں جانتا۔''

''ایک منٹ....'' یہ کہہ کر وہ فیروز کی طرف مڑے:

''اس کا کہنا ہے کہ وہ آپ کو نہیں جانتا..اب آپ کیا کہتے ہیں۔''

''سر پر لگنے والی چوٹ کی وجہ سے بھول گیا ہوگا۔'' فیروز نے فوراً کہا۔

''اپنی آواز سنا کر اسے یاد کرانے کی کوشش کریں...یہاں آجائیں

میرے پاس۔“

”آخر اس ساری کارروائی سے ہمارا کیا تعلق ہے۔“ وکیل نے جھلا کر کہا۔

”ذرا دیر ٹھہریں۔“

فیروز نزدیک آ گیا..... اب اس کے جسم میں کپکپی کے آثار نمودار ہو چکے تھے... اس نے کانپتے ہاتھوں سے سیٹ پکڑ لیا اور اس میں بولا:

”خاور بھائی..... یہ میں ہوں فیروز۔“

”لیکن میں کسی فیروز کو نہیں جانتا۔“

”یاد کرو..... میں اور تم آپس میں ملتے جلتے رہتے ہیں۔“

”ہرگز نہیں۔“ خاور بولا۔

”اب میں کیا کہہ سکتا ہوں۔“ فیروز نے سیٹ کو منہ کے پاس سے ہٹا کر کہا۔

"کچھ نہ کہیں آپ .....' یہ کہہ کر انہوں نے سیٹ لے لیا... پھر اکرام سے بولے:

"ذرا اسے کمرہ امتحان کی سیر کرا دو.... پھر یہ سچ اگلے گا۔"

"پتا نہیں یہاں کیا ہو رہا ہے۔" خادم گیلانی نے اکتا کر کہا۔

"ہم آپ کے والد کے قاتل کو گرفتار کرنے کے لیے یہ سب کر رہے ہیں.... اور آپ اکتاہٹ محسوس کر رہے ہیں.. بہت خوب۔"

"اس کی وجہ ہے جناب .... ہم سب لوگ کاروباری لوگ ہیں... اتنا وقت نہیں دے سکتے۔" نعیم نے کہا۔

"یہ آپ کہہ رہے ہیں .... جب کہ خود آپ کی باری آنے والی تھی .... اس بار آپ کے ہیروں پر ہاتھ صاف کیا جانا تھا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے.... لیکن یہ آپ کا کام ہے... اس کام میں آپ ہمیں کیوں شریک کر رہے ہیں۔"

''اس وقت مسئلہ ہے....ایک خوفناک باس کی گرفتاری کا.....اور وہ آپ لوگوں میں سے ایک ہے.....یہ میرا دعوی ہے۔''

''کیا کہا.....آپ کا دعوی ہے۔''

''ہاں! بالکل۔''

''تب تو ہم بیٹھیں گے۔'' وہ بول اٹھا۔

''اچھا! مجھے اپنا کام کرنے دیں...اکرام تم حرکت میں نہیں آئے۔''

اکرام نے فیروز کو کلائی سے پکڑ لیا اور لے چلا باہر کی طرف.......

''مجھے کہاں لے جایا رہا ہے۔''

''کمرہ امتحان میں......وہاں اچھے اچھے سچ بولنے لگتے ہیں۔''

''میں نے کیا جھوٹ بولا ہے۔''

''یہ کہ تم خاور کے واقف ہو....جبکہ ایسا نہیں ہے....خاور نے صاف

کہا ہے:... وہ فیروز نام کے کسی آدمی کو نہیں جانتا.... اس لیے صاف بات یہ ہے کہ خاور کو جان بوجھ کر زخمی کیا گیا..... تا کہ تم اس کی جگہ لے سکو اور گھر کے بھید معلوم کر سکو..... سیف وغیرہ کی تفصیل معلوم کر سکو اور پھر باس کا گروہ وہاں آئے اور ہیرے صاف کر کے لے جائے۔''

''نن..... نہیں.... نہیں،۔'' فیروز نے بوکھلا کر کہا۔

''بالکل اسی طرح نادم گیلانی کے ہیرے اڑائے گئے..... وہ اصل ہیرے سیف کے خفیہ خانوں میں رکھتے تھے جب کہ نقلی ہیرے سیف کے سامنے کے خانوں میں رکھتے تھے..... ان لوگوں نے نقلی ہیروں کو جوں کا توں رہنے دیا اور اصل ہیروں کو اڑا لے گئے۔''

''لیکن.....۔'' ایسے میں فرزانہ کی آواز نے ان سب کو چونکا دیا۔

☆☆☆

جھوٹ کا تجربہ

''ہاں فرزانہ! کیا کہنا چاہتی ہو۔'' وہ اس کی طرف مڑے۔

''یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسپکٹر کاشف خان نے انگوٹھی کے نگینے کی جگہ نقلی ہیرا لگایا تھا یا اصلی۔''

''اصل ہیرا۔'' وہ مسکرائے۔

''لیکن یہ کیسے ممکن ہے.... قتل کی واردات تو پہلے ہی ہو چکی تھی.... اور انسپکٹر کاشف خان بعد میں وہاں پہنچے تھے.... گویا اصل ہیرے مجرم لے جا چکے تھے.. ان کے لیے کیا وہ ایک عدد اصل ہیرا جان بوجھ کر چھوڑ گئے تھے۔''

''بہت خوب فرزانہ! شاید فرزانہ.... میں یہی دیکھنا چاہتا تھا کہ کون اس بات کو نوٹ کرتا ہے.... سو بازی تم لے گئیں۔'' انسپکٹر جمشید نے خوش ہو کر کہا۔

''لیکن اس سوال کا جواب تو ملا نہیں۔'' محمود نے برا سا منہ بنایا

.... بیٹھے بٹھائے اس طرح فرزانہ کا بازی لے جانا انہیں ناگوار گزرتا

تھا۔

''سوال یہ ہے کہ انسپکٹر کاشف خان سے پہلے یہ معاملہ طے تھا...

انعام کے طور پر ایک اصل ہیرا اس کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا.... بتا دیا

ہو گا کہ اصل ہیرا فلاں جگہ ملے گا.... لہذا اس نے اندر داخل ہوتے

ہی پہلے وہ ہیرا اٹھایا، انگوٹھی میں سے نگ نکال کر پھینکا اور ہیرا اس

میں فٹ کر لیا.....۔''

''اوہ۔'' ان کے منہ سے نکلا.... ایک نظر انسپکٹر کاشف خان کی طرف

دیکھا.... اس کا رنگ اب اور زیادہ اڑتا نظر آیا.....۔''

ادھر اکرام فیروز کو لے جا چکا تھا.....۔

''آپ کا مطلب ہے..... انسپکٹر کاشف خان بھی گروہ کا باقاعدہ رکن

ہے۔''

''نن نہیں...نہیں۔'' وہ چیخا۔

''بھئی اتنے زور سے نہ بولو.....تمہارے زور سے بولنے سے میرا دل دھک دھک کرنے لگا ہے...اور تم اس طرح خود کو بے گناہ ثابت نہیں کرسکتے....۔

''آخر ہمیں یہاں کب تک بیٹھے رہنا ہوگا۔'' جج صاحب بولے۔

''بس تھوڑی سی دیر اور۔'' انہوں نے معذرت کے انداز میں کہا۔

عین اس لمحے فون کی گھنٹی بجی....انسپکٹر جمشید نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگالیا اور بولے:

''جی فرمائیے۔''

''کیا یہاں جج نصیر جان صاحب تشریف رکھتے ہیں۔''

دوسری طرف سے کہا گیا۔

’’جج نصیر صاحب.....جی ہاں.....فرمایئے۔‘‘

’’انہیں بتا دیجئے.....ان کے بیٹے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔‘‘

’’کیا کہا...ان کے بیٹے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔‘‘

جج نصیر جان یہ سن کر اچھلے...حیرت زدہ انداز میں بولے:

’’کیا کہا...میرے بیٹے کا ایکسیڈنٹ.....۔‘‘

’’ہاں! آپ فوراً ہسپتال پہنچ جائیں.....لیکن میں اپنے ایک ماتحت کے ساتھ آپ کو ہسپتال بھیج دیتا ہوں

آپ خود گاڑی نہ چلائیں.....اس حالت میں آپ کا گاڑی چلانا درست نہیں۔‘‘

’’بہت بہت شکریہ۔‘‘ انہوں نے بوکھلا کر کہا۔

اور پھر انہوں نے سب انسپکٹر توحید کو بلا کر اس کے ساتھ جج صاحب کو بھیج دیا.....رخصت کرتے وقت انہوں نے کہا:

’’اگر حالت خطرے سے باہر ہو تو آپ یہیں آجایئے گا۔‘‘

’’کیا ابھی یہاں میری ضرورت ہے۔‘‘

’’جی ہاں! بالکل.. توحید..... تم انہیں پہلے ہسپتال لے جاؤ، وہاں یہ اپنے بیٹے سے مل لیں گے.... وہ ایمرجنسی میں ملے گا.... وہاں سے جج صاحب کو یہیں لے آنا.... یہ تمہارے ذمے ہے..... انہیں یہاں لانا۔‘‘

انہوں نے کہا۔

’’جی اچھا۔‘‘

اور پھر وہ چلا گیا..... کچھ دیر بعد اکرام فیروز کو لے آیا.... اس کا رنگ دودھ کی طرح سفید ہو چکا تھا.... یوں لگتا تھا جیسے جسم کا سارا جون نچوڑ لیا گیا ہو۔

’’ہاں اکرام..... کیا رہا۔‘‘

”یہ تو پہلے شکنجے میں لگے چیخنے.... مجھے نکالو.... میں بتانے کے لیے تیا
رہوں۔“

”لیکن کیا بتانے کے لیے تیار ہیں.... وہیں پوچھنا تھا نا شکنجے سے نکا
لے بغیر۔“

”ایسا ہی کیا ہے میں نے۔“ اکرام مسکرایا۔

”اوہ.... تب تو ٹھیک ہے.... ان صاحب نے اب کیا بتایا ہے۔“

”ان کا بیان ہے....؛ باس نے انہیں حکم دیا تھا کہ یہ نعیم برادرز کے ہا
ں جا کر ملازم ہو جائیں.... سفارشی رقعہ انسپکٹر کاشف خان سے لے
جائیں۔“

”نن نہیں۔“ انسپکٹر کاشف چلا اٹھا۔

”اور زور سے چیخو.... ہمیں کوئی فرق نہیں پڑ جائے گا۔“

انہوں نے سرد آواز میں کہا۔

اس باران کے لہجے میں نہ جانے کیا تھا کہ انسپکٹر کاشف خان کو سانپ سونگھ گیا۔

''آپ حضرات نے اب جان لیا ہو گا کہ نعیم برادرز کے ہیروں کو چوری کرنے کا پروگرام تیار کیا جا چکا تھا

فیروز وہاں اپنا کام کر رہا تھا.....جونہی یہ وہاں کے راز جان لیتا .....باس کو خبر کر دیتا اور سیف اللہ نے کا پروگرام شروع ہو جاتا۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے.....آخر اس گروہ کا باس کون ہے.....''

نعیم نے چیخ کر کہا۔

''آپ تو جانا چاہتے تھے یہاں سے آپ لوگوں کا کافی وقت ضائع ہو رہا تھا.....اب کیوں دلچسپی لینے پر مجبور ہو گئے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''آپ بتائیں بھی.... باس کون ہے...یہ سب کیا چکر ہے۔''

''مجھے جج صاحب کا انتظار ہے۔''

''لیجئے.....اب ہم سب جج صاحب کا انتظار کریں۔''

''مجبوری ہے...ان کا بیٹا زخمی ہو کر ہسپتال نہ پہنچ جاتا تو انہیں بھیجنے کی بھلا کیا ضرورت تھی....مجھے احساس ہے...آپ لوگوں کا وقت بہت قیمتی ہے؛....آپ بس یہ خیال کر لیں کہ مسئلہ ملک اور قوم کے ایک دشمن کا ہے....جس نے قتل و غارت گری اور لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا ہے۔''

''اچھا جناب ٹھیک ہے ..ہم مجبور ہیں، انتظار کر رہے ہیں . اور کچھ۔''جیکر نے جل بھن کر کہا۔

اور پھر پندرہ منٹ بعد جج صاحب اور توحید احمد واپس لوٹے، جج صاحب کے چہرے پر اطمینان ہی اطمینان تھا:

''خبر غلط تھی.....ہسپتال میں میرا بیٹا نہیں پہنچا....میں نے گھر فون کیا

تھا.....وہاں سے خیریت ہے۔''

انہوں نے بتایا۔''

''اوہو اچھا.....کمال ہے۔'' ان کے منہ سے نکلا۔

''بلا وجہ آپ نے ایک غلط خبر پر ہم سب کا وقت ضائع کیا اب خدا کے لیے اس کارروائی کو جلد مکمل کر لیں

خادم نے منہ بنایا۔''

''جی ہاں! کیوں نہیں .....کیس تو بس اب ختم ہو چکا ہے...آپ لوگ جا سکتے ہیں۔''

''کیا کہا.....آپ نے .....ہم لوگ جا سکتے ہیں...اور یہ کیا کیس مکمل ہو چکا ہے۔''

''ہاں! بالکل .....آپ میں سے جو باس ہے ..وہ یہاں ٹھہر جائے .....باقی چلیں گے۔''

''یہ کیا بات ہوئی.....ہم میں جو باس ہے وہ یہیں ٹھہر جائے اور باقی چلے جائیں.....ہم نے اتنی عجیب بات پہلے نہیں سنی۔''

''خیر شکر کریں....اب تو سن لی۔'' فاروق مسکرایا۔

''آپ بتا کیوں نہیں دیتے.....باس کون ہے؟''

''ابھی ابھی یہی بات تو بتائی ہے۔''

''کیا مطلب....ابھی ابھی آپ نے یہی بات تو بتائی ہے کہ باس کون ہے...ہم نے تو نہیں سنی یہ بات۔''

''دوبارہ بتا دیتا ہوں....ایک سیدھی سی بات ہے....اس کیس میں جو باس ہے... یا باس کا ساتھی نہیں ہے اسے تو جھوٹ بولنے یا کچھ چھپانے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن جو شخص باس ہے یا اس کا ساتھی ہے....اسے جھوٹ بولنا پڑا، ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے اور جھوٹ بولنا پڑا ہے...جیسا کہ انسپکٹر کاشف

خان نے کہا۔''

''کیا مطلب....کیا انسپکٹر کاشف خان باس ہے۔'' کئی آوازیں ابھریں۔

''میں نے یہ نہیں کہا....میں تو بتا رہا ہوں....اب ذرا غور کریں...جیل کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پوری طرح باس کے ساتھی ہیں، جیل میں سب کچھ ہوتا ہے....لیکن مسٹر غانی کو پتا تک نہیں....آپ اس کو کیا کہیں گے۔''

''نن نہیں....نہیں....یہ غلط ہے....آپ بالکل غلط سوچ رہے ہیں....میں ہرگز باس نہیں ہوں اور نہ میرا باس سے کوئی تعلق ہے...نواز نوان نوری نے کبھی ان معاملات کی مجھے ہوا تک نہیں لگنے دی....میری ڈیوٹی ہمیشہ دن کی رہی، رات کی ڈیوٹی کبھی میری نہیں رہی.....اور یہ سب کچھ رات کو کرتے، دن میں نہیں....'' غانی نے جلدی جلدی کہا

''وکیل صاحب کو لے لیں ....ادھر گروہ کا کوئی شخص گرفتار ہوتا تھا ،ادھر یہ اس کی ضمانت کرانے نکل جاتے تھے .... یہاں تک کہ عدالت کا وقت ہوتا تھا یا نہیں ....یہ جج صاحب سے مل کر ضمانت کرا لیتے تھے ....اور جج صاحب تو جیسے ان کے انتظار میں ہی بیٹھے ہوتے تھے ....ادھر یہ گئے ، ادھر انہوں نے ضمانت لی ..آخر یہ سب کیوں تھا ....کیسے تھا۔''

''مم ....میں بتا چکا ہوں ....میرا بیٹا ان لوگوں نے اغوا کر لیا تھا۔''

''وہ تو ایک بار کی بات ہے نا....میں تو ہر بار کی بات کر رہا ہوں۔''

''آپ کا مطلب ہے ...میں نے بار بار ضمانت لی۔'' جج نصیر جان نے بوکھلا کر کہا۔

''ہاں ! ہم نے ریکارڈ دیکھا ہے ....آپ پہلے سے ایسا کرتے رہے

ہیں...کیا آپ اس بات کی وضاحت کر سکتے ہیں کہ آپ باس کے ہر آدمی کی اس قدر جلد ضمانت کیوں لیتے رہے ہیں۔''

جج کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا.....

''آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔''

وہ اب بھی کچھ نہ بولے:

''آپ کو بولنا پڑے گا...اس لیے کہ آپ کے جواب کا یہ سب لوگ انتظار کر رہے ہیں۔''

جج صاحب نے اب بھی کچھ نہ کہا...نہ کسی کی طرف دیکھا....

''ایسے تو کام نہیں چلے گا جناب...کیا آپ اقرار کرتے ہیں کہ آپ ہی باس ہیں۔''

''نن نہیں....میں باس نہیں ہوں....لیکن باس کے لیے کام کرتا ہوں۔''

"مجھے یہی ڈر تھا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب جمشید... یہ تم نے کیا کہا ڈر تھا۔"

"ہاں! مجھے یہی ڈر تھا۔"

"آخر کیا... کیا ڈر تھا۔"

"یہ کہ یہ یہی کہیں گے.... میں باس نہیں ہوں... میں باس کا ساتھی ہوں۔"

"تب پھر جمشید.... کیا یہ بات نہیں ہے۔" خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! یہی بات ہے... ان کا بیان درست نہیں.... اس لیے کہ اس گروہ کے باس اگر ہیں تو یہی ہیں، ان کے علاوہ کوئی نہیں ہوسکتا... میں نے اس معاملے پر خوب غور کیا ہے۔"

"جی نہیں.... یہ غلط ہے... میں باس نہیں ہوں... باس کا کارکن ضرور

ہوں۔‘‘

’’میں ثبوت کے بغیر کچھ نہیں کہا کرتا...اگر میں نے یہ کہا ہے کہ آپ خود باس ہیں تو میرے پاس اس کا ثبوت بھی ہے۔‘‘

’’اور وہ کیا....آپ ثبوت پیش کریں۔‘‘

’’جج صاحب...آپ نے اتنا بڑا گروہ تو ترتیب دے دیا...ان سب کو کنٹرول بھی خوب کرتے رہے.....

لیکن آپ نے کبھی اپنے بچاؤ کی بابت کبھی نہیں سوچا۔‘‘

’’پتا نہیں....آپ کیا کہہ رہے ہیں۔‘

’’دیکھیے...وضاحت کرتا ہوں.....میری بات سب لوگ آسانی سے سمجھ جائیں گے.....جو باس ہے....

تمام ہیرے اس کے پاس ہوں گے....ان میں سے گروہ کے ارکان کو وہ حصہ دیتا رہا ہے نا....اور دولت کا بڑا حصہ خود رکھتا رہا ہے....کیا

یہ بات درست ہے۔''

''اس میں تو کوئی شک نہیں۔''

''تو پھر...ان سب حضرات میں سے جس کے پاس سب سے زیادہ دولت ہے....وہی باس ہے....کیا یہ بات اس طرح نہیں۔''

''ہاں! ٹھیک ہے....آپ چیک کرلیں۔'' جج صاحب بولے۔

''کیا مطلب۔''

''آپ سب لوگوں کے بنک اکاؤنٹ میں نے چیک کرائے ہیں ...سب سے زیادہ رقم آپ کے بنک میں ہے۔''

''لیکن وہ تو ایک ہیرے جتنی بھی نہیں ہوگی۔'' جج صاحب نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''ہاں! یہ بات ہے تو کیا آپ ہمیں چیلنج کرتے ہیں....ہم آپ کے گھر سے ہیرے برآمد کر کے دکھا دیں۔''

''ہاں! اگر آپ نے ایسا کر دکھایا تو میں تسلیم کر لوں......کہ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں''۔اس نے خوش ہو کر کہا۔

''بہت خوب! تب تو مزا آ گیا....نہیں جناب آپ کے ہیرے...آپ کے سونے کے کمرے میں ہیں....البتہ اس سونے کے کمرے میں اس سیف کے اندر ایک دروازہ کھلتا ہے...اس دروازے کے ساتھ سیڑھیاں نیچے جاتی ہیں....وہاں ایک چھوٹا سا کمرہ ہے....اس کمرے میں دنیا کی محفوظ ترین سیف موجود ہے...اس میں ہیروں کا انبار لگا ہوا ہے۔''

''آپ یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں،۔''

''جب ہم کسی کیس پر کام کرتے ہیں تو ہر رخ سے کرتے ہیں، ہر ایک کے بیان کو چیک کرتے ہیں، اس کی تہہ تک پہنچنے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں....یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ بیان درست ہے یا

نہیں، پہلی بار جب ہماری آپ سے ملاقات ہوئی ...تو آپ نے بتایا
کہ ہم سے پوچھے بغیر ضمانت اس لیے لی کہ لوگوں نے آپ کا بیٹا اغوا
کرلیا تھا....خیر میں نے آپ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے
کے لیے اپنے دو خفیہ کارکن مقرر کردیے ....انہوں نے ہر بات کی
تحقیق کی، آپ کے گھر کے اندر داخل ہو کر آپ کو سیف کے ذریعے
نیچے کمرے میں جاتے ہوئے بھی دیکھا..اور آپ جانتے ہیں، میں
نے اتنی باریک بینی سے یہ کام کیوں کرایا....اس کی وجہ آپ کا جھوٹ
تھا۔

صرف آپ کا جھوٹ۔''

''کون سا جھوٹ۔''

''اس جھوٹ کا تجربہ ابھی میں نے سب لوگوں کے سامنے کیا ہے۔''

''جھوٹ کا تجربہ....ارے باپ رے.....یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا

ہے۔‘‘

’’ہوسکتا ہوگا.....خاموشی سے سنو۔‘‘محمود نے جھلا کر کہا۔

’’ہاں تو آپ کا جھوٹ یہ تھا کہ آپ کے بیٹے کو اغوا کرلیا گیا تھا۔‘‘

’’اس میں کیا جھوٹ ہے.....اور کیسے؟‘‘

’’آپ کا تو کوئی بیٹا ہے ہی نہیں.....ایک بیٹی ضرور ہے...لیکن آپ نے یہی بیان دیا کہ آپ کے بیٹے کو اغوا کرلیا گیا تھا۔‘‘

’’کیا!!!!‘‘وہ سب ایک ساتھ چلائے۔

خود ان کے ساتھی بھی بری طرح اچھلے تھے اس لیے کہ یہ بات انہوں نے ابھی کسی کو بھی نہیں بتائی تھی۔

چند لمحے تک موت کا سناٹا طاری رہا...آخر انسپکٹر جمشید نے کہا:

’’میرا خیال ہے.....اب آپ کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں رہا ....صرف یہ بتا دیں کہ نادم گیلانی کو قتل کرنے کی ضرورت تھی۔‘‘

''انہیں ایسی کوئی ہدایات نہیں تھیں ....انہوں نے ایک غلطی کی کہ یہ کا
م دن کے وقت کیا.....دوسری غلطی یہ کی کہ نادم گیلانی کے جسم پر آلہ سو
نے کی وجہ سے اسے قتل کر دیا.....'' اس نے بتایا۔

''تب پھر اب آپ لوگ اپنے جرائم کی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہو جا
ئیں .....اور آپ کو اس شہر کی جیل میں نہیں رکھا جائے گا .....ایک اور
شہر کی جیل میں رکھیں گے .....جہاں آپ کچھ بھی نہیں کر سکیں گے
.....وہاں نواز نون نوری کی بھی دال نہیں گلے گی ....اگر چہ یہ ڈپٹی سپر
نٹنڈنٹ جیل ہیں۔''

''بات دراصل یہ ہے کہ جیل میں رہ کر انہیں جیل میں رہنے کی عادت
ہو گئی ہے ....اس لیے اب یہ جیل سے باہر رہ ہی نہیں سکتے۔''

فاروق بولا۔

''ہے کوئی تک اس بات کی۔'' محمود نے جھلا کر کہا۔

”دیکھا جائے تو اس پورے کیس میں مجھے تک کی بات محسوس نہیں ہو
ئی ...شروع کہاں سے ہوا تھا اور ختم کہاں ہوا ...ہے کوئی تک
؟“ فاروق نے تلملائے انداز میں کہا اور وہ سب مسکرانے لگے.....
اکرام اور اس کے ساتھی باس کی طرف بڑھ رہے تھے.....

کہانی ختم

شکریہ